ہندوستانی کتابوں کا سلسلہ

پہلا راجا
آدھے ادھورے

جگدیش چندر ماتھر

موہن راکیش

مترجم

قیصر قلندر

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

نئی دلی

پیش لفظ

اس بات سے شاید ہی کسی کو اختلاف ہو کہ آزادی ملنے کے بعد سے ہمارے ملک میں تخلیقی عمل میں ترقی ہوئی ہے۔ قریب قریب ہر قسم کے تخلیقی و تعمیری وسیلے میں شعور اور اظہار کے ایسے ذرائع واضح ہوئے ہیں جو پہلے کم سے کم اس رُوپ میں نمایاں نہیں ہو سکتے تھے۔ ڈرامہ اور اسٹیج میں بھی اس کی استثناء نہیں بلکہ جہاں تک ہندی ڈرامہ کا سوال ہے آزادی کے بعد ہی پہلی بار ناٹک نے تخلیق کاروں کو اپنی طرف مائل کیا۔ اس سے پہلے ڈرامے زیادہ تر نصابی کتابوں کے لیے ہی لکھے جاتے تھے۔ ان کا ایسٹیج سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا تھا کیونکہ ہندی کا اپنا کوئی ایسٹیج ہی نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ڈرامے لکھے بھی گئے ان میں اس ذریعے کی ضروریات اور امکانات کی جستجو ہی ٹھیک طرح سے نہیں ہوتی۔ ڈرامہ نگاروں نے اکثر مکالموں میں لکھی گئی حکایت کو ہی ڈرامہ تصوّر کیا اور اسٹیج کی غیر موجودگی میں وہ اپنے احساسات کو تمثیلی عمل کے رُوپ میں دیکھ سکے اور نہ ہی پرو سکے! زندہ ایسٹیج کے بغیر نہ تو زندگی کا صحیح ڈرامائی رنگ دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی احساسات کو ایسٹیج کے دستور اور قاعدوں کی پوری گرفت میں لیا جا سکتا ہے۔

لیکن آہستہ آہستہ اسٹیج اور اس پر کام کرنے والوں کی اہلیت کے اثر نے کئی بے حد ذہین مصنفوں کو ڈرامہ کی طرف راغب کیا اور ہندی ڈرامہ عصری سچائی کو پوری طاقت اور اثر آفرینی کے ساتھ پیش کرنے کے لیے موزوں تمثیلی زبان کی تلاش کرنے لگا۔ اس سے اسٹیج کی توانائی بھی بڑھی اور ڈرامہ کو بھی فروغ ملا۔ اس پوری کاوش کے ساتھ حالیہ برسوں میں ایک عنصر اور بھی منسلک ہوا جو کسی بھی تخلیقی کوشش کے لیے بنیادی اہمیت کا حامل ہے اور وہ ہے روایت کی تلاش —— ایسٹیج کے میدان میں یہ تلاش بنیادی اہمیت کی ہے کیوں کہ اظہار کے لیے کئی کرداروں کے توسط سے اسٹیج کے سامنے موجود

تماشائیوں سے سیدھا رابطہ ہوتا ہے اور اس طرح سے تماشائی مختلف ذاتی اور انفرادی رُوپ میں بالواسطہ طور سے تخلیق کی تدوین کا ضروری جزبن جاتا ہے۔ اِس لیے جب تک کسی نہ کسی مقام پر ڈرامہ نویس اور اداکار اپنے ناظرین اور روایتی تخیلی دنیا کے ساتھ کوئی گہرا لگاؤ یا وابستگی محسوس نہیں کرتے تب تک ان کا تخلیقی عمل کسی گہری اصلیت تک نہیں پہنچ سکتا۔

ہندی ڈرامے کی ترقی کے لیے ان بڑی اہم باتوں کی تلاش آزادی کے بعد جن ڈرامہ نگاروں کے ہاں زیادہ واضح رہی ہے اُن میں جگدیش چندر ماتھر اور موہن راکیش خصوصی مرتبہ رکھتے ہیں۔ کئی معنوں میں ان دونوں ڈرامہ نویسوں کی نگارشات نے ہی ہندی ڈرامہ کو ایسا مقام دیا ہے کہ آج وہ ایک بلند اور اعلیٰ صورت میں موجود ہے اور ملک کے سارے تمثیلی ادب میں قابلِ قدر بن چکا ہے۔

جہاں جگدیش چندر ماتھر نے پانچویں دہائی سے ہی خاص طور سے ایکانکی (ایک ایکٹ کے ڈراموں) کے ذریعے ہی سے ہندی ڈرامے کے لیے مؤثر زبان اور توانا اسٹیج کی تلاش سب سے پہلے شروع کی وہاں موہن راکیش کے ڈراموں نے اُسے آگے بڑھانے میں بڑی کوشش کی۔

جگدیش چندر ماتھر کے صرف تین مکمل ڈرامے ہی اب تک شایع ہوئے ہیں یعنی کونارک، شاردیا اور پہلا راجا۔ ان تینوں ڈراموں میں جگدیش چندر ماتھر نے ماضی کی وساطت سے عصری زندگی کی سچائی کی تلاش کی ہے لیکن کئی زاویوں سے ان کا کام خاص تاریخی اہمیت کا ہے۔ سب سے پہلے ان کی تحریروں میں زوردار تمثیلی پیش کش کے ساتھ ساتھ ایسی بامعنی ڈرامائی زبان کی تلاش شروع ہوئی ہے جو اعلیٰ ہو اور جس کا محاورہ روزمرہ کی بول چال کے قریب ہو۔ جس وقت ہندی کے دوسرے ڈرامہ نگار چھوٹی موٹی سطحی مشکلوں سے کئی طور سے اُلجھے ہوتے تھے اس وقت جگدیش چندر ماتھر نے انسان کے گہرے اور تیکھے ذہنی مرحلوں اور نفسیاتی تناؤ کو اپنے ڈراموں میں پیش کرنے کی سعی کی۔ کونارک اور شاردیا' دونوں میں ہی تخلیقی کرداروں کی اندرونی کش مکش اور بیرونی دنیا سے ٹکراؤ کے ساتھ ہی پیدا ہونے والی اُلجھنوں کے کئی رُوپ ملتے ہیں جو شاید ہندی دنیائے فکر میں بڑا بھاری اثاثہ بھی رہے ہیں کیوں کہ یہ اس پورے دَور کی شاعری اور افسانوی ادب میں بھی کئی طریقوں سے نمودار ہوئے ہیں، بعد میں یہی چیز موہن راکیش کے "اساڑھ کا ایک دن" میں آگئی۔ جگدیش چندر ماتھر کی اہمیت اس بات سے ہے کہ انھوں نے ڈرامے میں سب سے زیادہ انسانی ذہنی کش مکش کو سامنے لاکر ڈرامہ نگاری کو فن و ادب کی بڑی دھارا سے جوڑنے کی شروعات کی۔

پہلا راجا ان کا تیسرا ناٹک ہے۔ اس میں وہ پہلے دو ناٹکوں کے مقابلے میں اور بھی زیادہ

ماضی کی سمت لوٹ گئے۔ پہلا راجا ویدک زمانے کا مطالعہ ہے جس میں سلطنت اور فرد، حکومت اور آزادی، عوام کی بھلائی اور انصاف جیسے عصری مسئلوں کو اُٹھایا گیا ہے۔ کہانی کے موضوع کے اعتبار سے یہ ڈراما بہت اہم ہے۔

جگدیش چندر ماتھر کی اس ملک میں ڈرامے کی روایت کے مطالعہ میں بڑی دل چسپی رہی ہے اور وہ کئی طریقوں سے روایات کی تلاش بھی کرتے رہے ہیں۔ پہلا راجا میں بھی ان کے تفکر کے نتائج موجود ہیں۔ اُنھوں نے اتصال کے ایسے ذریعے کی کوشش کی ہے جو ایک ساتھ معانی کے کئی رنگ پیش کر سکے اس لیے انھوں نے روایتی تمثیلی ادب کے کئی قاعدوں، طور طریقوں اور اندازوں کو استعمال کیا ہے جیسے سوتر دھار، نٹی، رنگ پٹی، تمثیلی اداکاری کے ذریعے ملک اور زمانے کی خیالی تصویر کو یک جا کرنا، وغیرہ۔ اس طرح ایک نئے ڈرامے کی تلاش اور اس کے لیے روایتی طریقے اور ان کو یک جا کرنے کے نظریے سے پہلا راجا ہم عصر ہندی ڈرامائی ادب میں دل چسپ تجربہ ہے۔

لیکن ایسا جان پڑتا ہے کہ ڈرامہ نگار ایک نئے ڈرامے کی تلاش میں اتنا اُلجھ گیا ہے کہ وہ جذبات اور ان کی تسکین اور آنے والے کرداروں کی کھوج میں پوری گہرائی، باریکی اور توانائی کے ساتھ سوچ نہیں سکا۔ پہلا راجا میں واقعات کو یک جا کر دینا ایک ڈرامائی رُوپ ضرور ہے لیکن وہ قاعدوں اور جدّت میں ایسا اُلجھ جاتا ہے یا حالات اور ذہنی کش مکش کو ایسے مقام پر لا کھڑا کرتا ہے کہ اُن کے گہرے معانی نہیں اُبھر پاتے اور ایک طرح کا سطحی ڈرامہ پن ظاہر ہوتا ہے۔ ڈرامے کی باریکی اور بغور مطالعہ کے سبب، ان کے ڈرامائی تخلیق و تعمیر میں خاص کر کرداروں اور حالات کے اجتماع پر کئی بار پارسی اسٹیج کے طریقِ کار کی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح ریڈیو سے کافی مدّت تک وابستہ رہنے کے سبب ان کے ڈراموں میں صوتی اثرات اور صداؤں کا بہت استعمال ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کہانی کے مفہوم اور واقعات میں ایک نئے ڈراما کے رُوپ میں اپنائیت اور خود سپردگی کی تلاش کے ساتھ ساتھ ڈرامے والی تیزی اور اضطراب ہوتا تو پہلا راجا اور بھی اہم ناٹک تصوّر کیا جاتا۔

زبان کے نظریے سے بھی پہلا راجا دل چسپ ہے۔ اس کی زبان میں روایتی ادبی زبان اور شاعری کے ساتھ بول چال کی زبان کی روانی بھی موجود ہے۔ بے شک اس میں کئی جگہ رُومانی رجحان دکھائی دیتا ہے اور ہندی کی عصری تخلیقی تحریروں کی بے باک اور بے رحمی سے دو ٹوک بات کہنے والی تراش اس میں نہیں ملتی لیکن فکری اور ڈرامائی انداز اس میں کافی حد تک ہے۔ مجموعی طور سے

پہلا راجا ہندی ڈراما کے لیے کئی نئے امکانات روشن کرتا ہے۔

دراصل، ہندی ڈراما کی نگارشات کو سب سے زیادہ تخلیقی افادیت اور اہمیت موہن راکیش کے ڈراموں سے ہی ملی ہے۔ راکیش کے بھی کُل تین ہی مکمل ڈرامے ہیں اگرچہ چوتھا شاید جلدی ہی شایع ہو جائے۔ اس میں سے پہلے دو ——— "اساڑھ کا ایک دن" اور "لہروں کے راج ہنس" ——— میں بھی جگدیش چندر ماتھر کی طرح ایک بیتے یُگ کے تصوّر اور امداد سے عصری انسان کے تقاضوں اور کش مکش کا اظہار ہے۔ 'اساڑھ کا ایک دن' اگر ایک طرف ایک اور تخلیق کار کے اضطراب و تذبذب کو، تخلیقی عمل اور محبّت کے اختلاط اور مخالف کھنچاؤ کے تصادم کو پیش کرتا ہے تو دوسری سمت بلکہ کئی زاویوں سے خاص طور سے مصنف کی اس کش مکش کے اضطراب میں گھری ہوئی ایک بھولی اور لامحدود سے پریم کرنے والی عورت کی زندگی کی تشنگی دکھاتا ہے۔ 'لہروں کے راج ہنس' میں ڈرامانگار کئی قسم کے تناؤ اور دباؤ سے گھرے ہوئے انسان کی اپنی ذات کی تلاش، اپنا راستہ، اپنے آپ چُننے کا استحقاق پیش کرتا ہے۔ اس طور سے یہ دونوں ہی ڈرامے بیتے ہوئے زمانے کے معروف کرداروں سے منسلک ہو کر بھی، حقیقتاً آج کے آدمی کی اُلجھنوں، کٹھنائیوں اور ہراس سے متعارف کراتے ہیں۔ راکیش کے ڈراموں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اہم دلی جذبات کے ساتھ واقعات اور کردار نگاری میں اندرونی تذبذب اور انسانی خیالات کو بھی پیش کرتے ہیں۔ 'اساڑھ کا ایک دن' میں ہی مصنّف اور سرکار کے مابین انسانی ضمیر اور حکومت کے بیچ کش مکش کی تصویر تو ہے ہی، مگر اس کے ساتھ ہی زندگی کے کئی عصری مسئلوں اور اُمید و بیم کا اضطراب بھی دکھایا گیا ہے!

کئی زاویوں سے "اساڑھ کا ایک دن" راکیش کے ہی نہیں، جدید ہندی ڈراموں کی بہت جامع اور جذباتی تصنیف ہے لیکن کرداروں اور حالات کی واضح تصویر پیش کرنے میں کئی بار اس کو پوری کامیابی نہیں ہو پاتی تھی۔ راکیش اپنے تیسرے ناٹک "آدھے ادھورے" میں عصری زندگی کے تضاد کو صاف طور سے دکھانے کی کوشش کرتا ہے، یہ ممکن ہو سکا اور اسی سے وہ بہت ہی مفید اور ہر دل عزیز ثابت ہوا۔ 'آدھے ادھورے' کی نمائش اور اشاعت کے بعد راکیش کی ڈرامانویسی کو بہت نمایاں طور پر تسلیم کیا گیا۔ کئی زاویوں سے 'آدھے ادھورے' میں بھی پچھلے دو ڈراموں کی طرح عورت اور مرد کے تعلقات کو، ان کی ضرورتوں اور اختلاط کو، پہچاننے کی ہی کوشش ہے۔

'آدھے ادھورے' کی ساوتری اوسط درجے کے گھرانے کی ملازمت پیشہ عورت ہے جو اپنے لیے پُورا جیون اور پورا شوہر چاہتی ہے! ظاہر ہے کہ "تکمیل" کا اس کا تصوّر بالکل نجی نہیں ہے بلکہ

تضادات سے پُر ہونے کے ساتھ ضمیر کُش بھی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ چاہت اور تلاش اُس کی زندگی کو اور بھی توڑتی اور ادھوری کر دیتی ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ وہ جن جن مردوں کی پناہ میں جاتی ہے اور ان کے ساتھ تعلقات بڑھا کر اپنی امنگوں کو پھلتے پھولتے دیکھنا چاہتی ہے وہ سب اسے مایوس کرتے ہیں اور اسے یوں لگتا ہے کہ ان سب کا چہرہ بشرہ ایک ہے، خول اور نقاب خواہ الگ الگ ہوں اور جن سماجی اور نجی حالتوں کے گھیرے میں وہ زندہ ہے وہ ایسی ہیں کہ اُن سے کوئی چھٹکارا ہی نہیں۔ یہی نہیں، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اس کی اولاد کی زندگی میں بھی اُن کی بازگشت نظر آئے گی! ساوتری اور مہندر ناتھ کے تعلقات کے کشیدہ ہونے سے پوری خاندانی زندگی ہی ٹوٹتی نظر آتی ہے۔ یہ ڈراما ہماری عصری زندگی کے ایک ایسے کرب اور المیّہ کے رُخ کو پیش کرتا ہے کہ عام تماشائیوں کو کئی سطحوں پر اپنی زندگی کا عکس دکھائی پڑتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اس کے ساتھ وابستہ ہوتا ہوا محسوس کرتے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ اس پہچان میں کوئی بڑی گہرائی یا جدّت نہیں ہے۔ عصری زندگی میں عورت مرد کے تعلقات ٹوٹنے یا بننے یا ان کے اختلافات کے اُبھرنے میں کسی باریک توانا یا دھماکہ خیز راز کے افشار کا اظہار نہیں ہوتا لیکن محدود ہونے کے باوجود ڈراما کا کرب آفاقی اور دل گداز ہے اور ہندی ڈراموں کے سلسلے میں تو ایسی توانائی ہے جو خود بخود اپنی طرف سوچ کا رُخ پھیر دیتی ہے۔ ڈرامے کی ایک بہت بڑی خوبی ہے اس کی زبان جو نہ صرف اسٹیج کے لیے مؤثر ہے بلکہ بولنے میں لطیف اور آسان ہے، مؤثر محاورہ "آدھے ادھورے" میں موجود ہے بلکہ اس میں ایسی توانائی، جاذبیت، نزاش اور جدّت کی قوت موجود ہے جو ہندی ڈراموں میں بہت ہی کم دکھائی دیتی ہے۔ راکیش نے اس میں ایک خصوصیت کو بھی ظاہر کیا ہے۔ ایک ہی اداکار سے پانچ مردوں کے کردار کرائے گئے ہیں۔ اس کا ماحصل یہی دکھانا ہے کہ خول چاہے الگ الگ ہوں لیکن چہرہ اصل میں ایک ہی ہے اور مسئلہ کسی ایک مرد یا ایک عورت کا نہیں بلکہ کسی بھی مرد اور کسی بھی عورت کا ہو سکتا ہے۔ اس طریقے سے اسٹیج کا بلاشبہ ایک نیا معیار قائم ہوتا ہے لیکن ڈرامے میں جذبے کو جس رُوپ میں پیش کیا گیا ہے وہ اتنا مفصّل اور سہل نہیں ہے۔ اسی لیے ظاہری جدّت سے زیادہ اس کا یہ انداز بامعنی نہیں بن سکتا بلکہ کئی زاویوں سے ڈراما کی شدّت و توانائی کو محدود کر کے پوری طرح سے ظاہر ہونے میں رکاوٹ پڑتی ہے اور تماشائی اور قاری کا دھیان دوسری ہی سمت بھٹکنے لگتا ہے۔ پھر بھی مجموعی طور پر ڈراما کا رُوپ اپنے کرب انگیز ڈھانچے کے اندر کافی جاذب اور توانا ہے اور اُس کی بناوٹ میں اطمینان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "آدھے ادھورے" جہاں بھی کھیلا گیا ہے بہت ہی مقبول اور

اثر انداز ہوا ہے۔ اسی وجہ سے ملک کی کئی زبانوں میں اس کے تراجم بھی اتنے ہی مقبول ہوئے۔
اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اپنی ساری حدوں کے باوجود موہن راکیش کا "آدھے ادھورے"
آسانی سے آج کے بھارت کے اسٹیج کی ایک قابلِ ذکر اور اہم تخلیق ہے۔

ہندی کی ڈراما نگاری جن حالات میں پچھلے پندرہ، بیس برس میں آگے بڑھی ہے اُن کی ساری حدیں اور طاقت، ان دو ڈراموں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ایک لمبے عرصے سے ہندی کے پاس اپنا کوئی باقاعدہ اور ترقی پذیر اسٹیج نہیں رہا اس سے ہندی ڈراما نگار کو بھی آسانی ہوتی تھی، کیوں کہ اُسے کسی وقتی حاجت کے دباؤ سے اپنی تخلیق کو توڑنا موڑنا یا بگاڑنا نہیں پڑتا جیسا کہ بنگالی، مراٹھی، گجراتی اور دیگر ڈراما نگار کو اکثر کرنا پڑتا ہے۔ دوسری طرف اُسے وہ با اثر آوازیں بھی نہیں ملتیں جن کے بھروسے ناٹک شروع کرنے کا کام کوئی نیا ادیب آسانی سے ہاتھ میں لے سکے۔ ہندی کا آج کا ناٹک کار ایک طرف تو المیہ ڈراما کی طرح انسانی کیریکٹر کو نمایاں کرنے والے اندرونی اور باہری اثرات کو اپنی تخلیق میں مجتمع کرنا چاہتا ہے یعنی اپنے ناٹک کو ایک انسانی دستاویز کے رُوپ میں مشتہر اور آفاقی بنانا چاہتا ہے دوسری جانب وہ ایسے رُوپ کی تلاش کے لیے بے چین ہے جو مغربی ناٹکوں کی نقل وغیرہ نہ ہو اور کتنی اونچے درجے پر اُسے ہمارے ملک کے روایتی جمال اور ڈراما کی عظیم روایت سے جوڑا جا سکے۔ یہ ایک طرح سے تماشائی سماج سے جڑنے اور اپنی ذات کو اُس تک پہنچا سکنے کی مانگ بھی ہے اور پُوری دنیا میں ناٹک کے بدلتے ہوئے رُوپ اور فلم اور ٹیلی ویژن جیسے دل چسپ ذرائع کے ساتھ اپنی انفرادیت قائم رکھتے ہوئے وہ زندہ رہنے کی ضرورت کے لیے موزوں بھی ہے۔ "آدھے ادھورے" اور "پہلا راجا" ہندی کے ڈرامائی ادب کے ان دونوں رجحانات کے مظہر ہیں!

نیمی چندر جین

پہلا راجا

جگدیش چندر ماتھر

پس منظر

مرحلے

پچھلے دنوں کچھ ایسی مُشکلیں اور اُلجھنیں رہ رہ کر میرے ضمیر سے پُوچھتی رہی ہیں جن کی جانب
ہندی ڈراما نگاروں کا دھیان کم ہی گیا ہے۔
جیسے وہ گرد و پیش کے حالات جس میں عمل (ایکشن) میں آدمی بصیرت یا تحصیل نہیں توجہ اور
علاج تلاش کرتا ہے۔ کیا انسانی عمل بھی ایک طرح سے فطرت سے بچنے کے لیے فرار ہے؟ اور کیا باعمل
انسان میں تخیّل کا استعجاب اور شعور کا احساس اُس کے اِرتقا کا سدِّ باب کر دیتا ہے؟
یا انسان اور فطرت کے اصولوں کا باہمی رشتہ! فطرت کی عظمت اور فرحت افروز پہلوؤں
کو دیوتاؤں کے رُوپ میں دیکھ کر آدم کی آواز میں شاعری اور ناٹک بہت پھُوٹے! لیکن فطرت کی
ان گِنت سہولتوں کو اپنے استعمال کے لیے تلاش کرنا اور ان کا صحیح اور جائز مصرف کرنے والے آدم
کے سعی و عمل اور تشکیک میں جو ڈراما بکھرا پڑا ہے وہ کیا کلیتہً مفقود ہے؟
یا کسی بھی سماج کی ترویج و ترقی امتزاج و اشتراک کی ایسے ہی مرہونِ منت ہے جیسے
پیوندی (ہائی برڈ) بیج کی فراوانی پیداوار کو! پھر بھی کیسی ہے وہ لاعملی اور احمق پن جس کے شکار ہو کر
انسان خون کی آمیزش کے باوجود خون بہاتا رہا ہے؟ بھارت ورش کی تاریخ میں آریہ اور غیر آریہ فرقوں
کے اختلاط کا ردِّ عمل بھی کیا ان ہی بھنوروں میں سے ہو کر نہیں گزُرا؟
یا عامیانہ اور شاہی وقار کے درمیانی رشتوں کی بنیاد! راجا میں خدائی جلال کی پرچھائیوں

کی وجہ یا تعلقات سے عاری ہوئے یا اختلاط کے ساتھ باہمی مفاد میں سمجھوتہ ہوا ؟
یا بلند فطرت آدم میں عمل کا اضطراب وعجلت اور جنس (سیکس) کی اُبلتی حرص کا فطری باہمی تعلق ! کیا فرائڈ اور دوسرے ماہرین نفسیات نے لیبڈو میں جنسی تسکین اور من شکتی کے لیے جس صحت کو پایا ہے اس کا اشارہ سنسکرت ڈراموں کے ان نایکوں میں نہیں ملتا جو شرنگار رس میں شرابور ہوتے ہوتے شاذ ہی وِیر رس سے متاثر ہوتے ہیں ؟
اِن مسئلوں کو اسٹیج پر پیش کرنے کے لیے علامتوں کا ذریعہ مجھے بہت دل چسپ لگا ـــــ ایسی علامتیں اور تلمیحیں مجھے ایک پُورانک داستان میں ملیں ! مہا بھارت اور پوران میں یہ کتھا اِس طرح سے ہے :

بنیادی داستان

بہت قدیم زمانے میں راجا نہیں تھے ۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب آریوں کو بھارت میں آئے بہت دن نہیں گزرے تھے اور ہڑپا تہذیب کے پُرانے اساطیری باشندوں سے اُن کا تصادم چل رہا تھا ۔ دیوتاؤں کی مرضی کے مطابق بھگوان وِشنو نے اپنے جلال سے وِراجی نامی ایسے گوشت پوست والے بیٹے کی تخلیق کی جو انسانی سماج میں اعلیٰ اور ارفع مقام کا حق دار ہوا ! اس کے بعد برہماورت (ہریانہ پنجاب میں سرسوتی کا پردیش) میں چار یا پانچ دوسرے حکمران ہوئے لیکن سبھی نے سنیاس لیا ۔ حکومت کا بوجھ وہ سنبھال نہ سکے ۔
چوتھے (یا پانچویں تعداد کے بارے میں کچھ اختلاف ہے) کا نام تھا انگ ۔ انگ کی بیوی کا نام تھا سینتھا جسے مرتیو دیوت کہا گیا ہے ۔ ان دونوں کا بیٹا وَین تھا ۔ وَین بچپن سے ہی مغرور اور بد اخلاق تھا ۔ اس کے وطیرہ سے تنگ آکر انگ ایک رات سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چُپ چاپ جنگل کی سمت چل پڑا ۔
برہماورت میں ڈاکوؤں (قزاقوں جو شاید ہڑپا تہذیب کے پُرانے باشندے تھے) کے ڈر سے اترے ، بھرگو ، شنکر آچاریہ ، گرگ اور دوسرے بے شمار مُنیوں نے سینتھا کی رائے سے وَین کو حاکم کے رُوپ میں تسلیم کیا ۔ وَین بڑا ظالم تھا ۔ اُس نے یگیہ ہون وغیرہ سب بند کرا دیے ۔ وہ اپنے آپ کو ایشور گردانے لگا ۔ اس نے برہمن جاتی کے مُنیوں کی صلاح کو ٹھکرا دیا اور اختلاط و امتزاج کی ترویج کی ۔

تب مُنیوں نے اپنے منتروں، طلسم اور منتر پوت کُشا کے مُکّوں اور لاتوں سے اس کو ہلاک کردیا۔

وین کی ماں سینتھا نے اس کے لاشہ کو منتروں (اور شاید کسی طرح کے لیپ) سے محفوظ رکھا۔ ادھر برہماورت میں پھر ڈاکوؤں کے حملے ہونے لگے۔ مُنیوں کو اپنے آشرم کی حفاظت کی فکر دامن گیر ہوئی۔

آخر مُنیوں نے وین کے لاشہ کو لے کر پہلے منتروں کی بدولت اس کی داہنی لات کا منتھن کیا۔ اس سے ایک پستہ قد کا آدمی ظہور میں آیا جس کی شبیہہ بڑی بے ڈول تھی۔ رنگ جلے ہوئے کھمبے کے مانند، آنکھیں لال، بال کالے۔ سینتھا نے اس سے کہا ——— "نی شید" (بیٹھ جاؤ) اسی لیے وہ نِشاد کہلایا۔ اس نے جنم لیتے ہی وین کے سارے گناہوں کو اپنے اوپر لے لیا۔ اُسی کے اَخلاف، پربتوں اور جنگلوں میں رہنے والے: نِشاد کہلائے!

اس کے بعد رِشی مُنیوں نے وین کے دائیں بازو کا منتھن کیا۔ اس سے ایک دوسرا انسان پیدا ہوا جو دیوراج اندر جیسا خوب صورت تھا۔ ہتھیاروں سے آراستہ پُر جلال اور بارعب دکھائی دیتا تھا۔ اس کا نام تھا پرتھو ——— سوت اور ماگدھ نے اُس کا گُن گانا شروع کیا۔ پرتھو نے انھیں ٹوکا اور کہا کہ ابھی تو میں نے کوئی سُود مند کام نہیں کیا۔ ابھی سے میری توصیف اور تعریف کیسے ہو رہی ہے؟

.بعد ازاں پرتھو نے رِشی مُنیوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں کی مجھے کس نوعیت سے خدمت کرنی ہوگی اور کس طرح بامقصد اور بہبودی کے کام کرنے ہیں؟ ——— یہ مجھے بتا دیجیے! تب شکر آچاریہ اور دوسرے مُنیوں نے پرتھو سے کچھ حلف اٹھوائے اور وعدے کروائے جن میں اہم یہ وعدے تھے ——— من، اظہار اور عمل سے وید کا پالن۔ وید میں بتائی گئی سزا کو حکمت عملی میں چلانا۔ جملہ انسانوں کے تئیں نیک خیالات رکھنا البتہ برہمنوں کو سزا نہ دینا۔ سماج کو اختلاط سے بچانا، وغیرہ

ان قسموں سے بندھ جانے کے بعد ہی پرتھو، سینتھا کی وساطت سے 'راجا' مشتہر ہوگیا۔ پرتھو ہی پہلا راجا تھا۔ 'راجا' یعنی جو ساری مخلوق اور رعایا سے شفقت برتے۔ پرتھو نے اپنی وزارت میں شکر آچاریہ کو پروہت بنایا۔ گرگ کو منجم اور سرسوتی کے کنارے اونچے منصب پر متعین کیا۔ اترے اور دوسرے مُنیوں کو دیگر وزارتی عہدے دیے۔ سوت اور ماگدھ سے خوش ہو کر انھیں انوپ اور مگدھ دیش میں تعینات کیا۔ سینتھا نے اُنھیں آجگو نامی ترکش بھی دیا۔ پرتھو

نے ڈاکوؤں کو زیر کیا - برہماورت میں امن قائم ہوا - سرسوتی کے کنارے پر رشی مُنیوں کے آشرموں میں پھر سے یگیہ وغیرہ ہونے لگے !

پرتھو کی بیوی کا نام ارچی (ارچنا) تھا اور جب پرتھو کا وین کی لاش سے ظہور ہوا تبھی ارچی بھی نمودار ہوئی تھی۔

کچھ دنوں بعد اُن کی سلطنت میں گرانی اور قحط پڑا - زمین سے پیداوار ناپید ہوئی — بھوک کے سبب رعایا سوکھ کر کانٹا ہو گئی - پرتھو کو معلوم ہوا کہ زمین نے خود ہی جان بوجھ کر اناج اور دوسری غذائیں اپنے اندر چھپالی ہیں - بہت دل برداشتہ ہو کر اُنھوں نے تیر و ترکش اٹھایا اور دھرتی کو مارنے کے لیے دوڑ پڑے - ڈر کر دھرتی نے گائے کا رُوپ دھار لیا اور چاروں جانب سُورگ لوک، پاتال اور انترکھش میں بھاگنے لگی لیکن پرتھو ہر جگہ اس کا پیچھا کرتے رہے اور اُسے ترلوک میں کہیں بھی پناہ نہیں ملی -

تب دھرتی نے پرتھو کے سامنے آکر پُر اثر آواز میں استدعا کی —— "میں بے گناہ ہوں - آپ مجھے کیوں مارنا چاہتے ہیں ؟ مجھے نابود کر کے آپ اپنے کو اور اپنی رعایا کو کہاں مجتمع کریں گے؟"

راجا نے کہا —— "تو ہر دن ہری گھاس کھا جاتی ہے لیکن اپنے تھن کا دودھ نہیں دیتی - مَیں تیر و تن سے تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی قوتِ بازو سے رعیّت کو بخش دوں گا -"

دھرتی نے جواب دیا —— "آپ لوگوں نے میری پرورش اور عزت کرنا چھوڑ دیا - زراعت اور دوسرے طریقوں کو بھلے طور سے نہیں اپنایا - اسی سے میں نے اجناس کی پیداوار کو اپنے اندر چُھپا لیا ہے - اگر آپ کو بے شمار جانداروں کی سلامتی اور قُوّت کی ترقّی کرنے والے اناج کی ضرورت ہے تو آپ میرے لائق بچھڑا، دوہن پاتر اور دوہنے والے کا انتظام کیجیے تبھی میں دودھ کے رُوپ میں آپ کو وافر اشیاء دے دوں گی - ایک بات اور ہے - آپ کو مجھے ہموار کرنا ہو گا جس سے برسات گزر جانے پر بھی میرے اوپر اِندر کا برسایا ہوا پانی قائم رہے - میرے اندر کی نمی سُوکھنے نہ پائے -"

پرتھو نے ترکش کی نوک سے چاروں سمت اونچائیوں کو اکھاڑ کر دھرتی کو ہموار کر دیا - اس ہموار زمین میں بستیوں اور کھیتی وغیرہ کا انتظام کیا - آدم کو بچھڑا بنا کر اپنے ہاتھوں سے پرتھو نے سترہ طریقوں سے دھانیوں کو دوہا ! اُن کے پیشِ نظر اکثر عالموں نے طرح طرح سے فطرت کو دوہ کر حسبِ منشاء اشیاء حاصل کر لیں - رشیوں نے برہسپتی کو بچھڑا بنا کر آواز و ساز کی بدولت وید

دوھ لیے۔ دیوتاؤں نے اِندر کو بچھڑا بنا کر طلائی ظروف میں تینوں طریقوں کی شکتیوں (قوتوں) کو دوہا۔ جنّ و اہرمن نے پرہلاد کو آلۂ کار بنا کر لوہے کے ظرف میں بادہ کے رُوپ میں دودھ کو دوہا۔ گندھروؤں اور اپسراؤں نے اقرارِ حق کو بچھڑا بنا کر کنول کے رُوپ میں موسیقی اور حُسن کو حاصل کیا۔ کان، نباتات، دھات، سبزہ ہر طرح کی اشیاء کا دھرتی میں سے استحصال ہوا۔ سب سے زیادہ ہری بھری، جنّت نشاں زمین، پرتھو کے نام پر پرتھوی کہلائی !

اس کے بعد پرتھو نے سو اشومیدھ یگیوں کے انصرام میں ہاتھ ڈالا۔ ان کے ننانوے یگیہ تو پورے ہو گئے البتہ سوویں یگیہ کو اِندر نے پُورا نہیں ہونے دیا۔ اُس نے ریاکاری کا لباس زیب تن کر کے اشومیدھ کے گھوڑے کا کئی بار ہرن کیا۔ پرتھو نے اِندر کا خون کرنا چاہا لیکن رشی مُنیوں نے مشورہ دیا کہ یگیہ میں اِندر کی قربانی دے کر اُسے بھسم کر دیا جائے ! تب برہما نے پرتھو کو یہ کہہ کر روکا کہ راجن آپ تو رُستگار مذہب کے جاننے والے ہیں، آپ کو یگیہ کے رسوم کی ضرورت نہیں ہے۔

کچھ تاریخی حقایق اور استدلال

پرتھو کی داستان مہابھارت کے "راج دھرم انوشاسن پیَرو" میں نمایاں طور سے دی گئی ہے اور بھاگوت پوران (چوتھا باب، اُنیسواں ادھیائے) اور وشنو پوران میں اُس کے کئی جُز جوڑ کر اُسے وسیع و عریض کر دیا گیا ہے۔ البتہ پرتھو رگ وید اور اتھروید دونوں میں ملتا ہے شت پتھ برہمن میں اُسے "پہلا راجا" کا خطاب دیا گیا ہے۔ انہی تحریروں کو مہابھارت اور پُورانوں میں سلسلہ وار بیان کا رُوپ دیا گیا ہے۔

پرتھو کی کتھا میں نِشاد اور سرسوتی کی چرچا جس ڈھنگ سے کی گئی ہے اُس کی تحقیق کرتے کرتے مجھے دو صداقتیں ملیں۔ ایک تو یہ کہ نِشاد لفظ برہمن یا کھشتری پِتا اور شودر ماتا سے کثیر اولاد کے لیے مستعمل ہوتا رہا ہے۔

کوَش نامی نِشاد کا رگ وید اور اَترے برہمن کے مطابق سرسوتی کے کنارے پر جب کچھ رِشی یگیہ کر رہے تھے تب کوَش بھی اُن لوگوں کے ساتھ تھا اور چوں کہ وہ داسی کی اولاد تھا اس لیے مُنیوں نے اُسے اپنے آشرم سے نکال دیا۔ رنجیدہ نِشاد ــــــ کوَش ــــــ ریگستان کو چلا گیا۔ وہاں اُس نے سرسوتی کی حمد کی جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ ریگستان میں ہی سرسوتی کا پانی اُس کے چاروں جانب پھیل گیا۔ جب رِشیوں نے نِشاد کے حمد کی تاثیر دیکھی تو انھوں نے اپنے آشرم میں بُلایا اور یگیوں میں شامل کر لیا۔

ڈاکوؤں کا ذکر رِگ وید میں کئی بار آیا ہے۔ اُن نگروں کے سلسلے میں جن کی بربادی کے لیے رِگ وید کے آریہ بار بار اِندر اور دیگر دیوتاؤں سے استدعا کرتے ہیں۔ حال ہی میں سرسوتی کی دھارا جس وادی میں سے ہوکر بہتی تھی اُس کے کنارے ہڑپا تہذیب کے آثار ملے ہیں۔ جن میں نمایاں راجستھان میں سورت گڑھ کے قریب ہی کالی بھنگ میں ہڑپا۔ موہنجو داڑو کی طرح ہی ایک شہر کے کھنڈر ہیں۔ میں نے اُن کھنڈروں کو دیکھا ہے اور اُونچے ٹیلوں پر کھڑے ہوکر سرسوتی کی دھارا سے مسحور ہونے کا احساس بھی کیا ہے ——— کیسے اوپر سے بہہ کر آئی ہوئی مٹّی نے سرسوتی کے بہاؤ کو روک دیا ہوگا اور معاً کالی بھنگ کی نگری کا ہراس ہوتا گیا ہوگا۔ آثارِ قدیمہ کے ماہر شری تھاپر نے مجھ سے ایک دل چسپ بات بیان کی۔ ماہرِ ارضیات نے سرسوتی کی سوکھی دھرتی میں مٹی کی جانچ کرکے یہ یقین دلایا ہے کہ قدیم سرسوتی میں ایک اور دھارا ملتی تھی جو بعد میں جمنا کی سمت مڑ گئی اور سرسوتی کو اس کا پانی ملنا بند ہوگیا۔ یہ بھی سرسوتی کے خشک ہوجانے کی وجہ تھی۔

سرسوتی کے ریگستانی علاقے میں کالی بھنگ اور دوسری جگہوں میں اُجڑتی ہوئی بستیوں کے باشندے ہی وہ ڈاکو نہیں تھے جو سرسوتی کے بالائی کنارے پر واقع آریہ مُنیوں کے آشرموں پر حملہ کرتے تھے؟ ان لوگوں میں ماں کی پُوجا عام تھی۔ ہڑپا۔ موہنجو داڑو میں دستیاب مٹی کی صورتوں وغیرہ سے اس کا تعین ہوتا ہے۔ ایک صورت میں بھُونی دیوی کی کوکھ میں سے ایک شجر نکلتا دکھایا گیا ہے۔ پرتھوی کی روئیدگی کا رُوپ! ماتا پُوجا، پہاڑی آریہ زندگی میں گھل مِل گئی البتہ اس کی تصویریں کبھی کبھی عجیب مورتیوں میں ملتی ہیں جن کی وہ لوگ آج بھی تعظیم کرتے ہیں۔ (ان مورتیوں کا خوب صُورت مجموعہ اودے پور کے بھارتیہ لوک کلا منڈل میں دیکھا جا سکتا ہے)۔ راجستھان ہی میں ماتا (امبا) کی پرستش کے وقت پُوجا کرنے والے مرد اور عورتوں پر دیوی کے چڑھنے کی روایت اور متعلقہ موسیقی اور رقص اکثر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

یہ بھی جان پڑتا ہے کہ ان دنوں (شاید عیسوی سن کی سولھویں اور بارھویں صدیوں کے آس پاس) تین قسم کے بین الاقوامی انقلاب آریوں کی زندگی میں آئے۔ پہلی تبدیلی آئی ان کی سیاسی صورتِ حال میں۔ اقتدار مُنیوں اور برہمنوں کے ہاتھ میں تھا۔ البتہ اپنے آشرموں کی حفاظت کے لیے اپنے یگیہ کے قاعدوں کی تکمیل کے لیے انھوں نے قبیلوں کے سرداروں کو حاکموں کے رُوپ میں قبول کیا حالانکہ حاکم کے اقتدار اور حقوق کی رُوپ ریکھا واضح اور متعین نہ تھی۔ مُنیوں اور برہمنوں میں تصادم ہوئے۔ حاکم ہٹ بھی گئے۔ کسی کسی کا خون بھی ہوا۔ بالآخر حاکم کو راجا کا سرُوپ دیا گیا اور مُنیوں اور برہمنوں

سے راجا کا رابطہ کچھ معین کاموں (یعنی راج دھرم) کے آدھار پر واضح ہوا۔ ان تعلقات کو ہی بعد میں "دُشکر نیتی"، سے منسوب کیا گیا۔

دوسری سب سے بڑی تبدیلی یہ تھی کہ بھارت کی قدیم جاتیوں سے آریوں کا رابطہ اور انھیں اپنے سماج میں یا سماج کے ارد گرد جگہ دینا۔ ہڑپّا موہنجو داڑو تہذیب کی جاتیوں کے علاوہ بھارت میں دیگر جنگلی قبیلے اور فرقے تھے۔ آریوں نے کچھ رسوم کو جُوں کا تُوں قبول کیا اور کچھ کی عورتوں کے اختلاط سے اولاد پیدا کر کے انھیں نئے البتّہ پس ماندہ فرقوں کا مناسب مقام دیا اور کچھ کو سماج سے یکسر خارج کر دیا۔ متعدد مناظرے اور بحثیں ہوئیں خاص طور سے نسلی اختلاط و امتزاج کی مشکلوں کو لے کر۔ نِشادنام ہی اس نسلی امتزاج سے پیدا شدہ اولاد کے لیے استعمال کیا گیا جس کا باپ آریہ اور ماں جنگلی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ ماں کی پُوجا اور طرح طرح کے رسم و رواج، تہواروں اور طور طریقوں کا بھی آریوں کے سماج میں ادغام ہوا۔ متنوع قسم کے تعلقات اور کاوشوں کو لیجی ٹی میٹائیز کرنا (جائز روپ دینا) آسان کام تھا۔ اس روش سے جہاں جہاں ایک جانب آریہ سماج میں کچھ تنوّع پیدا ہوا وہاں آریائی مزاج میں بھی پھیکا پن پیدا ہوا۔

تیسری اہم بات تھی مشترکہ زراعت، بستیوں اور شہری تہذیب کے متنوّع اور اس طرح کے طرزِ رہائش سے درجہ بدرجہ اُلفت کرنا۔ آریہ لوگ حیوانوں کی پرورش کے طریقوں سے واقف تھے اور نِت نئے چراگاہوں کی تلاش میں ہی انھیں انسانی زندگی کی ترقی سے شغف رہا تھا۔ آغاز میں اُن کی کھیتی باڑی کا طریقہ بھی آج کل کی ناگا اور آدی باسی قبیلوں کے "جھوم"، طریقہ سے ملتا جلتا تھا، یعنی جنگلوں کا باقاعدگی سے جلانا۔ کچھ برس پیداوار کرنا اور جب زمین بنجر ہو جائے تو اُسے چھوڑ کر پھر نئے جنگل کاٹنا۔ جنگلوں میں چراگاہوں کی کھوج کرنے والے آریوں کے ذریعے یہ طریقہ بھارت کے گھنے جنگلوں میں اپنانا کوئی تعجّب کی بات نہ تھی لیکن ملک کے کچھ حصّوں میں اس طریقہ کا اثر مہلک ثابت ہوا ہوگا۔ سرسوتی ندی کے کنارے کے شہروں اور گاؤں کے قدیم باشندوں (یعنی ہڑپّا۔ موہنجو داڑو تہذیب کے آثار) نے ریگستانوں کے درمیان دریائی وادیوں میں زراعت کی ہریالی اور پیداوار کی اسی طرح ترویج ہوئی تھی جیسے اُن کے ہم عصر دجلہ۔ فرات اور دریائے نیل کی وادیوں کے قبیلوں نے کیا تھا۔ آب پاشی کے طریقے اور زمین کی قوّتِ نشوونما کا احساس اُن کے لیے ناگزیر تھے۔ لیکن آریوں کے لیے یہ نئے تھے۔ کیا آریوں کی جنگل جلانے کی رسم کی وجہ سے ہی سرسوتی ندی سُوکھتی چلی گئی؟ اغلب ہے کہ ایسا ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے کچھ قحط بھی پڑا ہو! سُوکھا بھی

پڑا ہو اور جنگل جلانے والے رشی منیوں کے سماج کو دھرتی کی اُپج اور اُس کی مختلف النوع پیداواروں کی نشوونما کے لیے نئے طریقے بھی اپنانے پڑے ہوں !

جس شخص نے دھرتی کی یوں نشوونما کی، اُس کی پیداواروں کے طریقوں کی صُورت پیدا کی، اُسے ہموار کرکے اس کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کیا، اس کا نام مہا بھارت اور پُرانوں کے مطابق پرتھو تھا !

پرتھو ——— اصل میں ایک علامت رہا ہوگا اُن تینوں آفاق گیر تبدیلیوں کا جن کا اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ پرتھو اور پرتھوی، لفظوں میں پہلے کس کی فکر ہوئی یہ مبہم ہوتے ہوئے بھی واضح ہے کہ پُوران کاروں نے کہیں تو پرتھوی کو پرتھو کی لڑکی، کہیں اس کی رفیقۂ حیات (زوجہ) اور کہیں اس کی ماں کا سرُوپ دے کر اُس صورتِ حال کی طرف اشارہ کیا جس نے آریہ جیون اور بھارت کی کایا پلیٹ کردی !

ضرُوری نوٹ

خاص کھوجنے والے قارئین کی تفریحِ طبع کے لیے مندرجہ ذیل نوٹوں میں ناٹک کے کچھ ایسے مضامین کا بُنیادی مواد فراہم کر رہا ہُوں جن کے بارے میں عموماً کچھ شک وشُبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

کُشا کی رسّی اور ہنکاروں کے ذریعے وین کا خُون

مہا بھارت میں (راج دھرم اَنوشاسن پَرو) شلوک ہے۔

مثال کے طور پر وین مخاصمت سے مغلوب ہو کر لوگوں پر ظلم کرنے لگا۔ تب وید جاننے والے رشیوں نے منتر لوت کُشوں کی وساطت سے اُسے مار ڈالا۔ شریمد بھاگوت میں اگرچہ کُشا کا ذکر نہیں ہے، پھر بھی برافروختہ ہو کر رشیوں کا وین کو مار ڈالنے کا اعلان واضح طور سے تحریر کیا گیا ہے (چوتھا باب ادھیائے چودہ)۔ " اس طرح سے اپنے چھپے ہوئے غصّہ کو ظاہر کر کے انھوں نے اُسے مارنے کا تہیّہ کر لیا۔ وہ تو بھگوان کی ناراضگی کی وجہ سے پہلے ہی مر چکا تھا اس لیے صرف ہنکاروں سے ہی انھوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔" ایک اور بھی شلوک ہے جس میں منی لوگ " مار ڈالو، اس اچھے ڈھب سے ہی کمینے پاپی کو مار ڈالو !" چلّاتے ہوئے اپنے غصّے کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس طرح کی ہنکاروں اور موجودہ نعرہ بازی اور اندولنوں میں مجھے کافی مناسبت نظر آتی

ہے۔ منتر پوت کُشاؤں سے خون کرنا تو صاف طور سے رسّی کی بدولت گلا گھونٹنے اور کشاؤں کے حملوں سے ہی قتل کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔

وَین کے لاشہ کا سنیتھا کے ذریعے بچاؤ

شریمد بھاگوت میں کہا گیا ہے: "محزون سنیتھا علم اور ہُنر کے بل سے اپنے بیٹے کے لاشہ کی حفاظت کرنے لگی۔" یہ کون سا علم اور کون سا ہُنر تھا جس کے ذریعے سے سنیتھا نے وین کے لاشہ کو سڑنے گلنے سے بچا لیا تھا؟ ——— مصرِ بعید میں انہی دنوں مُردہ انسان کی لاش پر ایک عجیب سا لیپ کر کے اسے محفوظ رکھنے کی رسم عام تھی۔ مصر کے اہراموں میں موجود ہزاروں ممیاں اس کا ثبوت ہیں۔ کیا بھاگوت کا اسی طرح کسی طریق کار کی طرف اشارہ کرتا ہے؟ سنیتھا کو پرتھو کی بیٹی کہا گیا ہے۔ کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کسی اور ملک کی لڑکی تھی جہاں اس نے ایسے طریقوں کو سیکھا؟

جسمانی منتھن: جنگھا پُتر، بھوجا پُتر

رشی مُنیوں کی بدولت وَین کی جنگھا (ران) کا منتھن اور اُس میں سے ایک کالے قبیح اور پستہ قد شخص کا نکلنا۔ اس حِصّہ میں حقیقتاً وَین کی حرامی، بے پدر اولاد کی طرف اشارہ ہے۔ جنگھا (ران) کے منتھن سے اور کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ وَین کے کسی آریائی دوشیزہ سے تعلقات رہے ہوں گے اور اس کی اولاد آریہ مُنیوں کو ناقابلِ قبول رہی ہو گی اُسے اپنے اختیارات سے فریب دینے کے لیے وَین کے جسم کے منتھن کی سبیل سوچی گئی اور یوں ایک آریہ کُل کے وِیر کو وَین کا بھُوجا پُتر مشتہر کر کے راجا کے رُوپ میں ظاہر کیا گیا۔

مہا بھارت کے شلوکوں اور اسی طرح سے پُورانوں میں جنگھا اور بھوجا کے منتھن کی رسم کے بیانات درج ہیں۔ یہ سب پُرانے زمانے کے جاتیوں کے امتزاج و اختلاط کی شکل کو برہمن گرنتھ کاروں کے ذریعے واضح صورت میں بیان کرنے کے طریقے ہیں۔

نِشاد، کوَش نخلستان میں کوَش کے ذریعے سرسوتی کا احترام

ڈاؤسن کی کلاسیکل ڈکشنری کے مطابق نِشاد، لفظ پربتوں اور جنگلوں میں رہنے والی جاتیوں

کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور ایسے سماج راندہ شخص کے لیے بھی جس کا باپ دوسرے فرقے کا ہو اور ماں شُودر۔ وَین کی جنگھا سے اگنے والا نِشاد ہی اُن کا جسمانی رُوپ مانا گیا ہے۔

مہا بھارت اور پورانوں میں کَوش کی داستان کا وَین اور پرِتھو کی داستانوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کَوش کا بیان اَترے برہمن میں ہے۔ وہ غلام زادہ تھا۔ رِگ وید میں اُس کے پِتا کا نام اِلوش کہا گیا ہے۔ سرسوتی کے کنارے پر اس نے رِشی مُنیوں کے ساتھ یگیہ میں حصّہ لینا چاہا لیکن غلام زادہ ہونے کے سبب اُسے سرسوتی کے پانی سے طہارت کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ تب ریگستان میں جا کر اُس نے تپسیّا کی۔ سرسوتی کا پانی وہیں ظہور پذیر ہوا۔ اس سلسلے میں رِگ وید کے دسویں باب میں کَوش کے نام سے منتروں کے نمونے اس طور سے ہیں: "مہربان سُودمند پانی، میری عرض سُنو! میری تپسیّا میں یگیہ کے لیے پاکیزگی رکھی جاتی ہے اور تمہاری حمد گائی جاتی ہے ——— سب طریقوں سے پانی آرہا ہے۔ یہ دھن کا آدھار ہے اور زندگی کے لیے مُفید ہے۔"

کَوش نے نخلستان میں جاکر سرسوتی کے پانی سے استدعا کی اور پانی وہاں نمودار ہوا۔ اِس باب میں شاید ریگستان تک سرسوتی کے پانی کو کسی طریقے سے شاید نہر کی صورت میں لے جانے کی کاوش کا اشارہ ہے۔ کالی بھنگ کے پاس مرو بھومی کے قریب سرسوتی کی سوکھی دھارا کو دیکھ کر مجھے اس اشارہ کا احساس ہوا۔ اسی لیے مَیں نے اس ناٹک میں وَین کو ایک ہی شخص کے رُوپ میں پیش کیا ہے۔

تجربہ کار قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ناٹک میں کَوش پرِتھو کی ادھوری شُخصیت کا مطلوبہ حصہ ہے۔ ایک ہی شخص کے دو جُز تو باہم دیگر کی گونج بن کر رہ جاتے ہیں۔

سرسوتی پار کے ڈاکو

رگ وید میں ڈاکوؤں اور تاجروں، دونوں کو آریہ مخالف کہا گیا ہے۔ یہ لوگ گائے چرانے والے اور یگیہ سمار کرنے والے کہے گئے ہیں۔ ان ڈاکوؤں اور ان اَسوروں، راکھشسوں میں جن کے شہروں کا اِندر نے خاتمہ کیا کوئی تعلق تھا یا نہیں، یہ بات رِگ وید میں واضح نہیں ہے۔ شریمد بھاگوت میں برابر کہا گیا ہے کہ سرسوتی کِنارے پر آشرموں میں رہنے والے مُنی، ڈاکوؤں سے ڈرتے رہتے تھے۔ جب وَین جیسا سنگ دل حاکم برہما ورت میں جلوہ گر ہوا تب یہ ڈاکو لوگ خاتمے کے ڈر سے خوف زدہ چوہوں کی صورت میں چُھپ گئے لیکن جب وَین مر گیا اور کوئی مزاحمت کرنے اور دباؤ ڈالنے والا نہ

رہا تو معاً ان ڈاکوؤں کا اثر پھیل گیا اور رشیوں نے سب اطراف سے دھاوا کرنے والے ڈاکوؤں کی وجہ سے پیدا شدہ دھول دیکھی۔

یہ کون سے پُوریا نگر تھے جن کا آریوں اور اُن کے نیتا اِندر نے خاتمہ کیا ——— ؟ اِس سوال پر بے شمار عالموں نے غور کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے ہڑپا تہذیب سے مغلوب شہریوں کو ہی آریوں کا دشمن مانا ہے۔ سرسوتی کی وادی میں کالی بھنگ اور لگ بھگ اٹھارہ دیگر مقاموں میں اس قدیم تہذیب کے آثار کے ظہور کے بعد یہ معین ہوگیا ہے کہ آریوں کے آنے سے پہلے سندھ، راوی اور سرسوتی کے کناروں پر ایک شہری تہذیب لہلہا رہی تھی جسے شاید آریوں نے نیست و نابود کیا۔ بچے کھچے لوگ بھی مایوس ہو کر ڈاکو بننے کے لیے تیار ہو گئے۔ بالآخر آریوں کی تہذیب میں اُس شہری تہذیب کے کئی جوہر اور رُوپ شامل ہو گئے۔

شنکر آچاریہ، اَترے، گرگ وغیرہ

مہابھارت کے مطابق شنکر آچاریہ نے سیاسیات کو ایک ہزار شلوکوں میں بیان کیا۔ اس بیان کے بعد اُسی راج دھرم شاسن (ملکی طرزِ عمل) کے باب میں پرتھو کے سب سے پہلے راجا بنائے جانے کی تفصیل ہے۔ اُس تفصیل کا ظاہری حِصّہ وہ ہے جہاں رشی مُنی پرتھو سے سیاست، قانون و سزا اور راجا کے کاموں کے بارے میں کچھ عہد و پیمان کرتے ہیں۔

میں نے اُس عہد و پیمان کو بہت کچھ مہابھارت ہی کے الفاظ میں ناٹک میں شامل کیا ہے اور انھیں ایک طرح کے قانون قاعدوں کا سروپ دیا ہے۔ جب یہ عہد و پیمان پرتھو نے کیے تبھی وہ راجا ہوئے اور رشیوں نے متحد اور یک زبان ہو کر انھیں آشیرواد دیا۔ رموزدان شنکر آچاریہ اس تحریک کے پیشوا تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ فوراً ہی پرتھو نے انھیں اپنا پروہت بنایا اور ساتھ ہی گرگ اور باقی ماندہ مُنیوں کو دوسرے مختلف منصب عطا کیے۔

شنکر آچاریہ کے علاوہ پرتھو کی داستان میں اَترے مُنی کا ذکر شریمد بھاگوت میں خاص طور سے کیا گیا ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ جب اِندر نے پرتھو کے اشومیدھ یگیوں میں رکاوٹ ڈالی تب اَترے نے ہی پرتھو کو اندر کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ اَترے ترغیب دینے والے اور آگاہ کرنے والے کے رُوپ میں اُن داستانوں میں ظاہر کیے گئے ہیں اور اسی لیے میں نے ان میں جدید

فصیح لیڈروں سے کچھ مشابہت پائی۔ شکر آچاریہ اُن کو لازمی ڈپلومیٹ اور دُور اندیش جان پڑے۔
میں نے بھرگو ونش اور اَترے ونش کی باہمی رقابت کا موضوع بنایا اور اسے وششٹھ اور وِشوامتر کی واضح چپقلش کے مطابق لکھا ہے۔ آشرموں کے مابین اس قسم کی رقابت تخیئلی ہوتے ہوئے بھی جائز معلوم ہوتی ہے۔ مُنیوں کے مابین اس طرح کا اختلاف اپنی طاقت اور اثر کو عوام میں قائم رکھنے کے لیے کبھی کبھی ظاہر ہوتا رہا ہو، اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں!
ڈرامہ میں جس طرح باندھ کے کام میں رخنہ ڈالنے کا خود غرضانہ خفیہ منصوبہ بنتے دکھایا گیا ہے وہ ایک حقیقی واقعہ پر مبنی ہے۔ میری دانست میں کچھ سال پہلے باڑھ کو روکنے کے لیے ایک باندھ کی مرمّت میں ایک مقامی لیڈر کے متعصبانہ مشورہ پر اِسی لیے ڈھیل ڈالی گئی کہ اگر زیادہ مزدور بھیجے جاتے تو اُن مقامی نیتا کی پارٹی کے مزدوروں کی اُجرت میں کمی ہو جاتی۔

سُوت اور ماگدھ

سوت اور ماگدھ نے پرتھو کے ظاہر ہوتے ہی اس کی تعریف کے گُن گانے شروع کیے اور اُن سے خوش ہو کر پرتھو نے انھیں اَنوپ پردیش سونپ دیا۔ یہ باب مہا بھارت میں آتا ہے۔ البتہ شریمد بھاگوت میں اس کا خاصا دل چسپ رُوپ ہے۔ جب ان دونوں نے پرتھو کی قصیدہ خوانی شروع کی تو پرتھو نے انھیں ٹوکا۔
میں نے سُوت اور ماگدھ کا موازنہ آج کل کے پرچارک اور اشتہار بازی کرنے والوں سے کیا ہے۔ یوں تو پُرانی کتابوں میں حمد و توصیف اور قصیدوں کی بہت بھرمار ہے البتہ کسی شخص نے اس طرح کے قصیدہ خوانوں کو یہ کہہ کر روکا ہو کہ بنا موقع محل کے چاپلوسی کرنا غلط ہے، ایسا بیان مجھے کوئی زیادہ واضح نہیں دکھائی دیا۔
ارچی —— ارچنا! پرتھو کی بیوی کیسے اور کہاں سے آئی؟ اس بارے میں مہا بھارت اور پُورانوں کی کہانیوں میں مجھے کوئی آگاہی نہ مل سکی۔ شریمد بھاگوت میں اتنا ہی کہا گیا ہے کہ جس وقت داہنی ران سے پرتھو نمودار ہوئے اسی وقت سب خُوبیوں اور خُوب صُورتیوں سے مزیّن ان کی رانی بھی پیدا ہو گئی۔ میں نے ارچی کو ایک آشرم کنیا اور گرگ مُنی کی گود لی ہوئی بیٹی کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس طرح کی آشرم کنیاؤں کے تذکرے تو قدیم بیانوں میں کثرت سے ملتے ہیں جن میں شکنتلا کا ذکر سب سے نمایاں ہے!

اُروی ۔ دھرتی ۔ پرتھوی

پرتھو کی کہانی غیر معمولی چیز ہے ۔ دھرتی کا پرتھو کو آگاہی دینا ۔ دھرتی گائے کا رُوپ دھار کر پرتھو سے پناہ لینے کے لیے بھاگی اور بے بس ہو کر اُس کے سامنے حاضر ہوئی اور تب اُس نے اُسے بتایا کہ وہ اپنا دھن ، نشو و نما اور بیج باہر نہیں لا رہی ہے ۔ یہ علامتی کہانی نرالی ہے ۔ پہلے تو میں نے اس جزُ کو خواب کے انداز میں ظاہر کرنے کی کوشش کی ۔ البتہ جب مہا بھارت اور پُوران خود ہی کہتے ہیں کہ پرتھو نے دھرتی کو ہموار کیا اور کھیتی باڑی کا مناسب منصوبہ بنایا اور مختلف طریقوں سے پرتھوی کی پیداواری صلاحیت سے فایدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا تو مجھے یوں لگا کہ خواب ناک منظر کی نسبت کسی کردار کے خاص رُوپ میں نمایاں کرنا بہت مناسب ہوگا !

اُروی لفظ کا مطلب بھی دھرتی ہی ہے ۔ یہ کردار پُرخلوص ، آزاد خیال اور علامتی عمل اور تخیئل کے مابین گھُومتا ہے ۔ اُروی دھرتی کی آتما ہے ۔ اُروی انسانیت کے لیے چیلنج ہے ۔ اُروی عوامی زندگی کی اندرُونی آواز ہے ۔ اِس لیے اُروی کے ہی ذریعے سے میں نے لوک گیتوں کی تان پکڑنے کی سعی کی ہے (سونے کی تھالی اور دمکتی ہوئی کٹوریوں کے پرتو پر ایک میتھلی گیت کی چھاپ ہے) اور بھوچنڈی یا دیوی کی مجنونانہ روش اور دھرتی کے دوہنے کا نقشہ پیش کیا ہے ۔

پرتھو ——— پرتھو کے خاندان کے بارے میں مَیں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ ہمالیہ سے بیاس اور ستلج کی وادیوں کے درمیان ترگرت اور کلُوت (جسے آج کل کانگڑہ اور کلّو کہتے ہیں) کے کسی آریہ خاندان سے آیا تھا اور وَین کے بعد حکمران کی تلاش کرنے والے مُنیوں نے اُس میں حکمرانی کے گُن دیکھ کر اُسے وَین کا بھوجا پتر مشتہر کیا ۔ ڈاکٹر واسدیو شرن اگروال نے اپنی کتابوں " بھارت ساوتری " اور " بھارت کا بُنیادی اتحاد " میں ترگرت کا ذکر کیا ہے ۔ اُن کے مطابق کانگڑہ ۔ کلّو کا علاقہ پُورانی جغرافیہ کا پہاڑی صوبہ تھا ۔ یہاں کے آباد علاقوں میں ترگرت اور راوی ، بیاس اور ستلج ان تینوں دریائی وادیوں کا ملحقہ علاقہ نمایاں تھا ۔ اُنھوں نے کلُوت کے دیو پرستھ ونش کا بھی بیان کیا ہے ۔ اس کے قریب ہی کِنّوروں کی بستی تھی جن میں کئی طور کے تیوہاروں اور تقریبوں اور میلوں کی روایت تھی ۔

پُورانوں میں پرتھو کی ایک واضح تصویر ، حق پرست ، عظیم فاتح ، برہمن بھگت ، پناہ گزینوں پر مہربان اور ملک الموت کے اوتار کے انسانی رُوپ میں ظاہر ہوتی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ

اہم اور مخصوص ہے پیدا وار بڑھانے والا- زمین ہموار کر کے اس کی توقیر کا تحفظ کرنے والا-
زراعت اور آب پاشی اور ارضیات کا ممتاز رہبر پرتھو- مہابھارت، پُوران اور شت پتھ برہمن
وغیرہ کے طور پر پرتھو کا واضح اور نمایاں بیان ہے اور مجھے اسی پرتھو نے متاثر کیا-
لیکن ڈرامہ میں پرتھو کچھ اور بھی ہے- وہ جُداگانہ تذبذب اور تناؤ کا مرکز ہے- ہمالیہ کا
پُتر جو فطرت کی بے پناہ وُسعتوں میں کھو جانا چاہتا ہے- آریہ نوجوان جو حوصلہ مندی اور بہادری
کا منبع ہے- نِشاد، کِنّر اور دوسرے آریائی فرقوں کا ہمدرد جو ایک اعلیٰ پاکیزہ تہذیب کا خواب دیکھتا
ہے- افلاس کا دشمن اور تخلیق کا منصوبہ کار جسے چکرورتی اور اوتار بننے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے...
مَیں اور اشارہ نہیں دوں گا کہ وہ کون ہے!

سُوتر دھار اور نٹی

'کونارک' میں "ورِندورنک" کو مَیں نے کہانی کے مضمون کی پُوری تصویر دینے والے اور
جزوں کے مابین کڑی کے وسیلے کے رُوپ میں پیش کیا تھا- "پہلا راجا" کے 'سوتر دھار' اور 'نٹی'
میں یونانی کورس، اسامی انکیا ناٹ کے سُوتر دھار اور سنگی' اور پوران- مہابھارت کے ویشمبھ پاین
اور سوت اور شونک ـــــــ سبھی کا تھوڑا بہت امتزاج ہے- اُن کے مکالموں میں کسی طرح کی واضح
صورت یا دائمی فلسفہ تلاش کرنا بے سُود ہو گا- آئینہ میں مختلف ٹکڑوں کی صورت میں بکھرے گئے
مکالمے جہاں تہاں کرداروں کے آخری نمود کی تصویر بھر دیتے ہیں- اُن کی موافقت اتنی بے جان اور
نازیبا نہیں ہے جتنی کہ باہمی رابطہ اور ابلاغ ـــــــ!

جگدیش چندر ماتھر

کردار

سُوتردھار
گرگ
اَترے
شکر آچاریہ
سُوت
ماگدھ
پَرتھو
کوَش

پہلا مُکھیا
دُوسرا مُکھیا
تیسرا مُکھیا
دوسرے دیہاتی

نٹی
سنیتھا
داسی
ارچنا
اُروی

پہلا ایکٹ

(روشنی سُوتر دھار پر مرکوز ہے اور سُوتر دھار تماشہ بینوں کو متوجّہ کر رہا ہے!)

سُوتر دھار : چاند اور ستاروں کو چھُونے کے لیے بے قرار، تمہارے تیز رفتار گھوڑوں کے کھُروں کو جہاں سے اپنی یاتراؤں کے لیے بے حد شکتی مِلتی ہے، اس سرزمین سے نا آشنا نادان عالمو، آؤ! میرے ساتھ سجدہ ریز ہو جاؤ!

سرُور و نشاط، درد و کرب، رنگینیوں اور ماتم کی جن لامحدود ترنگوں اور مہین پھواروں پر تمہاری فکر کی قوسِ قزح مسکراتی ہے۔ انہیں اُچھالنے والے ہاتھوں سے نا آشنا نادان شاعرو، آؤ! میرے ساتھ، دست بستہ ہو جاؤ!

ایک لمحہ میں یُگوں کو عیاں اور وسیع خلا میں تمہاری بے حرف اور بے صدا جستجو کی بجلی، جن گھنگھور گھٹاؤں سے فضائے بسیط کی طرف دَوڑتی ہے ان گھٹاؤں کی جنم بھومی سے نا آشنا نادان دیدار کرنے والو، آؤ میری آواز سے آواز ملاؤ!

آؤ، ذہن، فکر اور خیال کے خود پیدا ہوئے بیٹو، آؤ ہم سب مِل کر دُعا کریں!

(نٹی کا داخلہ)

نٹی : بھلا ڈرامہ شروع کرتے وقت آج کل کوئی دُعا کرتا ہے؟

سوتر دھار : مانا کہ تم جدید یہ ہو —— ماڈرن ہو، لیکن یاد رکھو.....

نٹی : ... کہ تم ممتاز سوتر دھار، کنزرویٹو ڈائریکٹر کا جامہ پہنے اسٹیج پر اُترے ہو! مگر میری معنوی اولاد۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز کی طرح، تمہاری تنہا صدا میں پر ارتھنا پر کون کان دھرے گا؟

سُوتر دھار : نٹی، اسی لیے تو میری صدا ہے، میری پُکار ہے، عالموں، شاعروں اور ناظرین کے لیے کہ
وہ آئیں اور میرے ساتھ سجدہ ریز، دست بستہ، یک زبان ہوکر.....
نٹی : خوب! تم سمجھتے ہو کہ آج کل کا سائنٹسٹ پوئیٹ اور فلاسفر تمہارے ساتھ پرماتما کی وندنا
کرے گا —— پرماتما جس کی ہستی اب مخول کی چیز بھی نہیں رہ گئی ہے ؟ خوب!
سُوتر دھار : میں پرماتما کی توصیف نہیں کر رہا تھا!
نٹی : تو پھر وہ طاقت کا مجسّمہ .....
سُوتر دھار : ... جس کے جھٹکے سے سپُوتنِک اور اپالو چاند پر اُتر رہے ہیں!
نٹی : وہ سمندر .....
سُوتر دھار : جس کی خوشی میں شاعر کا تخیّل اُمنڈتا ہے ....
نٹی : اضطرار کی وہ گھٹائیں ....
سُوتر دھار : جن کی اُٹھان میں ہی آگاہی کی بجلی تڑپتی ہے۔ کہاں ہے اُن کا مسکن ؟ کہاں ہے اُن کا
عرُوج، اُن کا مرکز ؟ کہاں ہے .....
نٹی : کہاں ہے اُن کا مسکن ؟ کہاں ہے اُن کا مرکز ؟
سُوتر دھار : اس سوال کا اُمڈتی ندی پر بار بار جوابوں کے پُل بنے ..... اور بار بار ٹوٹے!
نٹی : پھر سوال کی رَو جاری ہے!
سُوتر دھار : اور جواب جھٹک رہا ہے .... جیسے آج سے لگ بھگ چار ہزار برس پہلے ہوا تھا!
نٹی : کہاں ؟
سُوتر دھار : برہما کا دیش میں!
نٹی : برہما کا دیش ؟
سُوتر دھار : جمنا کے مغرب میں سرسوتی اور درِش دُوتی ندیوں کا پردیش!
نٹی : سرسوتی اور درِش دُوتی، جن کی اب یاد ہی باقی رہ گئی ہے!
سُوتر دھار : لیکن تب ؟ تب، بہت کچھ ہوا برہما کے دیش میں ..... بہت کچھ ..... ظلم، انقلاب،
قتل اور .....

(گمبھیر سازینہ)

(سُوتر دھار اور نٹی سے ہٹ کر روشنی سٹیج کے درمیانی حصّے پر پھیل جاتی ہے اور یوں

دکھائی دیتا ہے کہ برہما کے دیش میں سِتھانیشور کے قریب ایک ٹیلہ اسٹیج کے عقبی حصے میں۔ سیڑھیاں اور اُن کے اُوپر ایک چبوترا۔ اس پر انسانی جسم کی لمبائی کے برابر ایک صندوق پر کافوری کپڑوں سے ڈھکی ہوئی ایک نعش۔ سنیتھا دائیں جانب سے آتی ہے اور سیڑھیاں چڑھ کر صندوق کے بائیں کھڑی ہو جاتی ہے۔ روشنی اس کے پیچھے ہوتی ہوتی اُس پر ٹِک جاتی ہے۔ گمبھیر اور سنجیدہ وضع، رحم طلب نظریں۔ اس کے پیچھے پیچھے داسی جس کے ہاتھ میں چراغ ہے)

سنیتھا : چراغ اِدھر رکھ دو!

(داسی صندوق پر ایک طرف چراغ رکھ دیتی ہے)

سنیتھا : چہرے سے کپڑا ہٹا دو!

(داسی نعش کے چہرے سے کپڑا ہٹاتی ہے۔ وَین کا چہرا نظر آتا ہے۔ گہری غشی کے کرب میں، سنیتھا کے منہ میں سے جیسے کوئی حرف، سانس کے ساتھ آتا ہوا بول اُٹھا ہو)

سنیتھا : آج اماوس ہے ؟

داسی : دیوی !

سنیتھا : اٹھائیس دن اور رات ! ..... پھر بھی کتنی دیدہ زیب لگتی ہے یہ لاش !

داسی : حیرانی ہے ! .... چمتکار ہے آپ کے لیپنے میں !

سنیتھا : (ہاتھ اوپر اُٹھا کر۔ لہجہ بدل کر۔ جیسے کسی اور عالم سے بول رہی ہے) او عالمِ مرگ کے دیوتاؤ آؤ میرے فرزندِ ارجمند وَین کی رُوح واپس کرو! مَیں نے اُس کے جسم پر یہ کرشمہ انگیز لیپن کر کے اُسے واپس آنے والے پران کے قابل بنا دیا ہے ..... آؤ! لوٹ آؤ وَین کی آتما! (نرم لہجہ میں) لوٹ آؤ میرے بیٹے !

داسی : روز آپ یہی کہتی ہیں، دیوی ! روز ... ! لیکن کوئی نئی بات نہیں ہو پاتی !

سنیتھا : آج اچھی طرح دیکھو ! ... کہیں کوئی دھڑکن ہے، کوئی حرکت ؟

داسی : (لاش پر ہاتھ پھیرتی ہوئی) کہیں بھی تو نہیں ! ... لیکن دیوی ! ... پہلے بھی میں نے آپ سے کہا تھا ... کُشا کی یہ رسّی گردن میں سے نکال دیں !

سنیتھا : تم سمجھتی ہو کہ لوٹنے والی آتما رسّی کے اس پھندے کو لانگ نہیں سکیں گی ! ... تمہاری غلطی ہے ! لیکن لاؤ ... آج اِسے نکال ہی دو !

(داسی گردن میں سے کُنٹھا کی رسّی نکال لیتی ہے !)

داسی : مُنیوں نے کُنٹھا کی اس رسّی میں خونیں منتر پھونکے تھے، دیوی !

(رسّی سنیتھا کو دیتی ہے !)

سنیتھا : (رسّی کو لٹکاتی ہے۔ روشنی میں پھندے کی نمایاں چمک) خونیں منتر ! ... نہیں ! خُونی تو مُنیوں کے وہ ہاتھ تھے جنھوں نے اندھیری رات میں سوتے ہوئے نرسنگھ کی گردن کو اس رسّی سے دبا کر اس کا خاتمہ کیا ! ... (رُک کر) لو، داسی ! پہاڑی کی تلہٹی میں جاکر گڑھا کھود کر اسے بو دو !

داسی : بو دوں ؟ (لیتی ہے)

سنیتھا : ہاں ! اگر سچ ہی اس کُنٹھا میں منتروں کا شاپ ہے تو برہما کے دیش کی اس دھرتی پر عذابوں کا جنگل پھیلے گا !

داسی : ابھی بھی پھیل رہا ہے ! ڈاکوؤں نے آشرموں اور یگیہ شالاؤں پر دھاوا بولا ہے ! کوئی بچانے والا نہیں ہے !

سنیتھا : (جیسے نامعلوم نیند کے عالم سے) خبردار، شُکر آچاریہ ! ابھی تو بہت کچھ بھگتنا ہے تمہیں اور تمہیں۔ گرگ، اَترے اور تمہارے بہت سے سازشیوں کو ! ... (داسی سے) کھڑی کیوں ہو ؟ .... جاؤ !

داسی : دیر لگے گی ! آپ ....

سنیتھا : میں یہیں رہوں گی ! ... اور سُنو ! ... یہ چراغ لے جاؤ ! ... (زور سے) لے جاؤ !

(داسی کا دھیرے سے انخلاء)

اندھیرے گھونسلے میں روحوں کے پنچھی واپس بھیجو ! عالمِ مرگ کے دیوتاؤ !

(اندھیرا ! روشنی نٹی اور سُوتر دھار پر مرکوز)

نٹی : رُوح کی واپسی کے لیے موت سے بِنتی ؟ یہ کیسی انوکھی بات !

سُوتر دھار : کوئی حیرانی نہیں، نٹی ! موت ایک کاریگر ہے جس کے ہاتھوں میں زندگی کی کان سے نکلے کُھردرے پتھر بھی چمک دار ہیرے بن جاتے ہیں !

نٹی : غلط بات ! کاری گری اجل کی نہیں، کاری گری ہے ان لوگوں کی زبان کی جو شردھانجلیوں اور تعریف و توصیف کی پالش سے مرے ہوؤں کی مٹّی کو بھی سونا بنا دیتے ہیں !

سُوتر دھار : نہیں، نٹی ! زبان کاری گر کی چھینی نہیں ! زبان تو سب سے گہری چوٹ پہنچانے والا ہتھیار

نٹی : تمہارا مطلب ہے کہ مُنیوں کی زبان —— اُن کی بد دعائیں اور منتروں —— سے ہی وین کی موت ہوئی، اُس رسّی سے اُس کا گلا نہیں گھونٹا گیا؟

شوتر دھار : یہ میں کب کہتا ہوں؟ لیکن یاد رکھو، جیسے آج کل ویسے ہی تب، بد دُعا اور منتر یعنی تقریروں اور نعروں کی اوٹ میں ہی تلوار اور پھندوں کے کارنامے ہوتے تھے!

نٹی : لیکن کبھی کبھی یہ ہتھیار کُند بھی ہوتے ہوں گے! مُنیوں کا گرجنے والا مہاساگر، کنارے کی ریت پر چھوڑ گیا۔ محض چند لکیریں جنہیں ہَوا کی ہلکی ہتھیلی ہی مٹانے لگی!

(روشنی سٹیج پر ختم۔ اندھیرے کی اوٹ میں ایک جانب سے گرگ اور دوسری جانب سے اَترے کا اندر آنا)

گرگ : کون، شکر آچاریہ؟

اترے : مَیں اَترے ہوں گرگ!

گرگ : یہیں تو ملنا تھا! نلہٹی کے پاس! شکر آچاریہ ملے؟

اَترے : نہیں!

گرگ : کچھ کام بنا؟

اترے : نہیں! مشرق اور جنوب کے گنجان علاقوں میں گاؤں گاؤں کی خاک چھان آیا! .... اَن گِنت مُکھیوں سے مِلا .... لیکن کوئی کان نہیں دھرتا! .... حیرت ہے کہ ظالم کی لاش پُوجا کا پھُول بن گئی ہے!

گرگ : یہی بات! مغرب کے دیہاتیوں نے مجھ سے کہہ دی —— آپ ہی لوگوں نے وین کا قتل کیا ہے۔ آپ ہی اپنے آشرموں اور یگیوں کی حفاظت کا بھی اِنتظام کیجیے!

اَترے : قتل؟ لوگوں کے دباؤ سے جو خود ہی چُور چُور ہو چکا تھا اُسے بلند آوازوں کی ہَوا سے اُڑا دینا قتل ہے کیا؟

گرگ : سچ ہی آپ کے وہ نعرے دِگ دِگانت کی غُصیلی ہنکار تھے!

(اَترے نعرے بلند کرنے کی حالت میں)

"کمینے دُراچاری ....."

اَترے : "نرک کا ادھیکاری!" .... میں نعرہ لگاتا اور بھیڑ گرج کر جواب دیتی! .... "او وین کمینے آدمی"!

گرگ : گناہ تیرے ہیں، اجل !

اَترے : جیسے ہی گھی کی قربانی اور بھینٹ پاتے ہی یگیہ کی جوالا بھڑک اُٹھتی ہے ! میں پُوچھتا ——— اعمالِ ہون میں جاتی کی رُوح ہے ——— دیوتاؤں کی مہربانی ہمارا امرت ہے ! آریہ لوگوں کے خُون کی صحت ہماری خُوبی ہے ! جو اُس روح کا قاتل ہے، اُس امرت کو زائل کرتا ہے۔ اس حد اور خُوبی کو تباہ کرتا ہے۔ کیا ایسا بے شرم پاپی زندہ رہے گا ؟ .... کبھی نہیں ! کبھی نہیں ! کبھی نہیں ! سارا آسمان گونج اُٹھا !

(لمحہ بھر خاموش رہتا ہے !)

گرگ : اور اب ؟ .... کِتنا سنسان ہے !

اَترے : ہماری آواز کے اشارے پر سمندر میں جوار نہیں آتا !

گرگ : مانو، جنتا کے من میں ہی سناٹا چھا گیا ہو !

اَترے : ایک بار پہلے بھی ایسا ہُوا تھا ! لیکن تب ہم تینوں ہی کے من میں سناٹا چھا گیا تھا !

گرگ : کب ؟

اَترے : یاد کیجیے !

گرگ : (سوچتے ہوئے) بیس برس پُرانی بات کیوں لے بیٹھے، اَترے ؟

اَترے : اِسی کمینے وَین نے اُس وقت سب کے سامنے اپنے باپ کو بے عزّت کیا تھا ! بے آبرُو کیا تھا !... اور ہم تینوں کے مُنھ سے آواز تک نہیں نکلی ! ... وہ راتوں رات برہما ورت چھوڑ کر ہمالیہ میں جنگلوں کی جانب کیوں غائب ہو گئے ؟ لیکن ہم تینوں نے چُپ سادھ لی !

گرگ : ہم کیسے اُس جھگڑے میں پڑتے ؟ باپ بیٹے میں تنا تنی تو ہوئی اُس حقیر نیچ عورت کی وجہ سے ... !

اَترے : وہ جسے وَین نے پہلے اپنایا، پھر دودھ کی مکّھی کی طرح بعد میں پھینک دِیا اور خودکشی کرنے پر مجبُور کر دیا !

(شُکر آچاریہ کا ظہور)

شُکر آچاریہ : لیکن اُس نے خودکشی کی ہی نہیں، اَترے !

گرگ : شُکر آچاریہ ! آپ آ گئے ؟

شُکر آچاریہ : آ تو پہلے ہی گیا تھا لیکن کچھ دیر آپ دونوں کی بات سُنتا رہا ! ...

اَترے : چھُپ کر سُننا بھرگ ونشیوں کی پُرانی عادت ہے !

شکر آچاریہ : مانتا ہوں کہ ہم بھرگ ونشی ہوشیاری کا سہارا لیتے ہیں اور آپ لوگ آواز کا !
گرگ : اُس نے خودکشی نہیں کی تو گئی کہاں ؟
شکر آچاریہ : ہمالیہ میں ترگرت کے اُسی جنگل میں جہاں انگ گئے تھے ! انگ ہی نے اُسے پناہ دی، اُسے اور اس کے بطن میں وین کی اولاد کو !
گرگ : وین کی دوغلی اولاد ! .... آریہ کل کے خون کا امتزاج ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟ شکر آچاریہ !
اَترے : کوئی ثبوت ؟
شکر آچاریہ : مَیں نے ہی اُسے راتوں رات بھیجا تھا تاکہ وین کی کمینی اولاد برہماورت سے دُور ہی رہے ! ... لیکن آج سُنا !
گرگ : کیا ؟
شکر آچاریہ : کہ ہمالیہ میں ترگرت سے ایک بہادر جنگ جُو برہماورت میں آیا ہے !
گرگ : نِشاد ؟
شکر آچاریہ : نہیں گورے رنگ کا آریہ، لیکن اُس کے ساتھ کالے رنگ کا ایک نشاد ہے !
اَترے : کس نے کہا آپ سے ؟
شکر آچاریہ : سُوت اور ماگدھ نے !
گرگ : سُوت ماگدھ اور یہاں ؟ سرسوتی کے کنارے پر ہمارے پیچھے آشرم کی دیکھ بھال چھوڑ کر یہاں آ گئے ہیں ؟
اَترے : مَیں پہلے ہی جانتا تھا ! سُوت ماگدھ سے ثناء اور حمد کروائی، توصیف و تعریف کروائی ! لیکن بھلا آشرم کی حفاظت میں اُن کا من لگتا ؟
شکر آچاریہ : سُنیے ! وہ آئے ہیں کیوں کہ .... ہمارے آشرم پر سرسوتی کے پار کے بے رحم ڈاکوؤں کا زبردست حملہ ہوا ہے !
گرگ : آشرم پر حملہ !
شکر آچاریہ : خطرناک حملہ !
اَترے : تب ہم لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں ؟ ہمیں فوراً لَوٹ جانا چاہیے۔ فوراً .... !
گرگ : ہاں ! لَوٹ جاییے شکر آچاریہ ! مجھے ارچنا کی فکر ہے !
اَترے : گرگ، اپسرا کی لڑکی کو اپنی بیٹی کی طرح رکھ کر آپ نے آشرم کی حفاظت بھی مُشکل کر دی ہے !

گرگ : مَیں تو خود ہی چاہتا ہوں کہ اس کا بیاہ جلدی کسی آریہ جوان سے ہو جائے! ...... لیکن
ڈاکوؤں کا یہ حملہ! ...
شنکر آچاریہ : فکر نہ کریں! .... سُوت ماگدھ کہتے تھے کہ آشرم سے بھاگ کر ارچنا بھی اِدھر ہی آئی ہے!
.... مَیں نے انھیں اُسی کی کھوج میں بھیجا ہے!
اَترے : کیسے بھیانک بھنور میں پڑ گئے ہیں ہم لوگ : .... آشرم پر حملہ، اِدھر اتیا چاری وَین کی لاش
اور پھر عوام کی بے توجہی!
شنکر آچاریہ : کبھی کبھی خطرناک بھنور کے پاس ہی بچانے والا کنارا ہوتا ہے آچاریہ! .... مجھے راستہ دکھائی
دے رہا ہے!
اَترے : کیا؟
(پس منظر میں کچھ ہل چل۔ دوڑتے پیروں میں پائل کی جھنکار)
گرگ : سُنیے! سُنیے! پائل کی آواز! .... کیا .... کیا .... ارچنا یہاں آگئی؟
شنکر آچاریہ : کون ہے؟
(بھاگتی اور ہانپتی ہوتی داسی آتی ہے اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے سُوت اور ماگدھ)
گرگ : ارے یہ عورت تو .....
سُوت : روکیے، روکیے اس جادوگرنی کو!
ماگدھ : (تیزی سے دوسری طرف داسی کا راستہ روکتا ہے) منتروں کے جال میں ہمیں پھانسنے کی تیاری کر رہی
تھی یہ ناری!
(تیسری طرف مڑنے کی کوشش کرتی ہے مگر گرگ اور اَترے راستہ روک لیتے ہیں)
سُوت : آچاریہ! اُس کے ہاتھ سے وہ رسّی لے لیجیے!
داسی : نہیں! نہیں! رسّی نہیں دوں گی!
شنکر آچاریہ : ہٹ مت کرو، ناری! ہم لوگ پانچ ہیں! تُم اکیلی!
(داسی بے بس ہو کر چاروں طرف دیکھتی ہے۔ شنکر آچاریہ آگے بڑھ کر رسّی چھین لیتے ہیں!)
داسی : یہ زبردستی ہے!
شنکر آچاریہ : (رسّی کو دیکھتے ہوئے) وہی، وہی رسّی! سُوت ماگدھ، کہاں ملی تمھیں یہ عورت؟
ماگدھ : تلہٹی کے نیچے گڑھا کھود کر اسے بھر رہی تھی!

شوت : اور خوف ناک منتروں کا وِرد کر رہی تھی۔
شکر آچاریہ : کیوں ؟
داسی : ایک دن آپ کے خوف ناک منتروں سے یہ رسّی "نوازی" ہوئی تھی، مُنی ور !
اَترے : تو یہی ہے سینیتھا کا بدلہ !
داسی : آپ جو سمجھیں !
گرگ : اس رسّی کی جگہ اگر دیوی سینیتھا اپنے بیٹے کی استھیوں کو گاڑنے کا حکم دیتیں تو سب کا بھلا ہوتا !
داسی : آپ کے منھ سے لفظ "دیوی"، کچھ عجب سا لگتا ہے آچاریہ !
شکر آچاریہ : باتونی داسی ! اپنی مالکن کو یہ خبر دو، ہم لوگ اُن سے ملنے کی آرزو رکھتے ہیں۔
داسی : (کچھ حیرانی سے) سواگت ہے، خوش آمدید ! انسانی قربانی کی آگ میں "ایندھن" ڈالنے والوں کا !
اَترے : بدتمیز عورت !
شکر آچاریہ : (اَترے کو ٹوکتے ہوئے) کس راہ سے چلنا ہوگا تمہاری مالکن سے ملنے ؟
داسی : آپ لوگ تو اماوس کے اندھیرے میں پہلے بھی راستہ ناپ چکے ہیں، مُنی ور !
شکر آچاریہ : آج ہمارا راستہ دوسرا ہی ہے، داسی ! سینیتھا سے کہو کہ ہم ان سے جھگڑنے نہیں آئے ہیں نویدن کرنے آئے ہیں ! ... اس رات ہی بات چیت کا موقعہ دیں تو بہتر ہوگا ! ... جاؤ ... اور سُنو ! ... اُن سے کہو کہ کُش کی یہ رسّی اب شاپ نہیں، لیش کا مظہر ہوگا ... !

(داسی جاتی ہے، تھوڑی دیر تک خاموشی !)

اَترے : یہ سب کیا ہے، شکر آچاریہ ! ہم سینیتھا سے نویدن کرنے تو نہیں آئے ہیں ! .... ہم تو کسی بہانے سے اس بد اخلاق عورت سے گنہگار وین کی لاش لینے آئے ہیں !
شکر آچاریہ : ضرور ! ... لیکن اُس سے پہلے سُوت اور ماگدھ کی خبر تو سُن لیجیے !
گرگ : ارچنا کا کیا ہوا سُوت ؟
سُوت : سب لوگ تتر بتر ہو گئے ! کماری ارچنا کو اس طرف ہی آتے دیکھا تھا !
ماگدھ : ڈاکو تھے یا جنگل کی آگ ! دیکھتے ہی دیکھتے ہمارا آشرم کسی تپتی ہوئی بے رحم ہتھیلی میں سسکنے لگا !

سوت : بے شمار پیروں سے اُڑی دھول کا گھٹاٹوپ پھیل گیا اور اُس میں یگیہ شالہ کی دھوم، فضا
میں مُمُشک کی رُوح کی طرح سرایت ہوگئی!
اَترے: کرشمہ ہے کہ تم لوگ زندہ کیسے بچ گئے!
سُوت : اسی بہادر کا حوصلہ تھا، آچاریہ!
ماگدھ : وہ اور اُس کا ساتھی بجلی کی طرح آسمان کے کسی کونے سے اُترے!
سُوت: اُن کے گھوڑے اِندر کا قہر! آگ کی لپٹ تھے! اُن کے تیر پانی کی اُمڈتی بیم ناک لہریں!
.... ڈاکو وہیں کے وہیں ٹھنڈے ہو کر گرنے لگے اور کچھ بھاگ نکلے۔ ہماری سانسیں واپس
آئیں!
شنکر آچاریہ: ہم نے اُسے روکنے کے لیے نہیں کہا!
سُوت : کہا! .... وہ بولا کہ اُسے فوراً ستھانیشور پہنچنا ہے اور ....
اَترے : اور ....!
ماگدھ : اور سنیتھا سے ملنا ہے!
گرگ : کتنا معلوم ہے اُسے؟
ماگدھ : یہی کہ وَین مر گئے ہیں!
اَترے: اور کچھ؟
سُوت: شاید اور کچھ بھی! کہا تھا کہ اُسے حکم ہے ستھانیشور پہنچنے میں دیر نہ لگائیں!
گرگ : کِس کا حکم؟
سُوت: یہ نہیں بتایا! جلدی میں تھا! ہم نے سوچا ہم لوگ چھوٹے راستے سے آکر آپ کو اُن کے
پہنچنے سے پہلے ہی خبر دے دیں!
شنکر آچاریہ: مانتے ہیں گرگ کہ ڈوبتی ناؤ کے لیے وہ مانجھی دیوتا کی عنایت کی طرح اُتر آیا ہے؟
گرگ : دونوں میں کون ہے ہمارا مانجھی؟
شنکر آچاریہ: کیا یہ بھی سوچنے کی بات ہے؟
سُوت : آچاریہ! سفید رنگت کا وہ بہادر آریہ ہر طرح ہمارا نیا حاکم ہونے کے اہل ہے!
ماگدھ: اُس کے چہرے سے حاکم کا جلال ٹپکتا ہے!
اَترے: نیا حاکم! نیا مالک!... سُنا آپ نے، گرگ؟ .... اور میری اُن تقریروں کی یاد کیا ہوگی

جو میں نے وین کے قتل کے وقت کی تھیں ؟ ——— کہ حاکم کا رُتبہ بے کار ہے۔ سب انسان برابر ہیں - دھرم ہی اعلیٰ اور برتر ہے ! اور ہم رشی مُنی ہی مذہب کی راہ کے راہ رَو ہیں ۔ کیا ہوں گے وہ عجب کلمات ؟

گرگ : آبادی کے لوگ کہتے ہیں کہ جن ہاتھوں نے وین کا قتل کیا، کیا وہی نئے حاکم کی تعظیم نہیں کر سکتے ؟

اَترے : تعظیم ؟ .... ہمیں تعظیم سے کیا مطلب ؟ ... ہم تو انقلابی ہیں ! ہم نیتا ہیں ! کمہار نہیں !

شُکر آچاریہ : ہاں ! ہم نیتا ہیں ! اس لیے ہمیں پھر آواز اُٹھانی ہوگی ! ... اور آچاریہ اَترے ! آپ کے لفظوں میں طوفان کی تیزی ہے اور اِندر دھنش کا ٹھہراؤ بھی !

سُوت : ہم آپ کی آواز بنیں گے، آچاریہ اَترے ! ہم، سوت اور ماگدھ ! ہم نئے حاکم کے گُن گائیں گے، اُس کی توقیر کو چار دانگ عالم میں مشتہر کریں گے !

ماگدھ : ہمیں لفظ دیجیے آچاریہ ! ہم انھیں پرندے بنا کر سارے آکاش میں اُڑا دیں گے !

اَترے : لفظوں کے پرندے ! ... ہنس کی پانت یا چیل کی اُڑان ؟

شُکر آچاریہ : اس وقت ... ہنس کی پانت !

اَترے : کیا وَین کی توصیف کے لیے ہم نے کچھ کم اُجلے ہنس اڑائے تھے ؟ (دعائیہ انداز اور لہجہ) "اے مالکِ عالم ! اے سب کچھ جاننے والے ! اے مالکِ کل انگ پتر وَین ! آپ ہی دھرم کی حفاظت کر سکتے ہیں - آپ ہی کے سائے میں مایوس ہو کر ہم لوگ پرمیشور کا دھیان اور بھجن کر سکتے ہیں" .... اور یاد ہے اُس نے کیا جواب دیا تھا ؟ اس نے کہا تھا ——— "نادان ! کس پرمیشور کی بات کرتے ہو ؟ مَیں ہی تمہارا سوامی ہوں ! تمہارا پرمیشور ہوں ! سب دیوتا میرے بدن میں رہتے ہیں ! اسی لیے اپنے سبھی کرموں کے ذریعے صرف میری ہی پُوجا کرو ! سب یگیہ کو چھوڑ کر مجھے ہی بھینٹ کے طور پر پیش کرو !"

گرگ : کیا کوئی ایسی ترکیب نہیں جس سے ہم شروع سے ہی حاکم کو خود سر ہونے کا موقعہ ہی نہ دیں؟

شُکر آچاریہ : مَیں نے ایک ترکیب سوچی ہے !

گرگ : ترکیب ؟ .... سُنیں !

شُکر آچاریہ : ہم نئے حاکم کو باندھیں گے !

اسی کُشا کی رسّی سے جس میں وین کی گردن پھنسی تھی ؟
اَترے : اِسی کُشا کی رسّی سے جس میں وین کی گردن پھنسی تھی ؟
شکر آچاریہ: کُشا کی رسّی بھی آئے گی ! لیکن اس لیے نہیں ! .... بندھن ہوگا قاعدے اور قانون کا !
گرگ : قاعدہ قانون کون دے گا ؟
شکر آچاریہ: ہم دیں گے قاعدہ قانون ! ہم برہم اَوتار کے مُنی اور برہمن ! ہم جو جنتا کے نیتا ہیں، ہم جو اپنی تپسیا اور ریاضت کی بدولت حاکم کا خیر مقدم کر سکتے ہیں ۔ حاکم کو ہماری شرطیں ماننی ہوں گی !
گرگ : شرطیں ؟ .... تب تو یہ ایک سودا ہے ۔
شکر آچاریہ: ہاں ! سودا ! میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ راجا کی طاقت کی بنیاد ایک سودا ہونی چاہیئے پرمیشور کی دین نہیں ....!
اَترے : راجا ! .... کیا نیا نام دینے سے حاکم کے من میں ایشور بننے کی خواہش نہیں اٹھے گی ؟
شکر آچاریہ: نہیں ! .... راجا یعنی محبت کا سرچشمہ ! ہم جسے راجا مشتہر کریں گے وہ ہماری محبت کا سرچشمہ اور دھرم کا محافظ ہوگا ۔ اس لیے نہیں کہ اُس میں ایشور کی شکتی یا دیوتاؤں کے نُور کا سروپ ہے بلکہ اس لیے کہ اُس کے احکام کی بُنیاد ہمارے دیے ہوئے قاعدے قانون ہماری باندھی ہوئی شرطیں ہوں گی !
اَترے : اور اس بندھن کے بدلے اسے کیا ملے گا، شکر آچاریہ ؟
شکر آچاریہ: ہم رِشی مُنیوں کے منتروں کی شکتی، ہماری آشیرواد، ہماری صلاح !
سُوت : آپ کے آشیرواد ہی اس کے حوصلہ کا پہناوا ہوں گے !
ماگدھ : اُس کی مردانگی کا زیور !
سُوت : اُس کی شہرت اور کردار کا تاج !
اَترے : کیا اتنا ہی کافی ہے ؟
شکر آچاریہ: اس لیے کہ ہمارے قاعدے قانون کی بُنیاد ہی اُس کی اولاد، اس کے بعد کی نسلوں کا بھی سنگھاسن ہوگا !
گرگ : اولاد ! .... راجا کی اولاد ! .... آپ کچھ بھول رہے ہیں، شکر آچاریہ !
شکر آچاریہ: نہیں ... گرگ ... ! سُوت ماگدھ، جاؤ اور ارچنا کو کھوج کر یہاں لے آؤ !
گرگ : میں خود ہی جاتا ہوں ارچنا کی تلاش میں !

(باہر آہٹ)

سوت : ٹھہریے، آچاریہ ! ... کوئی آرہا ہے !

(سوت، ماگدھ عقب میں جاکر دیکھتے ہیں ——— !)

ماگدھ : وہی ہے ! .... ہمارا محافظ .... !

سوت : ہمارا رُستگار ! .... اکیلا ! (دونوں پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں)

(پرتھو کا آنا)

شکر آچاریہ : عمر دراز، خوش آمدید !

پرتھو : اتنی رات گئے کون ہمارا انتظار کر رہا ہے ؟

شکر آچاریہ : وہ جن کی یگیہ ویدیوں کو سرسوتی کے کنارے پر آپ کے حوصلے نے ٹھنڈا ہونے سے بچایا !... میرا نام شکر آچاریہ ہے، رُستگار !

اَترے : اور میرا اَترے ! .... پھول کی مہک کی طرح آپ کے آنے سے پہلے ہی آپ کی شہرت نے ہمیں معطر کر دیا تھا !

گرگ : گرگ کا آشیرواد قبول کریں، رُستگار !

شکر آچاریہ : ہم چاروں ہی نہیں، سارا برہم ورت آپ کا منتظر ہے !

پرتھو : آپ لوگوں کے سامنے سرِ تسلیم خم ہے ! لیکن برہم ورت میں مجھے کوئی نہیں جانتا ! پہلی بار ہمالیہ سے اِدھر آنا ہُوا !

سوت : (ماگدھ کے ساتھ آگے بڑھ کر) ہم دونوں کے لیے تو آپ پہلے ہی متعارف ہیں، بہادری کے مجسّمے !

پرتھو : (پہچانتا ہوا) آپ .... آپ دونوں ؟ (کچھ رُک کر) سرسوتی کے کنارے سے یہاں تک کوئی خفیہ راستہ ہے کیا ؟

گرگ : ڈاکوؤں کے حملوں سے جنہیں ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا ہے انھیں یا تو خفیہ راستوں کی پہچان رکھنی ہوتی ہے یا پھر آپ جیسے نڈر ناخدا کا تحفظ حاصل کرنا ہوتا ہے !

پرتھو : تحفظ ! وہ تو بہت معمولی سی خدمت تھی اور ہمارا فرض تھا ! .... مگر ڈاکوؤں کے دُوسرے گروہوں سے ہشیار رہنا ہوگا آپ لوگوں کو ! .... لوٹتے وقت مَیں آشرموں کے آس پاس کے علاقے میں ایک چکر لگاؤں گا ....

شکر آچاریہ : آپ کو اب لوٹنا نہیں ہے .... !

پرتھو : جی ؟ .... (ہلکی ہنسی) اگر تو آپ میری طرح ہمالیہ کی گود میں دلآویز جاذب وادی کے باسی
ہوتے تو کیا ایسا کہتے ؟
اَترے : کائنات میں دیوتاؤں کے مسکن کے آریہ کُل کے خلف الرشید ہیں آپ ؟

پرتھو : جی !
گرگ : بڑے معزز آریہ کُل ہیں وہ !
پرتھو : معزز ؟ .... آچاریہ توقیر نسل کی نہیں، اس دلآویز ملک کی ہے جہاں یک سوتی کی ہوائیں
برفیلی چوٹیوں کا سنگیت اُمڈتا ہے !
اَترے : ہمالیہ کا سنگیت لوری ہے ! آپ کیا برہم ورت کے چیلنج بھرے جنگ جُو کو ان سُنی کریں گے ؟
پرتھو : میں کبھی چیلنج سے نہیں بھاگتا، آچاریہ ؟ .... ہمالیہ مجھے سپنے نہیں شکتی دیتا ہے !
گرگ : تو پھر ؟
پرتھو : راج ماتا سنیتھا کو اُن کی امانت سونپ کر پھر سرسوتی کے کنارے پر آپ کے آشرموں اور آتش
کدوں کی حفاظت کے لیے جتنے دن ضرورت ہوگی ٹھہروں گا !

اَترے : امانت ؟ کس کی ؟
پرتھو : اپنے گرُو کی !
اَترے : کون تھے آپ کے گرُو ؟
پرتھو : ترگرت کے جنگل کے کنارے جہاں وِپاس ندی تنگ گھاٹیوں کی گہرائیوں سے باھر نکل کر
اٹھکھیلیاں کرتی ہے وہیں میرے معظم گرو انگ کا مسکن تھا !

سونی اور
سُوت ماگدھ } (شکر آچاریہ کے سوا سبھی ایک ساتھ اور حیرانی سے) انگ !

گرگ : انگ ! ... آپ کے گرُو !!
پرتھو : آپ لوگ چونک کیوں گئے ؟
شکر آچاریہ : ہم لوگ چونکے نہیں، پرتھو ! لیکن ایک بات آپ شاید نہیں جانتے ہیں کہ انگ وین سے
پہلے برہم ورت کے حاکم تھے !
پرتھو : جانتا ہوں ! بہت پُرانی بات ہے !
شکر آچاریہ : اور یہ کہ ایک رات وہ چُپ چاپ بنا کسی کو بتائے چلے گئے ؟

پرتھو: ایسا سُنا تھا!

شکرآچاریہ: یہ بھی سُنا ہوگا کہ انگ نے ایک نِشاد حاملہ جوان عورت کو پناہ دی تھی!

پرتھو: کیا وہ سب دُہرانا ضروری ہے؟

شکرآچاریہ: اس لیے کہ آپ سینتھا کے سامنے اس کا ذکر کریں گے! .... اور .... اور ہمیں یہ کبھی منظور نہیں ہوگا!

پرتھو: کیا؟

شکرآچاریہ: کہ سینتھا اُس نِشاد عورت کی اولاد کو وَین کی اولاد مانے!

پرتھو: نِشاد کی اولاد! .... میرا ساتھی، میرا گُرو بھائی، کَوش!

گرگ: اُس کا نام کَوش ہے؟

پرتھو: جی! .... باہر گھوڑوں کے پاس کھڑا ہے! بلاؤں؟

شکرآچاریہ: ذرا ٹھہریے!

پرتھو: آپ اُسے ملیں تبھی سمجھیں گے، وہ کیا ہے! .... اُسی کی غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے مَیں نے آشرم میں دو گھوڑوں سے ایک سینا (فوج) کا کام لیا!

اَترے: ذہانت؟ .... نِشاد کی اولاد میں ذہانت!

پرتھو: گرو انگ کہا کرتے تھے کہ کَوش کی کالی چمڑی کے نیچے ایک اُجلی نہر بہتی ہے!

گرگ: اُجلی نہر .... یا .... یا .... ذاتوں کا مجموعہ!

اَترے: کیا آپ کو اس میں کوئی بُرائی نظر نہیں آتی کہ برہماورت پر مشترکہ ذاتوں والا شخص راج کرے؟

پرتھو: آپ کو حاکم چاہیے! .... وہ مل رہا ہے!

شکرآچاریہ: شاید آپ نہیں جانتے کہ دراصل آپ کو یہاں بھیجنے میں انگ کے من میں کیا آرزو تھی؟

پرتھو: آپ کا مطلب؟

شکرآچاریہ: پرتھو! آپ یہاں ذمہ داری سنبھالنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ دوسروں کو ذمہ داری سونپنے کے لیے نہیں!

پرتھو: ایسا کوئی اشارہ میرے گُرو نے نہیں دیا!

شکرآچاریہ: اس لیے کہ وہ آپ سے آخری زُنّاربندی، راز میں رکھنا چاہتے تھے!

پرتھو: مجھے سوچنا ہوگا!
اَترے: رُستنگار پرتھو! آپ نے ابھی کہا تھا کہ آپ چیلنج سے مُنھ نہیں پھیرتے!... ہماری گزارش
بھی آپ کے لیے ایک چیلنج ہے!

پرتھو: گزارش؟
شنکر آچاریہ: ہاں!.... (اعلان کرنے کے لہجہ میں)، ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ ہمارے حکمران
بنیں! (خاموشی)،.... آپ چُپ ہیں؟
اَترے: (بلند لہجہ میں) برہماورت پر آج ڈاکو اور لٹیرے چھا رہے ہیں! سرسوتی ندی کے اُس پار
لٹیروں کے جن شہروں کو آریہ سپاہیوں نے کبھی ملیامیٹ کر دیا تھا، وہیں سے غلام لوگ سر
اُٹھانے لگے ہیں۔ ہمارے یگیہ اور آگ کی قربانی کو آلودہ کیا جا رہا ہے! دیومنتروں کی آوازیں
جن کے حلقوم سے نکلتی تھیں انھیں دبوچا جا رہا ہے!... کیا آپ کا ہمالیہ چھوئے بنا بھی
رہ سکتا ہے؟
پرتھو: (سوچتے ہوئے) وعدے اور چیلنج میں سے کسے چاہوں؟
شنکر آچاریہ: یہ تو آپ نے اس وقت ہی طے کر لیا تھا جب سرسوتی کنارے پر ڈاکوؤں کے درمیان کُود
پڑے تھے!
پرتھو: میرے ساتھ کوش بھی اُن لہروں سے اُلجھ پڑا تھا!.... آچاریہ، مجھے منظور ہے لیکن کوش میرے
ساتھ رہے گا!
شنکر آچاریہ: ہماری بھی کچھ شرطیں ہیں!
پرتھو: کیا؟
شنکر آچاریہ: مناسب موقعے پر آپ جان جائیں گے! آپ تلہٹی میں تھوڑی دیر انتظار کریں... یہ
دونوں سُوت اور ماگدھ، جب آپ کے پاس پہنچیں تو آپ اور کوش اُن کے ساتھ آجائیں!

پرتھو: کہاں؟
شنکر آچاریہ: سامنے والی جس پہاڑی پر سنیتھا، وین کی لاش کو رکھے ہوئے ہے، اُس کے پیچھے ایک جھرنا
ہے! وہاں!.... چُپ چاپ پہنچنا ہوگا!
پرتھو: اور آپ لوگ؟
شنکر آچاریہ: ہم لوگ چلتے ہیں سنیتھا سے ملنے!

پرتھو : مجھے بھی تو راج ماتا سینتھا سے ملنا ہے !
شکر آچاریہ: ضرور ! آپ کی ملاقات کا انتظام کر لینے کے بعد ہی ہم آپ کے پاس اطلاع بھیج دیں گے !

[پرتھو کو چھوڑ کر سب کا دوسری جانب انخلاء ! پرتھو — فکر مند۔
اس طرف بڑھتا ہے، جدھر مُنی لوگ گئے ہیں کہ دوسری سمت سے کوش
کی آمد ! سانولا سا بدن، آدم جاتی کا سا چہرہ ۔لیکن بدصورت تو نہیں
البتہ چہرے پر آب و تاب !]

کوش : کچھ پتا چلا ؟
پرتھو : (چونک کر) کون ؟ کوش ! .... ہاں ! پتا چلا ! ... وہ تینوں مُنی مل گئے جن کے آشرم سے
ہم نے ڈاکوؤں کو نکال دیا تھا ! وہ لوگ ہی راج ماتا سینتھا سے ہماری ملاقات کروائیں گے !
کوش : تم جانتے ہو کہ مجھے ملنے کی جلدی نہیں ہے، اگر گرودیو کا آخری حکم نہ ہوتا تو ....
پرتھو : (جیسے کچھ یاد آیا ہو) گرودیو !
کوش : کیوں نہ لوٹ چلیں ؟ ہم دونوں ساتھ ہی رہ کر بہت کچھ کر سکتے ہیں !
پرتھو : میں تمہارے ساتھ رہوں یا تم میرے ساتھ رہو — کیا ایک ہی بات ہے ؟
کوش : عجیب سوال ہے تمہارا !
پرتھو : شاید ہم لوگ ساتھ رہ سکیں ! ....
کوش : سچ ! تو پھر میں تمہارے ساتھ واپس چل سکوں گا ؟
پرتھو : نہیں ! .... شاید میں ہی یہاں رہوں ؟ ....
کوش : تب تو اس کا کہنا ٹھیک تھا ! .... اُروی نے کہا تھا کہ پرتھو مجھ سے دُور بھاگنا چاہتے ہیں !
پرتھو : چھوڑو اُس فکر کو ! .... چلو ! تمہیں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا ہے !
کوش : مجھ سے پوچھو تو برہماورت میں لوگ باتیں زیادہ کرتے ہیں کام کم ... ترگرت میں ہم لوگ پانی
اور آواز کو جمع کر کے رکھتے تھے جس سے نہ تو دھرتی سوکھے اور نہ ہی من تر سے ! .... یاد
ہیں وہ لفظ ؟
پرتھو : اُروی نے اور کچھ کہا تھا ؟
کوش : مجھے یوں لگتا ہے کہ وہ یہاں آ پہنچی ہے !

پرتھو : حیرانی ہے!
کوش : جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے کچھ دُور پیڑ کے پیچھے سے ایک عورت کا سایہ مجھے دکھائی دیا!...
میں نے پکارا لیکن وہ غائب ہو گئی!
پرتھو : (بیتی باتوں کی یادیں کھوتا ہوا) کیا تمہیں بھی دھوکہ لگتا ہے کہ وہ سامنے کھڑی ہے اور فوراً انجانے میں غائب ہو گئی؟
کوش : نہیں! میں نے جو دیکھا، ٹھیک تھا!
پرتھو : (اُسی دُھن میں) اور من بھٹکنے لگتا ہے ــــــ جس درخت کے بسیرے میں سے پرندہ اُڑا تھا لوٹنے پر اُسے کٹا ہوا پاکر بھٹکنے لگا!
کوش : (پرتھو کی باہیہ کو چھوتا ہوا، نرم لہجہ میں) پرتھو!
پرتھو : (کوش کی جانب بے بس ہو کر مُڑ کر) تم میرے ساتھ رہو گے نا؟ .... چاہے جو ہو؟ .... چاہے میں .... میں، تم سے دھوکا بھی کروں؟
کوش : یہ دوسرا بے ڈھنگا سوال تمہارے منہ سے آج نکلا ہے! .... پرتھو! آؤ ہم لوگ لوٹ چلیں!
پرتھو : نہیں! لوٹنے کی راہیں بند ہیں! .... ہمیں بہت کچھ کرنا ہے! ... چلو! تمہیں بتاتا ہوں!
(بائیں سمت انخلا! روشنی نٹی اور سوتر دھار پر)

نٹی : ایک پہیلی پُوچھوں؟
سُوتر دھار : ایک نہیں، دو پُوچھو!
نٹی : بنا روشنی کون سا عکس پڑتا ہے؟
سوتر دھار : تذبذب ہی وہ عکس ہے جو خواہشوں کے آنگن میں بنا کسی روشنی کے پڑتا ہے!
نٹی : بنا پلک مُوندے کون سی نیند آتی ہے؟
سوتر دھار : اپنے آپ کو دیا ہُوا فریب ہی وہ نیند ہے جس میں پلک جھپکتے نہیں۔
نٹی : دوش مت دو! سُوتر دھار، دوش مت دو! .... کبھی کبھی نادانی کی ڈھلانوں پر منصوبوں کی دھارا بہتے بہتے اُس تالاب میں پہنچ جاتی ہے جہاں اپنے آپ کو دیے ہوئے دھوکے ہی چکر کاٹتے ہیں!
سُوتر دھار : جیسے؟
نٹی : جیسے کوّوں کے نادان جوڑے نے گھونسلا بنایا اور انڈے دِیے! کیا معلوم کہ کسی بے خبر کوئل

کے انڈے اُس میں کب کے مل گئے ؟

سُوتر دھار : نادانی بھی ایک رُوپ ہے - نٹی ! نقلی چہروں کی دُنیا میں اصل ایک ہی ہے ... فریب ... دوسروں کو یا اپنے آپ کو !

(روشنی سٹیج کے اگلے حصّے سے ہٹ کر پچھلے حصّے کے سرے پر ٹک جاتی ہے جہاں سنیتھا، وین کی لاش کے پاس کھڑی ہے۔ پاس ہی داسی ہے۔ داہنی جانب تینوں مُنی !)

سنیتھا : مَیں جانتی تھی کہ آپ لوگوں کو لوٹنا ہوگا ! میں جانتی تھی !

اَترے : دیوی سنیتھا ! آپ کی اس حالت سے ہم دُکھی ہیں !

سنیتھا : مَیں آپ کے ترس کی بھکارن نہیں ہُوں !

گرگ : اتنی محنت کے بعد آپ نے کیا پایا ؟

سنیتھا : میں نے کیا پایا، یہ آپ کے سامنے عیاں ہے ! .... آپ کے منتروں نے جسے پارہ پارہ کر دیا، میرے تنتر نے اُسے جوڑ دیا ہے !

اَترے : ہمارے منتر جنتا کی آواز تھے !

سنیتھا : کھوکھلی ہے وہ آواز حاکم کی آواز کی طاقت کے بِنا ! .... ایک اندھا دھکا دے کر آپ لوگوں نے اُس تابندگی کو بکھیرا ! .... مَیں نے پھر سے چُن چُن کر اُسے اکٹھا کر دیا ! .... یہی تابندگی برہما ورت کو بچائے گی ! .... اسی ویدی کے انگارے، اسی اگنی ہوتری کا نورانی دُھواں !

شنکر آچاریہ : دیوی سنیتھا ! ہم آپ سے کنارہ کشی کرنے نہیں آئے ہیں، سمجھوتہ کرنے آئے ہیں ! .... وین کی لاش ہمیں دے دیجیے !

سنیتھا : اس لیے کہ آپ اس کے گوشت کو گِدھوں کے سامنے ڈال سکیں اور اس کی ہڈیوں کو آگ میں !

شنکر آچاریہ : نہیں ! .... بلکہ اس لیے کہ جو کچھ آپ اپنے تنتر اور لیپ کے چمتکار سے کر پائی ہیں اُسے ہم پُورا کر سکیں ! ....

سنیتھا : آپ لوگ پورا کریں گے شنکر آچاریہ ؟ آپ جو تباہ ہی کرنا جانتے ہیں، بنانا نہیں ؟

شنکر آچاریہ : میری بات سُنیں، سنیتھا ! آپ نے اپنے چمتکار سے وین کے جسم کی تقدیس تیار کر دی ہے ـــــــ وہی رُوپ، وہی صورت ! .... لیکن اُس کا نُور کہاں ہے ؟

سنیتھا : اسی بدن میں وہ نور چھپا ہوا ہے ! (دوسری سمت مُڑ کر جیسے کسی کو خطاب کرتی ہے) او ملکِ عدم کے

دیوتاؤ، پل پل میں اُس چھپے ہوئے نُور کو ظاہر کردو! ....

شنکر آچاریہ: دیوی، آپ کے ملکِ اجل کے دیوتا رُوح قبض کرنا جانتے ہیں، دینا نہیں!

سنیتھا: (مڑکر حوصلہ سے) آپ رُوح واپس لاسکیں گے؟

شنکر آچاریہ: نہیں!

سنیتھا: تب؟

شنکر آچاریہ: آپ نے ہی کہا ہے کہ وَین کی اس میت میں ہی اس کا نُور چھپا پڑا ہے! ہم اس نُور کو ظاہر کریں گے!

سنیتھا: کیسے؟

شنکر آچاریہ: اس کے بدن کا منتھن کرکے!

سنیتھا: منتھن؟

شنکر آچاریہ: ہاں! جیسے دیوتاؤں اور شیطانوں نے سمندر کو بلو دیا تھا، ویسے ہی ہم وَین کی میت کو بلوکر اس کے تاب ناک بدن کو آشکار کریں گے!

اَترے: وہی تاب ناک بدن جو ایک زندہ انسان کی اولاد میں ظاہر ہو جاتا ہے!

سنیتھا: اولاد!

شنکر آچاریہ: دیوی! ہم آپ کے کرشموں کو ضائع ہونے نہیں دینا چاہتے! ... ہم ان گنت یگیہ کرتے ہیں! ... بدن کا منتھن سب سے بڑا یگیہ ہوگا اور ہمیں بھروسہ ہے کہ وین کا شاہانہ جلال عیاں ہو سکے گا!

سنیتھا: سمندر کے منتھن سے امرت بھی نکلا تھا، زہر بھی، خُوب بھی، ناخوب بھی!

گرگ: ہو سکتا ہے۔ وَین کا تاریک باطن بھی ظاہر ہو جائے!

اَترے: ہم اُس کے شاہانہ جلال ہی کو نمایاں کریں گے!

شنکر آچاریہ: اجازت دے دیوی، ہم لوگ نیچے دریا کے پانی میں پاک ہوکر اس مذہبی رسم کو پُورا کریں!

(تینوں مُنی لاش کی دوسری جانب ایک ایک کرکے کھڑے ہوتے ہیں۔ سُوت اور ماگدھ ایک پردہ لیے ہوئے آتے ہیں)

شنکر آچاریہ: اور اگر سویرے تک ہمارا عمل کامیاب ہوا تو آپ اور برہماورت کی جنتا سُورج کے ساتھ

ہی یہیں وِبن کے تابندہ بدن کا احترام کے ساتھ خیر مقدم کریں گے !

(سوت اور ماگدھ پٹی (اشارۃ پردہ کے طور پر) کولاش اور سنیتھا کے آگے تان دیتے ہیں۔ دھیرے دھیرے روشنی کم ہوتی جاتی ہے ۔سینتھا زمین پر تعظیم اور آداب کے اظہار کے طور پر بیٹھ جاتی ہے ۔ تھوڑی دیر کے بعد داسی اُسے اٹھاتی ہے ۔اندھیرا ! ایک شاندار سازینہ جس میں بگیہ کی آوازیں بھی شامل ہوں۔ دھیرے دھیرے روشنی اُبھرتی ہے اور نٹی اور سُوتر دھار پر پڑتی ہے !)

نٹی : سُوکھی چٹانوں کے سمندر میں ٹھنڈے جھرنے کا جزیرہ ....

سُوتر دھار : گھنی، ہنگامہ خیز، پُر شور بستیوں کے ریگستان کے بعد یک سوئی کے سکون بھرے کنج ....

نٹی : بچپن کی نادان ہاتھا پائیوں کے بعد لمس کا میٹھا احساس .....

سُوتر دھار : روزمرّہ کی بے شمار باتوں کی لہر کے بیچ میں اچانک من پسند خاموشی کے پتھروں کا بے شمار شور ! ....

نٹی : کیا یہ جھلکیاں چھلاوے ہیں ؟

سُوتر دھار : نہیں، زندگی کی لڑی میں جو کچھ بھی پرویا وہ برابر کے دانے ہیں، نہ کوئی چھوٹا نہ کوئی بڑا !

(ارچنا کی آمد، اس کے پیچھے پیچھے اُروی)

ارچنا : اور تم ان کی تلاش میں یہاں تک چلی آئیں ؟

اُروی : کوئی غلطی کی ؟

ارچنا : غلطی کوئی کرتا نہیں، ہو جاتی ہے ! .... لیکن تمہارے مکھڑے سے کوئی بچنا کیوں چاہے گا ؟

اُروی : میرا مکھڑا ؟ (ہنسی) یہ کھُردری جلد جس پر دھول کی تہیں جمی ہیں !

ارچنا : کھُردری تو دھرتی بھی ہے ! .... اور دھرتی ہی کی طرح تمہارے چہرے سے بھی رس جھلکتا ہے !

اُروی : میں دھرتی کو ہتھیلی کی طرح جانتی ہوں .... کہاں اُس کا رس، کہاں اُس کے خزانے ! .... اسی لیے تو چاہتی ہوں کہ وہ دونوں دھرتی کو لوٹ چلیں !

ارچنا : اِسی لیے ! .... کیا صرف اسی لیے ؟

اُروی : تم ان باتوں کو نہیں سمجھوگی !

ارچنا : کیوں ؟

اُروی : کبھی محبت کی ہے ؟

ارچنا : سُنا ہے شادی کے بعد محبت خود ہی پھُوٹ پڑتی ہے۔

اُروی : اسی لیے شادی کے انتظار میں ہو؟ .... نادان!

(جیسے کوئی شے ملی ہے ــــــ گنگنانے لگتی ہے!)

ارچنا : (حیرت سے) گا رہی ہو!

اُروی : تمہاری نادانی کا گیت! سُنو .... (گاتی ہے)

سونے کی تھالی سجائے بیٹھی ہوں میں

پر کوئی آتا نہیں

آتا نہیں کھانے والا

سونے کی تھالی اور یہ دمکتی کٹوریاں

بھرا ہے ان میں لبالب رس کا ساگر

پر کوئی آتا نہیں، آتا نہیں

رس کا لالچی، چھُوتا نہیں! ....

وہ چھُوئن جو پل میں گگری کو چھلکا دے ــــــ

کب سے بیٹھی ہُوں سجائے سونے کی تھالی ــــــ

پر کوئی آتا نہیں ...

آتا نہیں!

اُرچنا : سُنو! میرے ساتھ رہوگی؟

اُروی : داسی بن کر یا سکھی؟

اُرچنا : سکھی!

اُروی : تمہارے ماں باپ مانیں گے؟

اُرچنا : جس کے ماں باپ نہیں ہیں اُس کی بات زیادہ ترمانی جاتی ہے!

اُروی : کسی نے تمہیں گود لیا ہے؟

اُرچنا : ہاں! اب تو مَیں ایک مُنی کی لڑکی ہُوں!

اُروی : تب تو تمہیں آشرم میں ہونا چاہیے! یہاں ستھانیشور میں کیا کر رہی ہو؟

اُرچنا : مجبُوراً آنا پڑا!

اُروی : سمجھی!

اَرچنا : بھلا سنوں تو، کہ تم کیا سمجھی؟

اُروی : یہی کہ یہاں ستھانیشور میں محبوب کو پانا ممکن ہو سکے گا!

اَرچنا : اپنی بات مجھ پر ڈال رہی ہو؟

اُروی : اپنی بات؟

اَرچنا : تم نے پوری بات بتائی نہیں! .... جن کی تلاش میں تُم اتنی دُور سے برہماورت میں آئی ہو کیا اُن دونوں سے تمہیں اُلفت ہے؟

اُروی : اِسے بھی تم غلطی مانتی ہو؟

اَرچنا : سمجھ میں نہیں آتا!

اُروی : اُلفت بھی ایک تلاش ہے! میرے من کا بادل دو تالوں کے شیشوں میں جھانکتا ہے!

اَرچنا : اور اسے معلوم ہی نہیں کہ کہاں برسے! .... یہ ایک ہی رہی! .... برہماورت میں تمہاری اُلجھن دُور ہو جائے گی .... سکھی!

اُروی : برہماورت میں تو اُلجھنیں بچھی پڑی ہیں! مرے ہوئے راجا کا جسم، ڈاکو اور لٹیروں کی آندھیاں .... اور طرح طرح کے داؤ پیچ؟ ....

اَرچنا : بہت کچھ جانتی ہو تم!

اُروی : برہماورت میں تفریحوں کا جال ہے! دو نادان کبوتر کہیں اس میں پھنس نہ جائیں!

اَرچنا : سمجھی! .... تو کبوتری اُنہیں رجھا کر لوٹانے آئی ہے .... کیا وہ یہیں ہیں؟

اُروی : شاید یہیں کہیں ہیں!

اَرچنا : تب تو تمہیں بھی کچھ دیر اس جال میں پھنسنا ہوگا! .... (کچھ ہنس کر) جال!

اُروی : اتنی ہی دیر جتنا ہم تینوں کے لوٹنے کے لیے ضروری ہے!

اَرچنا : بڑی بے تاب ہے میری سہیلی!

(اچانک اُروی کے چہرے پر تناؤ، جیسے کوئی ہیجان اُمڈ رہا ہو)

اُروی : وہ جو میں دیکھ پا رہی ہوں اگر تم دیکھ پاتی ہو تو ....

اَرچنا : یہ کیا! تمہاری آنکھوں میں یہ کیسا عکس ہے! .... یہ کیسی ٹکٹکی! ....

اُروی : (جیسے اُس کے لفظ کہیں دُور سے آ رہے ہوں) مَیں اُروی ہوں! .... میں دھرتی کی دھڑکن سُن

رہی ہُوں ۔ میں دُور اُفق کے کنارے اُٹھتی تیز اور کڑکتی دُھوپ کی لکیر دیکھ رہی ہُوں جس کی جوالا میں برہماورت کے کھیت کھلیان، ندی، نالے سُوکھ جائیں گے!

ارچنا: مجھے ڈر لگتا ہے تمہیں یوں دیکھ کر!

اُروی: (جیسے سُنا ہی نہیں) اور بے چاری دھرتی سکڑ جائے گی! دھرتی جس کی حالت مَیں جانتی ہُوں!

ارچنا: (اُروی کو چھُوتے ہوئے) ... تم ... تم کہاں ہو؟

اُروی: (چھُوتے ہی جیسے واپس آتی ہوئی) میں .... (بہت نرم لہجہ میں) بُرا تو نہ مانو گی؟

ارچنا: کیوں؟

اُروی: سُنو، میں تمہاری سہیلی نہیں بن پاؤں گی!

ارچنا: اُن دو مردوں کے درمیان، تمہاری اُلجھن دُور ہو جائے تب بھی نہیں؟

اُروی: وہ بات نہیں! ... میری سہیلی ایک ہی ہے ... دھرتی! ... دھرتی جو نشے کی طرح مجھ میں گھُل مِل جاتی ہے ... اور برہماورت میں دھرتی پر جو کچھ بیتنے والا ہے، اُسے میں جھیل نہیں پاؤں گی .... نہیں، .... نہیں ....

(داہنی جانب انخلاء)

ارچنا: ٹھہرو! ... اُروی ... اُروی!

(ہاتھ اُٹھا رہ جاتا ہے)

... کبھی گیت، کبھی ہیجان! ... تبھی تو اُسے سکھی بناؤں گی ۔ کچھ بھی ہو! .... کیسے بھی ہو!

(بائیں سمت سے سر سے پاؤں تک اپنا بدن چھپائے ہوتے ایک مرد کی آمد)

مرد: ارچنا! ... ارچی!

ارچنا: (چونک کر گھومتی ہوئی) کون! .... (خوف سے ملی جُلی حیرت اور اضطراب آمیز سانس)

مرد: ڈرو مت! (چہرے سے کپڑا ہٹاتا ہے)

ارچنا: پتاجی! (آگے بڑھتی ہوئی) آپ! ... مَیں کب سے تلاش کر رہی ہُوں!

گرگ: جانتا ہوں ..... آؤ میرے ساتھ!

ارچنا : کہاں ؟
گرگ : ابھی بتاتا ہوں ؟
ارچنا : لیکن ... لیکن ....
گرگ : (اَرچنا اُسی سمت لے جاتے ہوئے جدھر سے آیا تھا) چلو ! ....تمہاری ضرورت ہے !

(چلے جاتے ہیں ۔ روشنی سٹیج سے ہٹ کر سُوتر دھار اور نٹی پر ٹِک جاتی ہے !)

سُوتر دھار : مہادیوجی، پاروتی جی کو ساتھ لیے، افلاک میں گھُوم رہے تھے ۔ عورت ذات پاروتی موقعہ بے موقعہ سوال پوچھ کر بے چارے مہادیو کی ناک میں دم کر دیتی تھی !
نٹی : اگر مرد اُلجھنیں نہ پیدا کریں تو عورتیں سوال پُوچھیں ہی کیوں ؟
سُوتر دھار : نیچے جہانِ آدم میں کسی جگہ مذہب کا ذکر ہو رہا تھا ! پاروتی نے ترشول پکڑ کر مہادیو کو روکا اور بولی ـــــ ہے پشوپتی ناتھ، انسان تو حسّاس ذی رُوح ہے ! سوچ بچار کر سکتا ہے ۔ بُرا بھلا دیکھ کر ہر موقعے پر صحیح عمل پہچان سکتا ہے ! تب اُسے دھرم کی ضرورت کیوں ہے ؟
نٹی : دھرم ؟ کون سا دھرم ؟
سُوتر دھار : مہادیوجی نے جواب دیا ـــــ دیوی ! انسان حساس ہونے کے ساتھ ساتھ حیوان بھی ہے ۔ ایک طرف تو وہ سُوجھ بُوجھ والا ہے، زِیرک اور فکر کرنے والا ذی رُوح بھی ہے، دوسری طرف وہ جانور بھی ہے ۔ حاسد، بے حس، سرد مہر، تن آسانی سے چلنے والا !
نٹی : کبھی افلاک کی سرحدوں کو چھُونے والا غار میں فکر کرنے والا عالم، کبھی پتھروں کی اندھی اور تنگ گپھا میں زندگی بسر کرنے والا جانور !
سُوتر دھار : مہادیو نے سمجھایا ـــــ ہے گنیش جننی، جانور ہونے کی وجہ سے انسان کو کسی نہ کسی طرح کی بیرُونی نظم و ضبط کی ضرورت ہے ۔ ایسے بیرُونی اشارے جن کے سہارے وہ چلے یا رُکے ! ایسے پیمانے جن سے ناپ ناپ کر فیصلہ کر سکے، ایسی اقدار جنہیں وہ اٹل مان سکے ، ... ! یہی دھرم ہے !
نٹی : تو دھرم انسانی رُوپ والے جانور کے لیے ایک لگام ہے !
سُوتر دھار : لیکن اکثر وہ جانور اس لگام کو ہی چبا لیتا ہے !

[روشنی پیچھے ٹیلے پر ٹِک جاتی ہے جہاں چارپائی کے آگے، اُسے اوٹ میں رکھے پردے کو دونوں سمت سے سنبھالے سوت اور ماگدھ کھڑے ہیں جیسے کتھا کلی کے نایک کی نقل کرنے والا پردہ ہوتا ہے!

دھیرے دھیرے صبح کا احساس ہونے لگتا ہے اور روشنی سارے سٹیج پر پھیل جاتی ہے۔ سٹیج کی تین سطحیں دکھائی دیتی ہیں۔ اوپر والی سطح جہاں سوت اور ماگدھ پردہ پکڑے ہوتے ہیں، سب سے چھوٹی ہے۔ اس کے نیچے کچھ زیادہ نمایاں حصّہ میں دونوں جانب اضطراری عالم میں کھڑے ہیں:— شنکر آچاریہ، گرگ اور اَترے۔ نیچے ایک طرف سنیتھا، داسی اور دوسری عورتیں۔ آبادی کی دوسری سمت نمایاں!

پس منظر سے موسیقی کے سُر دھیرے دھیرے رُک جاتے ہیں۔ شنکر آچاریہ بولتے ہیں:]

شنکر آچاریہ: برہماورت کے رہنے والو، ہماری بات سُنو! دیوی سنیتھا! آپ بھی دھیان دیں.... وَین کی جس لاش کو —— دیوی سنیتھا نے اپنی کرشمہ زا لیپ سے اتنے دن محفوظ رکھا۔ آج ہم نے اپنی ریاضت اور تپسیا کے بل پر اس کا منتھن کیا!.... پہلے ہم نے وَین کی ٹانگ کو متھا۔

(پسِ منظر میں تال وادی سنگیت مدھم آواز میں شروع ہوتا ہے۔ کھنچا ہوا پردہ ہلتا ہے اور دھیرے دھیرے اُسے سُوت اور ماگدھ نیچا کرتے ہیں۔ پردے کے اُوپری حصّے کے پیچھے ظاہر ہوتا ہوا ایک سر اور مکھڑا دکھائی دیتا ہے۔ چہرہ بھیانک اور کالا ہے۔ ڈمرؤں کی آواز کچھ اُونچی ہو جاتی ہے۔ سُوت اور ماگدھ پردہ اٹھا لیتے ہیں)۔

(نیچے آبادی کے مُکھیا ایک ایک کر کے اور بعد میں ایک ساتھ بولتے ہیں)

پہلا مُکھیا: ہم ایک بھیانک چہرہ دیکھ رہے ہیں!

دُوسرا : اس کا رنگ جلے ہوئے کھمبے کے مانند ہے!

تیسرا : اس کی آنکھیں لال اور بے رحم سی ہیں!

سب مل کر: کون ہے یہ غیر معمولی آدمی؟

آترے : یہی وَین کا لاشہ ہے!

(چہرے پر، شک والے آدمی کی طنزیہ ہنسی ——!)

پہلا لکھیا: کیسی عجیب ہنسی ہے وَین کے اس لاشہ کی؟

دوسرا: جیسے ہم سب پر ہنستا ہے!

تیسرا: کیا وین کے من کا سارا میل اس لاشہ میں سما گیا ہے؟

(آگے بڑھتا ہوا پھر ہنستا ہے)

شنکر آچاریہ: (پھرتی سے اُس کا کاندھا پکڑ کر) بیٹھو، نشاد!.... تم گھنے جنگلوں اور پہاڑیوں میں گھوم پھرنے والے قبیلوں کے سردار بنو گے، وَین کے لاشے! ادھر بیٹھو!

آدمی: (اس کا ہاتھ زبردستی سے ہٹاتا ہوا) لاشہ!.... (قہقہہ) ہاہا! ہا! ہا!!

(تیزی کے ساتھ بیٹھتا ہے!

گرگ: نشاد! نشاد!

سنیتھا: مجھے یہی ڈر تھا کہ وَین کی سیاہی ہی نمایاں ہوگی!

شنکر آچاریہ: ٹھہرو، دیوی سنیتھا! ہم نے اُس کے بعد وَین کی داہنی ران کو متھا، اور....

(ڈمرؤں کی آواز! پردہ ہلتا ہے۔ سُوت اور ماگدھ اُسے نچھاور کرتے کرتے نیچے ڈالتے ہیں اور یوں ایک بہت ہی دلآویز ماسک پہنے! سر پر نقرئی ٹوپی اور بدن پر زیورات، تیر و کمان، کوَچ یعنی خود وغیرہ سے آراستہ کیے ہوئے ایک باوقار آدمی آگے بڑھتا ہے، ڈمرو وغیرہ خاموش ہو جاتے ہیں)

پہلا لکھیا: یہ تابناک آن بان!

دوسرا: یہ خوب صُورت بدن...!

تیسرا: یہ تنومند بانہیں.....!

سب مل کر: کون ہے یہ؟ دیوراج اندر کا سروپ؟

شنکر آچاریہ: یہی وین کے بھوجا پتر ہیں —— پرتھو!

سنیتھا: یہی، یہی، ہاں، یہی ہے! یہی وہ سُلگا ہوا سونا ہے جس کے لیے میں نے وَین کی بدن کی بھٹّی کو روشن کر رکھا تھا!

شنکر آچاریہ: رستگار، یہ لیجیے!

(پرتھو کو کُشا کی رسّی پکڑاتا ہے)

سینتھا : کُشا ؟ وُہی کُشا کی رسّی ....

شکر آچاریہ : ہاں ! وُہی کُشا کی رسّی ! لیکن دیوی بے قرار نہ ہو ! .... رُستگار، آپ کو اس سماج کے سامنے ہمیں وَچن دیتے ہیں !

پرتھو : میں تیار ہوں !

شکر آچاریہ : اور ہر ایک وعدے پر آپ کو کُشا کی اِس رسّی میں گانٹھ ڈالنی ہے !

پرتھو : پہلا وعدہ ؟

شکر آچاریہ : یہ کہ آپ اپنے قوّتِ بازو سے برہماورت کے آشرموں اور یگیہ شالاؤں کی حفاظت کریں گے !

پرتھو : ضرور کروں گا ! (گانٹھ ڈالتا ہے)

اَترے : دوسرا وعدہ —— کہ محبوب اور نامحبوب کا خیال چھوڑ کر، سب جانداروں کے لیے ایک سا خیال رکھیں گے !

پرتھو : اپنی استعداد کے مطابق ایک سا خیال رکھوں گا ! (گانٹھ ڈالتا ہے)

گرگ : دُنیا میں جو کوئی دھرم سے گمراہ ہوگا، اُسے زیر کر کے سزا دیں گے لیکن ....

پرتھو : سزا دوں گا ! لیکن ....

گرگ : لیکن دیو پاٹھی برہمن آپ کی سزا کے مستحق نہ ہوں گے !

(پرتھو رُک جاتا ہے)

شکر آچاریہ : رُکیے نہیں۔ رُستگار ! لگائیے تیسری گانٹھ !

(پرتھو بنا کچھ بولے گانٹھ ڈالتا ہے ——)

اَترے : چوتھا وعدہ —— ! ویدمیں سزا دینے اور برتاؤ کا جو ازلی دھرم دیا گیا ہے اُس کے مطابق ہی حکومت کروں گا ! من مانی نہیں کروں گا !

پرتھو : من مانی نہیں کروں گا ! (گانٹھ باندھتا ہے)

شکر آچاریہ : پانچواں وعدہ —— ! سماج کو آمیزش سے بچائیں گے۔ آریہ جاتی کے خُون میں ملاوٹ نہیں ہونے دیں گے !

(پرتھو رُک جاتے ہیں)

گرگ : آپ پھر رُک گئے !

پرتھو : خون کی ملاوٹ کو ..... روکنا ..... ! کیا یہ ممکن ہے ؟
اَترے : بہادروں کے بہادر، ہچکچائیے نہیں ! ڈاکوؤں کی تنبیہہ کو یاد کیجیے !
پرتھو : یاد ہے۔ (گانٹھ لگاتا ہے اور کُشا کو آگے بڑھاتا ہے) لیجیے !
شکر آچاریہ : (کُشا کی رسّی کو پرتھو کے ہاتھ سے لے کر) رُستگار ! لائیے اپنا ہاتھ ! (کُشا کو پرتھو کی کلائی میں باندھتا ہے !) ..... یہ کُشا ہی آئین ہے۔ اس کی گانٹھیں ہی راج دھرم ہے۔ بستی کے مالک رعایا ہیں اور اس رعایا کے محبوب آپ ہمارے راجا ہیں !
سارے مُکھیا اور منی : جے ہو ! ہمارے پہلے راجا ..... پرتھو کی جے !

(سُوت اور ماگدھ آگے بڑھتے ہیں اور اظہار احترام کرتے ہیں)

سُوت اور ماگدھ : (ایک ساتھ) ہے راجن ! ہے نرلیشور، ہے دھرتی کے مالک ! ہم آپ کی تعظیم کرتے ہیں !
سُوت : آپ مجرموں کو سزا دینے والے ہوں گے ! آپ دھرم مریادا کے مخالفوں کو تباہ کریں گے۔ آپ اکیلے ہی پرجا کے پالن ہار ہیں اور پیار کر سکیں گے اور اسی لیے اے دُشمن شکن، اے ثابت قدم ! اے رعایا پرور حاکم ! ہم آپ کا احترام کرتے ہیں۔
ماگدھ : جس طرح سورج دیوتا، آٹھ مہینے تک تپنے کے بعد پانی کھینچتے ہیں اور برسات کے موسم میں اسے انڈیل دیتے ہیں اسی طرح آپ رعایا سے محصول کے رُوپ میں دھن جمع کر کے اُسے پرجا کے فائدے میں ہی خرچ کریں گے ! اسی لیے اے قانون پالک حاکم ہم آپ کو آداب کرتے ہیں۔
سوت : جس طرح سے صبح کی آہٹ سُن کر اندھیرے کا بڑا سمندر سمٹ کر کافور ہو جاتا ہے ایسے ہی آپ کی ذہانت اور حکمت سے سارے دُکھ درد، ظلم اور بُرائیوں کی غم انگیز تاریکی غائب ہو جائے گی !
ماگدھ : جیسے اندھیروں کے قیدی درختوں میں پرندوں کی زنجیروں پر سُورج کی ضرب پڑتے ہی وہ کھنکھنا اٹھتی ہیں ویسے ہی سنیتھا اور برہماورت کے یگیوں کے دیے ہوئے سُر آپ کے لازوال آشرم میں آکاش کو نغماتی بناتے ہیں۔

(پرتھو جو بڑھتی ہوئی بے تابی سے یہ سب سُن رہا تھا اُن

دونوں کو روک دیتا ہے)

پرتھو : ٹھہریے ! ..... یہ آپ کس کا ذکر کر رہے ہیں ؟

سوت: مہاراج! ....

(حیران ہوکر دونوں بول نہیں پاتے)

(اپنا ماسک ہٹاتے ہوئے)

پرتھو: آپ کی خوشامد کے آئینے میں مجھے اپنا چہرہ تو نہیں دکھائی دیتا! کیا آپ میرے ماسک کی تعریف کر رہے تھے؟ .... اب دیکھیے!

ماگدھ: یہ جھوٹا چہرہ نہیں، آپ کے مستقبل کا آئینہ ہے، راجن! ہم آپ کے تابندہ چہرے پر آنے والے اُجالے اور قوّت کے آثار دیکھتے ہیں!

سوت: بند کیجیے یہ فصاحت اور بلاغت.... ابھی تو مَیں نے راجا ہوکر رتّی بھر کام نہیں کیا!

پرتھو: ابھی سے مدح سرائی کیسی! (سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) سُنیے مُنی لوگو! سُنیے ماتا سنیتھا، سُنیے برہماورت کے باشندو! —— آپ نے مجھے راجا بنانا تسلیم کیا! اس کے لیے مجھے تعریف نہیں آپ کا تعاون چاہیے۔ تقریر کی نُدرت نہیں، عمل کا حُسن چاہیے —— محنت کے بِنا، تعریف مجھے اتنی ہی بدزیب لگتی ہے جتنی بِنا بُرائی کے غیبت!

(اچانک باہر سے نِشاد کا ماسک سامنے گرتا ہے)

گرگ: نِشاد!

سنیتھا: جھنگا پتر۔ (کَوش کی آمد۔ گمبھیر اور محو)

کَوش: ہاں، مَیں جھنگا پتر! آپ لوگوں کو خبردار کرنے لوٹا ہُوں!

پرتھو: کَوش؟ .... ٹھیک آئیے! تمہاری ضرورت ہے!

کَوش: پرتھو!

اترے: راجا کہو، نشاد!

پرتھو: کیا بات ہے، کَوش؟

کَوش: ڈاکوؤں کے جتھے نے دوسری جانب چڑھائی کی ہے!

پرتھو: آشرم پر؟

کَوش: نہیں! انھوں نے کچھ دکھن کی جانب سرسوتی پار کی ہے اور اب وہ گاؤں کی طرف بڑھ رہے ہیں!

مُکھیا نمبر ایک: گاؤں کی سمت؟

مُکھیا نمبر دو: ڈاکو گاؤں کی طرف بڑھ رہے ہیں .... بھاگو!

مُکھیا نمبر تین : بھاگو ۔ بھاگو !
سوت : کہیں وہ ادھر آ گئے تو ؟
ماگدھ : ہم کِدھر بھاگیں گے ؟
مُکھیا نمبر ایک : ہمارے کُنبے !
مُکھیا نمبر دو : ہمارے گائے بیل !
اترے : سب سے پہلے آشرموں کی حفاظت ہو !
گرگ : اگر ہمارا راستہ ہی بند ہو گیا ؟
شُکر آچاریہ : راجن ! کوئی حل سوچیے ! (کھلبلی)
پرتھو : خاموش ! خاموش ! آپ نے مجھے راجا بنایا ہے تو میرا حکم بھی سُنیے ! .... سوت اور ماگدھ، آپ کوئی خفیہ راستہ جانتے ہیں ؟
سوت : ہاں !
پرتھو : ان مُکھیا لوگوں کو اُدھر سے ہی لے جائیے !
ماگدھ : کہاں لے جائیں ؟
پرتھو : مشرقی سرحد پر انوپ پردیش میں ..... آپ دونوں کو وہاں کا نگران بنایا جاتا ہے !
سوت اور ماگدھ : جے ہو !
مُکھیا : ہمارے کھیت اور کھلیان !
پرتھو : میں اُن کی حفاظت کروں گا ! ہر گاؤں کے دس دس نوجوان میرے ساتھ رہیں گے ! آپ لوگ انوپ پردیش کو مرکز بنائیے ! جائیے اور وہاں اپنی قوتِ بازو کا ظہور دکھائیے !
سوت : قوتِ بازو کا ظہور !
ماگدھ : قوّتِ بازو کا ظہور !

(سوت ، ماگدھ اور مُکھیا لوگ چلے جاتے ہیں)

سنیتھا : نورِ نظر !
پرتھو : ماتا سنیتھا ! جنگ میں گھائل ہونے والوں کی مرہم پٹی بھی کرنی ہے !
سنیتھا : مَیں کروں گی ! میں اسی دن کی منتظر بھی تھی ! وین کے آہنگ کی جو دھارا دھرتی میں کھو گئی تھی اب تمہارے احکام میں پھُوٹ رہی ہے ۔ یہی ہے ہمارا مُدعا، مُراد ! چلو، داسی ۔

(نکل جاتی ہیں)

پرتھو: اور آپ لوگ، آچاریہ، نڈر ہو کر آشرم میں یگیہ اور ریاضت کیجیے۔ لیکن ایک عرض ہے...

گرگ: عرض....! راجا آپ کے احکام سر آنکھوں پر، ہماری کشتی ویسے ہی چلے گی!

اترے: ہماری نیک دعائیں آپ کا سایہ کریں گی!

شکر آچاریہ: راجن! یہ نذر ہماری خواہشوں کی علامت ہے! (دھنش دیتا ہے) منظور کیجیے! اِس کمان کا نام ہے آج گو! ....ایک دن اندر نے اسی کمان سے سرسوتی، سندھو اور راوی دریاؤں کے کناروں پر لٹیروں کے نگروں کا خاتمہ کیا تھا! آج آپ کے ہاتھوں اِسی جانب سے آئے ہوئے ڈاکوؤں کو نابود ہونا ہے!

پرتھو: شکرگذار ہوں، منی ور! اصلی کمان کے اعتماد کے حق دار تو آبادی کے لوگ ہیں۔ آپ کی صلاح پر اُس کا آدھار ہے۔ اس لیے میں آپ لوگوں کو اپنا منتری منڈل نامزد کرتا ہوں!

گرگ: منتری منڈل!

پرتھو: آپ مُنی ور شکر آچاریہ میرے پروہت منتری ہوئے! گرگ منی جیوتش (نجوم کے) منتری اور اترے منی، دھرم منتری! .... ضرورت پڑنے پر میں مشورے کے لیے آپ کو آشرم سے بلاؤں گا!

شکر آچاریہ: ہم حاضر رہیں گے!

گرگ: یہاں پر بھی آپ تنہا نہ رہیں۔ اس کا انتظام ہم نے کیا ہے!

پرتھو: مُنی ور، اکیلاپن میرا شاہی زیور ہے! ....اور پھر کوش میرے ساتھ ہے!

شکر آچاریہ: آچاریہ گرگ کا مدعا دوسرا ہے! ....

اترے: ہم چلتے ہیں! بھلا ہو (خیر ہو) راجن!

(تینوں کا جانا)

کوش: تمہارا منتری منڈل پہیلیوں میں بات کرتا ہے!

پرتھو: تم بھی میری وزارت کے رُکن ہو۔ میرے سپہ سالار! .... یہ بے نظیر تیر کمان سنبھالو!

کوش: پرتھو، تمہارے وزراء کے مُنیوں نے تو مجھے جھنگا پتُر قرار دیا ہے۔ مجھے تو جنگلی قبائل کا سردار بننا ہے۔ تمہارا سپہ سالار نہیں!

پرتھو: ان چہروں کو تم بھی سچ مان بیٹھے؟

کوش : سچ مَیں نے مانا ہے یا تم نے ؟
پرتھو : سچ ایک ہی بات ہے کہ سرسوتی پار کے ڈاکو سارے برہماورت کو گھیر لیں گے اور تب تمہارا اور ہمارا پیارا ہمالیہ بھی .... ترگرت بھی .... ملیا میٹ ہو جائے گا! اسی چیلنج کو میں نے قبول کیا ہے! .... میرا ساتھ دو، کوش!
کوش : وہ کہتی ہے کہ یہ لوگ ڈاکو نہیں ہیں!
پرتھو : کوش! اُروی کے نام کا جادو مجھے اب گمراہ نہیں کر پائے گا! دیکھتے ہو یہ بندھن؟... (کشا کی رسّی دکھاتا ہے) کشا کی اس رسّی کی ہر ایک گانٹھ ایک وعدہ ہے جو میں نے کیا ہے!
کوش : یعنی اس بندھن اور ان جھوٹے چہروں (ماسک) کو تم سچ مانتے ہی ہو!
پرتھو : کوش! سچائی ایک ہی ہے۔ ہمارے اعمال!
کوش : سچائی اور اصلیت میں فرق ہو سکتا ہے، پرتھو! .... ایک اصلیت یہ ہے کہ تھوڑی دیر پہلے میری بات ہوئی ہے۔
پرتھو : بات ہوئی ہے؟
کوش : اُسی نے مجھے خبردار کیا کہ یہ لوگ گاؤں کی سمت بڑھ رہے ہیں!
پرتھو : اور کیا کیا معلوم ہے اُروی کو؟
کوش : بُلاؤں اُسے؟ ... ملیں گے؟
پرتھو : ٹھہرو! ... اُروی نے تمہیں خبردار کیا؟ ... (سوچنے کے انداز میں) کہیں .... کہیں اُروی ڈاکو لڑکی تو نہیں ہے؟ .... یہی تو اُس کا راز نہیں ہے جسے ہم اتنے برسوں تک سمجھ نہیں پائے تھے؟ ... یہی تو وجہ نہیں ہے کہ ہم لوگ اس کا بھید نہ جان سکے؟ آریوں کے دشمن ڈاکوؤں کی دوشیزہ؟ ....
کوش : یہ کیا، پرتھو! تم بھی آریہ نام کی دہائی دینے لگے؟ گُرو جی کا حکم کیا ہوا؟ چھی! .... اُروی، آریہ دشمن ڈاکو لڑکی اور میں آریوں کا خادم نِشاد!
پرتھو : مجھے برہم نہ کرو! کوش، میں ان ڈاکوؤں کا خاتمہ کرنے کے لیے وعدہ کر چکا ہوں!
کوش : لیکن اُروی کہتی ہے وہ لوگ ڈاکو نہیں ہیں! لُوٹ کھسوٹ ان کا پیشہ نہیں ہے!
پرتھو : تب آشرموں پر اُن کے حملے؟
کوش : ایک زمانے میں برہماورت کے آریوں اور اِندر نے اِن کے شہروں کو تباہ کیا... سندھو،

ایراوتی اور سرسوتی کے کنارے کے وہ جگمگاتے شہر ویران ہو گئے۔ انھیں ڈر ہے کہ برہماورت کے منی اپنے یگیوں کے نام پر جنگلوں کو کاٹ رہے ہیں! مٹی بہہ کر سرسوتی کے بہاؤ کو بند کر رہی ہے۔ اس طرح ان کی بچی کھچی کھیتی بھی ملیامیٹ ہو جائے گی!

پرتھو: دیکھتا ہوں اتنی تھوڑی سی دیر میں تمھیں اُروی نے خوب پڑھایا ہے!

کوش: چلو، پرتھو.....! مَیں، تم اور اُروی سرسوتی کی دھارا کو پھر سے بہانے کی تدبیریں تلاش کریں اور یوں اس جھگڑے کو جڑ سے دُور کر دیں!

پرتھو: جھگڑا.....! اسے تم جھگڑا کہتے ہو؟..... اتنی دیر میں یہ بھی بھول گئے کہ ہمارے گھوڑوں کی ٹاپوں سے اُڑی دُھول کے پیچھے بھی ان ڈاکوؤں کے بے رحم اور ظالم چہرے آشرموں میں آگ برسا رہے تھے؟ بھول گئے کہ تم نے اور مَیں نے اُن کی بے رحمی کے جال میں تڑپتی مچھلیوں کی طرح آشرم نواسیوں کو بچایا تھا ہم لوگ بجلی کی صورت اُن کالے بادلوں کو چیر کر لوٹ پڑے! دیکھتے ہی دیکھتے نواسیوں کو تم نے مطمئن کیا، حوصلہ دیا.....!

کوش، کمان کی یہ تڑپ مچل رہی ہے اور ترکش میں سے تیر نکلنے کو بے قرار ہیں..... میں جنگ کروں گا!

کوش: جنگ میں بھی کروں گا!

پرتھو: تو یہ لو زرّہ بکتر!

کوش. نہیں!... یہ تیر کمان میرے لیے نہیں ہے! میں خالص خُون نہیں ہوں! اے عظیم حاکم! تمھارے ساتھ شانہ بہ شانہ میں جنگ نہیں کر سکتا!

پرتھو: بُرا مان گئے دوست؟... جانتے ہو، راجا بننے کی میری ایک شرط یہ تھی کہ تم میرے ساتھ رہو گے؟

کوش: اُس شرط میں اُروی... اُروی... سے رابطہ بھی شامل ہے کیا؟

پرتھو: رابطہ؟... کوش، تمہارے لہجے میں شک کی یہ کیسی آہٹ؟

کوش: سیدھا جواب دو، پرتھو!

پرتھو: میں نے وعدہ کیا ہے کہ خون کی ملاوٹ نہیں ہونے دوں گا... اُروی... ڈاکو لڑکی ہے۔ ہے نا؟

کوش: بات صاف ہو گئی! راجن، میں چلتا ہُوں!

پرتھو : راجن ؟ ... کوش ! ... کہاں جا رہے ہو ؟

کوش : یقین کرو، آشرم کا بھی بال بیکا نہ ہونے پائے گا! ہم لوگ اس کے اردگرد ہی ہوں گے!

پرتھو : لیکن جنگ تو یہاں ہوگی!

کوش : ہمیں ایک اور جنگ بھی لڑنی ہے! سرسوتی کی دھارا کو گھیرنے والے ریگستان کے خلاف!

پرتھو : اور ادھر ڈاکو لوگ، سارے برہما ورت کو تہس نہس کر ڈالیں ؟ .... نادان! .... تم ڈاکو لڑکی کے فریب میں آ گئے ہو!

کوش : (ہنستا ہے) خوب! ... جیسے تمہیں اُروی سے بھی کوئی لگاؤ نہیں رہا!

پرتھو : (پیٹھ پھیر کر کچھ دُور ہٹتا ہے) یہ میں کب کہتا ہوں کہ اُروی یہاں سے چلی جائے ؟... مجھے اپنے نئے فرائض اور ارادوں میں اُس کی بھی ضرورت ہے!

کوش : (تلخ لہجہ) تمہارا مطلب ہے فریب کاری، لیکن مذہب کے مطابق نہیں ؟ یہی تمہاری چال ہے، راجا پرتھو!

(چلا جاتا ہے)

پرتھو : (بے رُخی اور تیزی سے) اور تم ... ؟ (کوش کی جانب مُڑکر) تُم ؟ کوش! ... کوش!! (اُونچے لہجے میں) میں سمجھتا ہُوں تم لوگوں کی چال! (زور سے) جاؤ! جاؤ! لیکن ہوشیار! میری ذات کا جنگل سلگ چکا ہے اور اس کی دہکتی ہوئی آگ تمہیں بھی جلا ڈالے گی!... ٹھیک ہی ہوا، سارے شک بھسم ہو رہے ہیں! ساری حیرتیں ... اور میرا راستہ صاف ہے! (دھنش سنبھالتے ہوئے) اکیلا ہوں تو کیا ——— میرے ہاتھ آزمائے ہوئے ہیں! .... تنہا! (دھنش کی ٹنکار! ... فوراً ہی پایل کی جھنکار! ارچنا کی آمد) ... اکیلا!

ارچنا : آپ تنہا نہیں ہیں، راجن!

پرتھو : تم کون ؟

ارچنا : گرگ کی بیٹی، ارچنا! .... پتا جی نے کہا تھا کہ آپ تنہا نہیں رہیں گے ؟

پرتھو : ارچنا! (نظر ارچنا پر اٹک جاتی ہے۔ تیز لہجہ میں) ... کون سے دلآویز پھول مُسکرا اُٹھے ؟

ارچنا : آپ کے قدموں میں! اور (نزدیک جاکر ہاتھ پکڑتے ہوئے) آپ کے قریب میں بھی! ... میں آپ کی رانی جو ہوں نا ؟

پرتھو : (ٹھگا سا گیا ہو جیسے مرعوب ہو کر) رانی!

ارچنا : مُنیوں نے منتھن کر کے امرت نکالا تو اُس کے لیے کردار کی بھی تخلیق کی ! ... میں ہی آپ کے امرت کی کُنبھ ہوں ! (اپنے دونوں ہاتھ پرتھو کے گلے میں ڈالتی ہے ! آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی ہے)

پرتھو : امرت اور کُنبھ ! .... (دھیمے نرم لہجے میں) یہ کیسا جادو ہے کہ باہیں پھڑکتی ہیں دُشمن کو زیر کرنے کے لیے بھی اور پھولوں کی اس ٹہنی کو کس کر باندھنے کو بھی ! .... چٹان میں کون سا شگاف تمہیں مل گیا، ضدی کلی ؟

ارچنا : (خواب آور لہجہ) وہ لمس جو پل میں گاگر کو چھلکا دے ! کب سے بیٹھی ہوں سونے کی تھالی سجائے .... !

پرتھو : نہیں، کوئی شگاف نہیں ! ... بھر کو میری چٹان پر قریب کے سُورج اور تم بھی چمکتی چاندنی ! .... میں ہی ڈمرو ہوں اور میں ہی بانسری !

ارچنا : سونے کی تھالی اور یہ دمکتی کٹوریاں ! بھرا ہے جن میں لبالب رس کا سمندر .... لیکن کوئی آتا نہیں، آتا نہیں !

پرتھو : آؤ ! لہر اُٹھ رہی ہے ! ... ایک ہی اُٹھان میں تمہاری دھرتی کا گلے لگانا ... اور گگن کی ہل چل ! ... ایک ہی سرخوشی میں دھنش کی آواز اور پیار کا راگ ! کوئی اُلجھن نہیں، کوئی دھوکہ نہیں ! ... آؤ !

(دونوں بغل گیر ہوتے ہیں - پسِ منظر میں نقّارے اور ڈمرو
کی آواز جن کے بیچ بانسری کا انوراگ بھرا سُر ــــ اندھیرا)

دُوسرا ایکٹ

(روشنی نٹی اور سُوتر دھار پر پڑتی ہے، وہ کونے میں کھڑے ہیں)

سُوتر دھار : نٹی! دیکھتی ہو، ایک عظیم پیڑ جس کی ڈالیں اور شاخیں پھیلی ہیں، اتنی دُور کہ آنکھوں کی مُٹھی میں سما نہیں پاتیں!
نٹی : جس کی جڑوں کا جال گنبد کی گُونج کی طرح انجانی گہرائیوں کی ٹوہ لیتا ہی رہتا ہے، رُکنے کا نام نہیں!
سُوتر دھار : اور اُس درخت کی اُونچی ڈالوں پر جھوم رہے ہیں رنگ برنگے پھُول! پھُول جو نہ جھڑتے ہیں اور نہ پھل بنتے ہیں۔ نہ سوکھتے ہیں اور نہ بیج ہی دیتے ہیں!
نٹی : سُوتر دھار، کون ہیں یہ خوشبو والے، لذّت والے، بے آواز، لیکن دلآویز سراب جنہیں نہ ہم چھُو سکتے ہیں، نہ کھا سکتے ہیں، نہ دھرتی پر بو سکتے ہیں؟
سُوتر دھار : دیوتا ہی وہ پھُول ہیں، نٹی!
نٹی : دیوتا جنہیں آدمی نے ہی یہ رُوپ دیا ہے؟
سُوتر دھار : اے انسانی سماج کے عظیم درخت! تمہارے لاتعداد اعضا کی ڈالیوں پر جھومنے والے اِن پھُولوں کی ہم عزّت کرتے ہیں، پُوجا کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں!
نٹی : کیا دیوتا آدمی کی مدد نہیں کرتا؟
سُوتر دھار : یہی تو تماشا ہے! پھُول اُوپر لٹکتے ہیں لیکن بیج وہاں نہیں!
نٹی : کہاں ہیں وہ بیج؟ کیا اَدھیراج پرتھو جانتا ہے؟
سُوتر دھار : کیا ہرن جانتا ہے کہ اس کی ناف میں کیا ہے؟ .... وہ دیکھو!

(سٹیج پر روشنی پھیل جاتی ہے، پرتھو پیٹھ کیے کھڑا ہے۔ سُوت اور ماگدھ اُسے مخاطب کرتے ہیں)

سُوت : راجن! اب تو ہم آپ کی شجاعت کی داستان گا سکتے ہیں؟

ماگدھ : آپ نے برہماورت کی سرزمین کو ڈاکوؤں سے پاک کر دیا۔ وہ کمینے کٹ مر کر نیست و نابود ہو گئے، یا بھاگ گئے!

سُوت : آشرموں میں سکون اور امن ہے! ایک برس سے یگیہ اور اگنی ہوتری برابر چل رہے ہیں! رِشی منی دھرم کرم میں لگے ہیں۔ قبیلے بھی پُرسکون ہیں!

ماگدھ : بے نظیر کوش سے آپ نے جنگ کی۔ اِندر نے جیسے ورِتاسر کا خاتمہ کیا تھا ویسے آپ نے اَسروں کی اولاد کو مار بھگایا۔ آپ کے دھنش کی ٹنکار سرسوتی پار کے کھنڈروں کو للکارا ہے لیکن اب کوئی اُس للکار کا جواب دینے کا حوصلہ نہیں کرتا!

سُوت : ہم آپ کی شہرت کی ساری کائنات میں تشہیر کریں گے!

ماگدھ : ہمیں اجازت دیں، راجن!

پرتھو : (گھوم کر اُن کی جانب دیکھتا ہے) سُوت۔ ماگدھ! شہرت کی دوائی ہر مریض پر کام نہیں کرتی!

سُوت : مریض؟

ماگدھ : آپ کے جلال سے برہماورت کے عوام کے سب دُکھ درد دُور ہو گئے!

پرتھو : اور اگر کہوں کہ مریض میں ہوں؟

ماگدھ : آپ؟

سُوت : مذاق کر رہے ہیں آپ، راجن!

پرتھو : سُنیے۔ آپ تعریف کیجیے لیکن میری نہیں، دیوتاؤں کی!

ماگدھ : اَشونی کماروں کی توصیف ہم نے کی جب جرا اور درد نے ہمارے کُنبوں کو ستایا!

سُوت : وَرُن، اگن اور سب سے اوپر اِندر —— ان سبھی دیوتاؤں کی توصیف کی جب راجن، آپ دُشمنوں کے دستوں سے گھِرے ہوئے، اُن کے زوردار حملوں کا سامنا کر رہے تھے!

پرتھو : پُکاریے اِندر کو۔ پھر پکاریے! اندر کو، وَرُن کو، اگن کو، اشونی کماروں کو!... پُکاریے اور پُوچھیے کہ کیا اُن کے پاس چیلنجوں کی وہ ہَوا ہے جو میری کمان کے سروں کو پھر سے جگا

سکے ؟

(ارچنا کی آمد)

ارچنا : یہ میں کیا سُن رہی ہُوں، دیو! افلاک کو چھُوتی ہوئی اُمید!
سُوت : مہارانی، ہمارا آداب قبول کیجیے!
پرتھو : دیوی! ارچنا! .... یہ مکالمہ تمہارے کانوں کے لیے نہیں تھا!
ارچنا : حیرانی ہے! .... میں آپ کی اَردھانگنی ہُوں! جو ہَوا آپ کو چھوئے گی کیا وہ مجھے نہیں جھک جھکورے گی ؟
ماگدھ : دیوی! ہم لوگ مہاراج کی نیک نامی کے پرچم کو اپنی آواز کے ستون پر لہرانا چاہتے ہیں!
سُوت : کیا ہمیں اجازت ملے گی ؟
ارچنا : ضرور! ... آپ دونوں جائیں اور مہاراج ادھیراج کے شجاعت کی داستان کی کونے کونے میں تشہیر کر دیں!
سُوت اور ماگدھ : جے ہو، مہارانی!

(چلے جاتے ہیں)

پرتھو : (کچھ خاموشی کے بعد) ارچنا - یہ سب بے کار ہے!
ارچنا : جہاں پناہ! آپ کی دلیری کا تذکرہ ہی تو زبان زدِ عام ہے!
پرتھو : دلیری، ....
ارچنا : وہ شجاعت جس نے ایک جھٹکے میں برہماورت کو جگا دیا!
پرتھو : کسی اُونچی چٹان کی کڑی چڑھائی طے کر لینے کے بعد دیکھتا ہوں - ہموار سرزمین! ... اس کا کیا کروں ارچنا ؟ ... میں تو چڑھائی کا عادی ہوں! ... یہ بے پناہ بے دلی جس نے مجھے آگھیرا ہے! .... بے دلی! آتے جاتے سانسوں کی بنجر زمین! ... گوشے گوشے میں منتشر، جمی ہوئی کُہر ... کیوں کہ ہوا ٹھہر گئی ہے ... اور ہڈیوں کو بے حس کرنے والے سرد جھکورے آتے ہی نہیں!
ارچنا : سخت جھکورے ہی خُون میں تیزی لانے کے لیے کافی نہیں ہے!

(نزدیک جا کر واضح کرتی ہے)

پرتھو : پیار کی گپھاؤں میں بُھلانا چاہتی ہو، ارچی ؟

اُرچنا : کیوں نہیں ؟ ... کیا گھمسان جنگوں کے شور شرابے کے درمیان بھی اُن کنجوں میں ہم نے
آرام و تفریح نہیں کی ہے ؟
پرتھو : (مسرور انداز میں) تمہارا یہ روم روم جلال اُرچی ! ... ایک ہی لمس میں یگوں کی دعوت !...
اوہ، یہ لمس ! ... یہ تمہارے بدن کا سمندر —— اور میں ہوں کہ گہرائیوں میں کھوجاتا ہوں
... اور سمندر کی تہہ ملتی ہی نہیں ... ملتی ہی نہیں ... ! اوہ، تمہارے بدن کا سمندر،
ارچی !
اُرچنا : (بے بس ہوکر) پریتم !
پرتھو : (ایک جھٹکے سے) نہیں ..... نہیں، ارچنا ! یہ فرار ہے !
اُرچنا : فرار ! ... آریا پُتر، کس سے بھاگنا چاہتے ہیں ؟
پرتھو : (کسی حد تک بے توجہی سے) تم سمجھ نہیں رہی ہو !
اُرچنا : (ضد کرتی ہوئی) کس کی یاد بجلی کی طرح کوند کر آپ کو مجھ سے دور بھٹکاتی ہے ؟
پرتھو : (کچھ سمجھتے ہوئے) شک کرتی ہو ... نادان !
اُرچنا : نادان ! .... یہی تو اس نے مجھے کہا تھا !
پرتھو : کس نے ؟
اُرچنا : اُس نے جو سکھی نہ ہو پائی ! ... اُروی !
پرتھو : سال بھر پُرانی بات !
اُرچنا : آپ کی بے دلی، من کی بے اطمینانی ! اب سمجھی محبوبہ کے جال کے آگے بیوی کا بندھن باسی
لگتا ہے نا !
پرتھو : ارچی ! (کچھ حیرت، کچھ دھیمے لہجہ میں) پوروا اور اُروشی کی داستان کہنے والے کیا جانیں
کہ وشسٹھ اور اروندھاتی کے آنگن کے کنوئیں کا پانی کتنا میٹھا اور مزے دار تھا ! ....
کاش، کوئی شاعر، کوئی گائیک اُس راگنی کی دھڑکن کو پکڑ پاتا، جس میں ہم دونوں لے تال
کی طرح پیوست ہیں ! ....
اُرچنا : آپ راجا ہیں ! .... ازدواجیت کی سیج کی پاٹیاں راجا کے لیے ویسے ہی ناکافی ہیں،
جیسے اُس کے راجیہ کی سرحدیں ! .... مجھے خود ہی سوچنا چاہیے تھا ! .... اُروی کو آپ
کے من بہلاؤ کے لیے ....

پرتھو : (غصّہ اور غضب سے) .... اُروی .... اُروی ..... اُروی، بند کرو یہ رٹنا ! اس ڈاکو لڑکی کی یاد کے شرارے بھی ٹھنڈے ہو چکے ہیں ! (کچھ سنبھل کر، ارچنا کے قریب جاکر) ارچنی سنو ! ... ایک ترازو ہے میرا یہ تن من ! ... ایک پلڑے میں تمہاری اُلفت کا سونا اور دوسرے میں چیلنج کا بوجھ ! اگر صرف ... صرف پیار کی دلا ویزی میں کھو جاؤں تو ... تو ترازو کے پلڑے توازن کھو دیتے ہیں .... ! .... ارچی ! ...

ارچنا : آریا پُتر ! راج دھرم کا بوجھ کافی نہیں ہے کیا ؟

پرتھو : راج دھرم ! .... منتری منڈل کی چخ چخ ــــ شکایتوں کے انبار - انتظامیہ کی فکر .... ! ان میں کون سا چیلنج ہے ؟ .... جیسے زمین پر لیٹا ہوا آدمی چیونٹیوں کے ٹیلوں کو دیکھے اور سمجھے کہ وہ پہاڑ ہے ! نا ! نا ! ارچی ! .... میں تو سیدھے کھڑے ہو کر سر بفلک برف پوش چوٹیوں کے آہنگ کو مانوں گا ! ....

ارچنا : تو پھر پتا جی کی بات ٹھیک ہے ! .... آپ کا کھشتری دھرم مہاراج ادھیراج بننے میں ہے !

پرتھو : مہاراج ادھیراج کی جنگیں ..... ؟ میں نے کس کے لیے اتنی جنگیں لڑیں، ہزاروں دُشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا ؟ .... مُنیوں کے آشرموں اور برہماورت کی حفاظت کے لیے نا ! .... لیکن چکرورتی راجا کی خواہش کے لیے لڑی گئی جنگ تو خالص قتل ہوگی ! .... ارچی ! کوئی بھی نہیں جو میری خواہش کے گھوڑوں کو رَہوار بنا دے ! (پھر وہی حیرت) اسی لیے ... فرار ہی سہی ! تمہاری دلی مُراد، افشاں کی پھلواری میں فرار ! تمہارے جادو بھرے اندھیرے میں فرار ! .... جانتا ہوں میں اپنے آپ سے بچ کر بھاگ رہا ہوں ... ! لیکن ..... لیکن ....

(بگل گیر ہونا اور اندھیرا ــــ روشنی نٹی اور سُوتر دھار پر ٹک جاتی ہے)

نٹی : سُوتر دھار کیا ہمیں اتنی چھوٹ ہے کہ چیونٹی کے ٹیلوں کو چھوڑ دیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی جانب ہی دوڑیں ؟

سُوتر دھار : ہم لوگ ایک دعوت میں مہمان ہیں ..... سینکڑوں پھل ہیں ــــ کھٹّے، میٹھے، نمکین ــــ لیکن مزہ ان پھلوں میں نہیں ہے - سَواد ہمارے اپنی زبان میں ہے-

نٹی : کیا پرتھو میں اتنی سمجھ نہیں کہ اپنی زبان کے مزے کو پہچان سکے ؟

سوتر دھار: سمجھ؟ .... نٹی، عقل مندی کی کنجی آدمی کے ہاتھ تب لگتی ہے جب تالے آپ ہی ٹوٹ چکے ہوتے ہیں!

نٹی: تو پھر وہی بے دلی، وُہی اُداسی، وہی اضطراب؟

سوتر دھار: ہل چل اور غل غپاڑہ کی آندھی کبھی کبھی آتی ہے اور اپنے آنچل میں بے دلی اور اکھڑے من کو سمیٹ لیتی ہے!

نٹی: لیکن وہ بھی تو فرار ہے!

(روشنی بائیں راستے پر ——— داسی آتی ہے۔ وہی جو سنیتھا کی داسی تھی)

داسی: (کھنکھارتی ہے۔ جھجکتے ہوئے) مہاراج!

(پرتھو اور ارچنا چھٹک کر ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں)

ارچنا۔ کیا ہے داسی؟

داسی: معاف کریں، دیوی! سُوت اور ماگدھ بُری طرح گھر گئے ہیں اور اُن کی جان کو خطرہ ہے!

پرتھو: کیا؟ حیرانی ہے!... میں نے تو ڈاکوؤں کی سبھی جماعتوں کو نابود کر دیا، اب کس کی ہمّت کہ میرے مشیروں کا بال بھی بیکا کرے؟

داسی: ڈاکو نہیں دیو! دُور دُور گاؤں سے آئے ہوئے عوام! سوت اور ماگدھ آپ کی دلیری کی کہانی گا رہے تھے کہ.... کہ....

پرتھو: صاف کہو، داسی!

داسی: معاف کریں، مہاراج! عوام نے سوت ماگدھ کو گیت گانے سے روک دیا! وہ مہاراج کی عظمت کے گُن، اُن کی قوّت کے گیت سُننا نہیں چاہتے! وہ بہت بے چین ہیں! طرح طرح کے نعرے لگا رہے ہیں۔ شرارت کرنے پر تلے ہوتے ہیں!

پرتھو: میں خود جا کر دیکھوں گا!... میں اپنی رعایا کو جانتا ہُوں!

(تیزی سے نکل جاتا ہے)

ارچنا: آخر بات کیا ہے؟

داسی: قحط، مہارانی!... قحط اور بھوک؟

ارچنا: کس طرف قحط پڑا ہے؟

داسی: سبھی اطراف میں، دُور دُور کے گاؤں سے لوگ آئے ہیں!

ارچنا : آس پاس تو ایسے آثار نہیں دکھائی دے رہے تھے!
داسی : آثار ! ... وہ کہتے ہیں کہ پیڑ کے کوٹر (کھوکھلے حصّے) کے اندر سلگتی آگ جیسے باہر فوراً ظاہر نہیں ہوتی، ویسی ہماری بھوک کی جوالا ہے لیکن اُن کے نعرے، اُن کی آنکھوں کا رُوپ، اُس اندرونی جوالا کا دھواں ہے!
ارچنا : لیکن ایک اور بھی دھواں ہے! سنیتھا کے یگیوں کا دُھواں! وہ اس لمحاتی جنون کی گندگی کو دُور کر دے گی!
داسی : دیوی، ان کی یہی تو شکایت ہے کہ مہاراج پرتھو نے جو کچھ کیا ہے مُنیوں کے آشرموں اور اُن کے یگیوں کے لیے کیا ہے۔
ارچنا : یہ آشرم اور یگیہ ہی تو عوام اور ان کی کھیتی کا کلیان کرتے ہیں!
داسی : دیوی، مُنی لوگ قربانیاں دے رہے ہیں! منی لوگ منتر اچارن کرتے رہے ہیں لیکن گھڑا خالی ہوتا جا رہا ہے اور اس چھید کا پتا ہی نہیں جس میں سے ہو کر بُوند بُوند پانی رِستا رہا ہے!
ارچنا : دیوتا اس گھڑے کو خالی نہیں ہونے دیں گے!
داسی : دیوتا، مُنیوں کے آہنگ کو اَن سُنا کر رہے ہیں۔ مُنیوں کے منتر....

(گرگ اور اَترے آتے ہیں)

گرگ : مُنیوں کے خلاف یہاں بھی نعرے لگ رہے ہیں کیا؟
ارچنا : پتاجی! ....
گرگ : دیکھتا ہُوں راج ماتا سنیتھا تو پرلوک چلی گئی لیکن مہاراج کے خلاف نبرد آزمائی کے بیج بونے کے لیے اپنی داسی کو چھوڑ گئی ہیں۔
داسی : معاف کریں، مُنی ور! ... میں تو ....
گرگ : ایک دن گنہگار کُشا کو دھرتی میں تم ہی دفنا رہی تھی! کیا سچ ہی شسکر آچاریہ تمھیں روکنا چاہتے تھے؟
ارچنا : یہ کیسے وعدے، پتاجی؟
گرگ : اَترے مُنی سے پُوچھو!
ارچنا : داسی تم جاؤ!

(داسی چلی جاتی ہے)

آپ کا مطلب ہے کہ شُنکر آچاریہ کا ہاتھ ہے اس کھلبلی اور انتشار کے پیچھے؟

اُترے : نہیں !... لیکن اگر دشمنی کامیاب نہیں ہو رہی تو قصور کس کا ہے ؟....

اَرچنا : لیکن منتری منڈل کے فیصلے تو آپ لوگ سب مل کر ہی دیتے ہیں !

اُترے : شنکر آچاریہ بھرگ ونشی ہیں ! اور بھرگ ونشی کی ایک عادت آپ نہیں جانتیں ! موقع ملتے ہی یہ سارے حقوق اپنا لیتے ہیں۔ شنکر آچاریہ، پروہت منتری ہی نہیں پردھان منتری بن بیٹھے ہیں ! .... اب بھگتیں !

(شنکر آچاریہ کی آمد)

شنکر آچاریہ : دیکھتا ہوں وزیر اپنی صلاح اب منتری منڈل میں نہ دے کر یہاں مہارانی کی قربت میں دیتے ہیں !

اُترے : منتری منڈل اب کہاں ہے ؟ شنکر آچاریہ ! (طنزیہ) جہاں آپ ہیں وہیں منتری منڈل ہے

شنکر آچاریہ : اپنی ذمہ داری سے بچنے کے لیے بہانوں کی کیا ضرورت ہے، اُترے مُنی ؟

اُترے : بہانے آپ کو سوجھے ہیں، بھرگ پُتر ! اپنے بنائے قاعدے قانون کے شگافوں پر پردے ڈالنے کے لیے !

شنکر آچاریہ : پردہ ! بھرگ ونش پردہ ڈالتا نہیں، پردہ فاش کرتا ہے !

اُترے : اتریہ ونش کو چھپانا ہی کیا ہے جو پردہ فاش کا ڈر ہو ؟

شنکر آچاریہ : کیوں میرا مُنھ کھُلواتے ہیں، اُترے ؟

(داسی کی تیزی سے آمد)

داسی : غضب ہو گیا !

اَرچنا : کیا ہُوا ؟

داسی : دیوی، راجا گھِر گئے ہیں !

اَرچنا : گھِر گئے ہیں ؟

داسی : انھوں نے بے نظیر دھنش الگ اُٹھا کر رکھ دیا ! تلوار کو چھُوا تک نہیں !.... نہتّے بھیڑ میں گھُس گئے اور اُس طرف بڑھنے لگے جہاں سوت اور ماگدھ پر بھیڑ بے تحاشا گھونسے مار رہی تھی !

اَرچنا : (بے چینی سے) گھونسے ؟ .... میں جا رہی ہُوں !

گرگ : ارچنا، ذرا ٹھہرو !

ارچنا: نہیں پتا جی! آریہ پُتر کی جان کو خطرہ ہے! (جاتے ہوئے) مجھے جانا ہے!

(انخلاء۔ پیچھے پیچھے داسی)

گرگ : ارچنا؟ .... (شکر آچاریہ کو نشانہ بنا کر) ... نہتا راجا! ... شکر آچاریہ، آپ کیا سوچ رہے ہیں؟

شکر آچاریہ : نہتا اور نڈر!

گرگ : ہاں! نڈر! اور جب وہ نڈر ہوتا ہے تو اس کے چہرے سے نمایاں ہوتی ہے جھنجلاہٹ بھی اور .... پیار بھی! .... جیسے .... جیسے ....

شکر آچاریہ : جیسے اُس عظیم اژدہام کے احساس سے اُسے مسرت مل رہی ہے!

گرگ : ایسا ہی! .... آپ کیوں کر علم ہُوا؟

اَترے : شکر آچاریہ شاید سمجھ رہے ہیں کہ کُشا کی رسّی کا جو وعدہ ہم نے پرتھو راجا کو دیا اس کا ہی جادُو کام کر رہا ہے! البتہ ....

شکر آچاریہ : کیا یہ بھی یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ وہ وعدہ نہیں تھا؟ وہ تھا ہم لوگوں اور پرتھو کے درمیان رابطہ! مجھے ڈر ہے .....

گرگ : ڈر ہے کہ کہیں راجا کو کچھ ہو گیا تو ....

شکر آچاریہ : نہیں گرگ! نہیں! راجا کے قتل کی مجھے اتنی فکر نہیں جتنی اس کے بچ جانے کی!

گرگ : ایں؟

اَترے : چترائی کی بات اور سمجھ دار کی بات میں فرق ہے، شکر آچاریہ!

شکر آچاریہ : اَترے، اتنا نہیں جتنا آپ نے بھرگ ونش اور اَترے ونش کے بیچ کر رکھا ہے!

اُترے : مَیں نے یا آپ نے؟

شکر آچاریہ : مجھے ڈر ہے کہ بھرگ ونش اور اَترے ونش ہی نہیں، سبھی مُنیوں کی سلامتی خطرے میں پڑنے والی ہے!

اَترے : کیسے؟

شکر آچاریہ : پرتھو کی شکتی وین سے بڑھ کر ہو جائے گی!

گرگ : نہیں! نہیں! آپ وین کی طرح پرتھو کا قتل نہیں کر سکتے!

شکر آچاریہ : یہ کون کہہ رہا ہے گرگ؟ سُنیے! آپ نے اور ہم نے عوام کو اُبھارا، اس کے غصّے اور

غضب کو! لیکن پرتھو ان عوام سے احسان اور عظمت کو پارہا ہے اسی لیے کہ....

اَترے: اسی لیے کہ وہ نڈر ہے؟ ہر ایک دلیر سپاہی کو نڈر ہونا پڑتا ہے!

شکر آچاریہ: لیکن اگر ایک تنہا آدمی نڈر ہوتا ہے تو اس کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا!

گرگ: آپ کا مطلب کیا ہے، شکر آچاریہ؟

شکر آچاریہ: یقین کیجیے۔ میں آپ کی پیاری بیٹی کے شوہر کو وین کی راہ پر نہیں بھیجنا چاہتا!

اَترے: آپ چاہتے ہیں کہ پرتھو پھر سے ظالموں سے مل کر اپنے حوصلے اور عزم کا پرچم بلند کرے؟...

تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ پرتھو خواہش اور امنگ کے جس رہوار پر اس وقت سوار ہے،

اُسے چکرورتی کے راستے پر موڑ دیجیے!

شکر آچاریہ: لیکن برہماورت میں قحط؟ جنتا کی بھوک؟

اَترے: بھوک کی آگ کا علاج ہے، نفس کی آگ! ہمارے یگیوں کی اگنی! برہماورت کی سرزمین بنجر ہو

رہی ہے لیکن گنگا کے اُس پار مشرقی جانب میں جنگل بھرے پڑے ہیں!

گرگ: ٹھیک! ہم لوگ راجا سے کہیں کہ وہ نفس کی آگ کو گنگا کے مشرق کی طرف لے چلیں! جنگل

اُگانے اور کھیتی کے لیے نئی سرزمین ملے گی!

اَترے: یہی نہیں! سرسوتی کے پار کے اپنے شہروں کو چھوڑ کر جو ڈاکو گنگا کے پورب کو بھاگ گئے ہیں،

انہیں بھی راجا کا حوصلہ اور وِلیشوانتر کی اگنی سے زیادہ سزا ملے گی، انہی شہروں کے کھنڈروں

میں روشنی ہو رہی ہے!

گرگ: (چونک کر) کیا؟

شکر اچاریہ: (اپنے کپڑوں کی جھولی سے مٹی کی مورت نکال کر دکھاتا ہے) یہ دیکھیے!

گرگ: بھوچنڈکا! ڈاکوؤں کی دیوی!

اَترے: جس پشاچی کی پُوجا ہمارے ہَون، ہماری تدبیروں کو بے کار کر دیتی ہے!

شکر آچاریہ: ہاں! وہی پشاچی پھر سے چڑھ رہے ہیں۔ اَترے مُنی!... اور جوں جوں ہیجانی حَوصلہ

بڑھتا ہے، توں توں ہمارے برہماورت میں قحط بھی!

اترے: اُس ہیبت ناک ہیجانی حَوصلہ کا خاتمہ کرنا ہوگا!

(پرتھو چلا آتا ہے۔)

پرتھو: ہیجانی حوصلہ ختم نہیں کیا مَیں نے۔ اترے مُنی! میں نے اس کا مداوا کیا! عوام کے ہیجانی

حوصلے کی ترنگیں اب خاموش ہیں۔

اَترے : آپ آ گئے راجن ؟

شکر آچاریہ : آپ ٹھیک ہیں ؟

گرگ : کوئی ... کوئی حملہ تو نہیں ہُوا آپ کے اُوپر ؟

پرتھو : طوفان کے آگے پَر پھیلا کر اڑان لیتے وقت چیل کو جیسے لگتا ہے ویسا ہی تو مجھے لگا ! ..... میرے انگ انگ میں بڑی پھرتی ہے۔ ساری اُداسی غائب ہو چکی ہے۔ آپ کو حیرانی ہو گی اَترے مُنی! مجھے .... مجھے .... ایک عجیب انوکھی طاقت کی سرخوشی ہو رہی تھی۔

اَترے : سرخوشی !

پرتھو : ہاں، سرخوشی ! اور (لہجہ بدلتے ہوئے) نفرت بھی ! .... عوام کی جس بھیڑ کو میں چُپ کر کے آ رہا ہُوں اس کے دُکھ درد کی داستانیں سُن کر مجھے ترس نہیں آیا، غصّہ آیا۔ مَیں پُوچھتا ہُوں آپ لوگوں سے جو وعدے کیے تھے کُشا کی اس رسّی کی گانٹھیں باندھ کر وہ مَیں نے پُورے کیے یا نہیں ؟

گرگ : آپ نے سب وعدے پورے کیے !

پرتھو : تو پھر میرے ملک میں قحط کیوں ہے ؟ .... کیا آپ کے یگیوں کی آگ کو بجھانے والے ڈاکوؤں کو میں نے نہیں مار بھگایا تھا ؟

گرگ : ہمارے ہَون کنڈوں سے اُٹھنے والے دھوئیں کی لپٹیں آسمان میں بادلوں سے اُلجھتی رہی ہیں !

پرتھو : کیا وہ بادل برستے نہیں ؟

اَترے : برستے ہیں ! ہمارے یگیہ کے منتروں کو سُن کر ہی تو اِندر حکم دیتے ہیں اور وَرُون، سوریہ اور مروت گن پانی کی بوچھار بھیجتے ہیں !

پرتھو : تو پھر پیداوار کیوں نہیں ہوتی ؟ وہ سارا پانی کہاں چلا جا رہا ہے ؟ آپ کے یگیوں سے پیدا ہونے والی آگ جن جنگلوں میں جل رہی ہے وہاں کی دھرتی بعد میں دھان دیتی کیوں نہیں ؟ میرے کانوں میں اُن لوگوں کا شور گُونج رہا ہے ! (آواز بدل کر) مٹی ہے اُس میں۔ رس نہیں ! پانی ہے اُس میں، نمی نہیں ! ایک ہی سچ ہے۔ ایک ہی پکار ہے ـــــ بھُوک ! بھُوک !

شنکر آچاریہ: اس کی بھی ایک ہی وجہ ہے!
پرتھو: آپ اتنی دیر سے چُپ کیوں تھے، شنکر آچاریہ؟
شنکر آچاریہ: اس لیے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا غصّہ اور عتاب ہو کیونکہ عتاب ہی راجا کا خاصہ ہے!
پرتھو: یہ میرا عتاب نہیں آچاریہ، اُن عوام کا ہے جنھیں میں خاموش کرکے آیا ہوں اور جن کی تکلیف ہی میرا غصّہ بن گئی ہے!
شنکر آچاریہ: رعایا کی تکلیف، ہماری فکر، آپ کا غصّہ —— تینوں کا ایک ہی وطیرہ ہے راجن۔ ایک ہی وجہ۔ بھوچنڈ کا! دھرتی کی چڑیل!
پرتھو: کون ہے یہ بھوچنڈ کا جو میرے تیروں کا شکار ہونا چاہتی ہے؟
شنکر آچاریہ: راجن! سرسوتی پار کے وہ ڈاکو جنھیں آپ نے اپنی قوت سے مار بھگایا تھا، اس ظالم چنڈکا کی پرستش کرتے تھے!

(سکّہ دکھاتا ہے)

پرتھو: (سکّہ کو ہاتھ میں لے کر دیکھتا ہے) ننگی عورت کی مُورتی! جس کے ڈھانچے سے ایک درخت نکل رہا ہے! .... چھی!
شنکر آچاریہ: سرسوتی پار کسی کھنڈر میں چھپے چھپے کوئی اس چنڈکا کو آواز دے رہا تھا۔ ہمارے برہماورت کی سرزمین پر یہی پشاچی چڑھ بیٹھی ہے۔ دھرتی ناراض ہوگئی ہے اور اس نے اپنا سارا رس اندر کھینچ لیا ہے۔ تبھی تو قحط ہے، راجن! قحط، سُوکھا اور بھُکمری!
پرتھو: لیکن اُن کے شہر اور گاؤں تو کھنڈر بن گئے ہیں!
گرگ: ہمارے یگیہ اور اگنی ہوتری بے کار ہو رہے ہیں!
اترے: دھرتی ہمارے منتروں کو اَن سُنا کر رہی ہے!
پرتھو: دھرتی کو میرے دھنش کی آواز سننی ہوگی۔ میں اُس کی سرخوشی کو چُور چُور کر دوں گا!
شنکر آچاریہ: دھرتی کی سرخوشی کو چُور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے راجن! ڈاکوؤں کے کھنڈروں میں ہونے والی اُس بھیانک پُوجا کو ختم کیجیے! .... کر سکیں گے؟
پرتھو: سینکڑوں کی بھُوک اور ناراضگی میرے ہاتھوں میں طاقت بن کر بس گئی ہے آچاریہ!
شنکر آچاریہ: ہمیں آپ کے ہاتھوں کی قوت میں رتی بھر بھی شک نہیں ہے۔ شبہ ہے تو آپ کے من کے تذبذب سے!

پرتھو : دیکھتا ہوں میرا منتری منڈل میرے من کا پہرے دار بھی بننا چاہتا ہے !
شکر آچاریہ : اسی لیے کہ آپ کے من کا میت اُس تقریب کا نگہبان ہے جسے آپ ختم کرنے جا رہے ہیں !
پرتھو : کون ؟
شکر آچاریہ : نِشاد !
پرتھو : نشاد ؟ کوَش ؟
اَترے : شکر آچاریہ، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟
شکر آچاریہ : ٹھیک کہہ رہا ہوں، اَترے ! وہی کوَش جسے ہم لوگوں نے اپنے آشرم سے نکال دیا تھا !
پرتھو : کوَش آپ کے آشرم میں تھا اور آپ نے اُسے نکال بھی دیا۔ یہ دونوں میرے لیے نئی خبریں ہیں !
شکر آچاریہ۔ ہم لوگ آپ کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھانا نہیں چاہتے تھے !
پرتھو : (کچھ سوچتے ہوئے) چھوٹی چھوٹی باتیں !
اَترے : نِشاد کو آشرم سے بے دخل کرنا ضروری تھا، راجن !
گرگ : اس نے سرسوتی کے پانی کی بے عزّتی کرنا چاہی۔ نِشاد، ہمارے ساتھ بیٹھ کر یگیہ کرنا چاہتا تھا !
اَترے : غیبی لہر کے پانی کو چکھ کر وہ مُنی کا درجہ حاصل کرنا چاہتا تھا !
گرگ : اور اس کے لیے اس نے سرسوتی کی تہہ کو کھود کر ریت کے نیچے سے پانی نکالنا چاہا !
اَترے : آریہ کُل کی شہرت کو لے کر نِشاد کو آشرم سے نکالنا ہی تھا راجن !
گرگ : جاتے وقت اُس نے اطلاع دی کہ وہ آشرم میں لوٹ آئے گا مُنی کے رُوپ میں !
شکر آچاریہ : میں نے اس کی آنکھوں میں خطرناک انتقام کی تحریر دیکھی اور اب مجھے خبر ملی ہے کہ غیر آریہ ڈاکوؤں کے کسی کھنڈر میں بھوچنڈی کے دہشت ناک عمل کا محافظ ہے نِشاد !
پرتھو : کوَش اس عریاں عورت کی مُورتی کی حفاظت کرے گا !
گرگ : کوَش آپ کے اعتماد کو زک پہنچا رہا ہے !

پرتھو: میرے اعتماد کو زک پہنچا رہا ہے، مجھے اس کی فکر نہیں ہے آچاریہ! لیکن کوش اس بد باطن عورت کو سہارا دے جس کی گرفت میں ہزاروں لوگ تڑپیں گے! دھرتی کی رگوں کا زہر مرغزار کو سکھا دے اور کوش اُس بنتِ سم کے غضب ناک ارادوں کو سہارا دے .... ایسا کیوں؟... دھرتی .... وِش کنیا! .... سرزمین ... بد باطن چڑیل! .... کون ... کون ہے وہ؟

شکر آچاریہ: راجن! آپ پھر شش و پنج کے پھیر میں پڑ گئے ہیں۔ سنبھلیے! سنبھلیے!

پرتھو: (اُسی لہجہ میں) بے حس دھرتی! ... کون؟ ... اور ... اور ... کوش! (یک لخت نرم پڑ جاتا ہے جیسے کوئی راہ ملی ہے مدھم لہجہ میں) نہیں! آچاریہ! کوئی شش و پنج نہیں! میں اس گندی روش کا خاتمہ کروں گا! میں بھوچنڈی کو نابود کروں گا! (دھنش اور تلوار ہاتھ میں لے کر) تمہارا محافظ تمہیں بچا نہیں سکتا! کانپو! تھر تھر کانپو بے حس دھرتی کیوں کہ تینوں لوکوں میں کہیں تمہیں جگہ نہیں ملے گی! چلیے! مجھے راستے پر چھوڑ آئیے۔ شکر آچاریہ! اندھیرے کی زنجیر ٹوٹ کر رہے گی! چلیے!

(پرتھو کے ساتھ شکر آچاریہ کا انخلاء۔ اَترے کو
گرگ روکتا ہے)

گرگ: سُنیے! آچاریہ اَترے، کیا یہ ٹھیک ہوا؟

اَترے: دُور رس عقل مندی ہے شکر آچاریہ کی! ایک ہی جھٹکے میں رعایا کے بے حد پیار اور عوام پروری سے پرتھو کو دُور پھینک دیا! بھرگ ونش، تم سے پار پانا مشکل ہے!

گرگ: لیکن اس پشاچ عورت کا جادو راجا کے تدبّر اور عزم کو کاٹ بھی سکے گا؟

اَترے: پرتھو کو جانا ہی تھا۔ گرگ منی۔ جانا ہی تھا!

(ارچنا کا تیزی سے آنا)

ارچنا: کہاں گئے ہیں آریہ پُتر؟

اَترے: سرسوتی پار ریگستان میں غیر آریہ کھنڈروں کی طرف!

گرگ: تمہارے لائق وہ سفر نہیں تھا بیٹی!

ارچنا: پتا جی، بیوی کی نزاکت اور حیا اس کا زیور ہے، بندھن نہیں۔ آریہ پُتر کے کس جنگی سفر پر کیا میں اُن کے ساتھ نہیں گئی ہوں؟

اَترے: یہ تصادم نہیں ہے رانی! اس حملہ میں راجا کو اکیلے جانا ہے، بالکل اکیلے!

ارچنا : تب تو میں ضرور ہی جاؤں گی ! میرے بنا اُن کے خالی من میں تذبذب اور اضطراب کا جمگھٹا ہوگا ۔ میں جا رہی ہوں !

(جاتی ہے)

گرگ : ارچی ! ارچی !

(پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے)

اترے : مرحبا، شکرآچاریہ، تمہارے تدبّر پر ! .... اب رعایا ہم لوگوں کی مٹھی میں ہوگی ! .... بھرگ ونش ۔ مانتا ہوں تمہارا لوہا !

(چلے جاتے ہیں)

(—اندھیرا—)

تیسرا ایکٹ

(روشنی، نٹی اور سوتر دھار پر مرکوز ہو جاتی ہے ——————

سُوتر دھار: سرسوتی کے اُس پار، خرمن خرمن ریت کے ٹیلے ہیں۔ اَن گِنت اور بیچ بیچ میں بیتی باتوں کی یاد کی طرح چھتراتی ہریالی!

نٹی: وہ کیا ہے جو ایسے وقت بھی مسافر کی رفتار کو تیزی دیتا ہے۔ آنکھوں میں چمک، من میں دھڑکن!

سوتر دھار: ایک قدم!

نٹی: ایک قدم؟

سوتر دھار: چڑھائی، اُونچی اور کڑی ہے! مسافر سے کہو، وہ چوٹی کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے.... البتہ ایک قدم جو سامنے ہے وہی، ایک قدم بڑھتا ہے تو پَو پھٹتی ہے!

نٹی: نیا دن شروع ہوتا ہے!

سوتر دھار: ہاں! ہر قدم ایک دن ہے!

نٹی: اور اگر رُکے؟ اگر مسافر کی آنکھ لگ گئی تو؟

سوتر دھار: پرتھو کو ذرا سی غفلت ہُوتی! اُسے پتہ بھی نہ چلا کہ ریت ہر بنتے مٹتے قدموں کے نشانوں کا تعاقب کرتے کرتے اَرچنا کب اس کے پاس پہنچ گئی!

(عقبی سٹیج پر دھیمی روشنی پھیل جاتی ہے، ریت کے ٹیلے دکھائی دیتے ہیں اور نیچے دو ڈھانچے نظر آنے لگتے ہیں)

نٹی: تھکے ماندے پرتھو کو بیوی کے قربت کے سُکھ کا سہارا مِلا۔

سوتر دھار: نہیں، اس وقت پرتھو کو سہارا نہیں چاہیے اُسے چاہیے اپنے سوال کا جواب!

(نٹی اور سوتر دھار پر سے روشنی ہٹ جاتی ہے۔ سٹیج پر معاً دکھائی دیتے ہیں، پرتھو اور ارچنا!)

پرتھو : ارچنا! کیا معنی ہیں اس غیر معمولی خواب کے؟ میں نے دیکھا کہ میں اُس پشا چنی بھو چنڈی کا پیچھا کر رہا ہوں۔ میرا تیر اس پر چھوٹنے ہی والا ہے کہ اچانک وہ رُوپ بدل لیتی ہے۔ گائے کا رُوپ!

اَرچنا : گائے؟

پرتھو : ہاں! گائے! اور میں شکاری کی طرح اُس پر ٹوٹنے ہی والا ہوں! وہ بھاگ رہی ہے ساری دھرتی، سوَرگ لوک، پاتال لوک ——— تینوں لوکوں میں کہیں اُسے سکون نہیں ملتا کیوں کہ میرا تیر اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ بھیم ناک، بلبلاتی ہوئی گائے اور اُس کے پیچھے میں ——— آتشیں تیر اور کھینچی کمان! کہساروں پر، وادیوں میں، سمندر پر، فضاؤں میں، سطح بہ سطح ——— اونچے اور اونچے ——— شفاف برفانی علاقوں کو گھیرے ہوئے، مٹیالے کرۂ ہوائی میں اُس گائے کی صورت پھر بدل جاتی ہے!

اَرچنا : پھر بدل جاتی ہے!

پرتھو : ایک عورت کی صورت!

اَرچنا : وہی، ناگن چنڈی!

پرتھو : نہیں!

اَرچنا : تب؟

پرتھو : (رُک کر) کوئی اور عورت! ... آشنا سی اور پھر بھی اجنبی سی ... دھندلی بھی ... اور ... واضح بھی!

اَرچنا : اور آپ ترکش جھکا لیتے ہیں؟

پرتھو : نہیں! ... میں تیر چھوڑنا چاہتا ہوں، چھوڑ نہیں پاتا! ... اور وہ ... وہ ... عورت کچھ کہہ رہی ہے! ... زور زور سے ... اور پھر بھی سُن نہیں پاتا ...... اور میں ... میں بھی بولنا چاہتا ہوں، لیکن لفظ چھوٹتے نہیں مُنہ سے ... چھوٹتے نہیں! ... ایک عجیب بے چینی، نفرت کی، بے بسی کی ... اور ... تب ... تب ... تُم!

ارچنا : ہاں! مَیں! ... میں جو حقیقت ہوں، خواب نہیں!

پرتھو: عجیب بات ہے، اَرچنا کہ حقیقت کھوج کی پگ ڈنڈیوں کو غائب کر دیتی ہے!....
اَرچنا: کیا تھے اس فریبی عورت کے الفاظ؟—— پھٹکار یا التجا؟
پرتھو: کون لفظ شناس ان کے معانی نکال لائے گا؟
اَرچنا: معنی میں ہُوں، آریہ پتر۔ خواب میں حروف و الفاظ جو آپ نے دیکھے، وہ سراب ہیں!...
ریت کے اُوپر پانی کی جھُوٹی جھلک!
پرتھو: کوشش اس جھُوٹ، اِس سراب کی حفاظت کر رہا ہے! کیوں؟

(پس منظر میں آواز۔ پہلے بالکل نرم اور دُور! پھر قریب اور گمبھیر!...
یُوں لگتا ہے کہ بے شمار مزدُور کسی سنگین کشمکش میں لگے ہوتے ہیں اور
زور لگانے کے لیے حوصلہ افزا الفاظ کہتے جاتے ہیں۔ لیکن دُور سے
الفاظ واضح نہیں ہیں اسی لیے ایسا بھی لگتا ہے جیسے کہ دہشت ناک
منتروں کا ڈراؤنا گانا ہوتا ہو)

اَرچنا: آریہ پتر، سُنا آپ نے؟
پرتھو: (جیسے جاگ جاتا ہے)... کیا؟
اَرچنا: سُنیے۔ یہ آواز! (آواز قریب آ رہی ہے)
پرتھو: منتر!.... پشاچنی چنڈی کی پُوجا کے منتر!... ارچی! یہی ہے وہ جگہ! تم پیچھے آ جاؤ!
ہم چھُپ کر دیکھیں گے!

(پرتھو اور ارچنا ایک طرف کونے میں چھُپ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اندھیرے ہیں)

دُور ٹیلے پر کچھ آدمیوں کی قطار۔ ڈھانچے سایوں کی صورت دکھائی دیتے ہیں۔
ان لوگوں کے کاندھوں پر ایک لمبی رسّی جس کا دوسرا سرا ٹیلے کے نیچے ہونے کی
وجہ سے نظروں سے اوجھل ہے۔ اسی رسّی کی مدد سے جیسے کوئی بھاری چیز کھینچی جا
رہی ہے۔ سب سے آگے والا شخص، قطار کی طرف رُخ کر کے ہاتھوں سے بڑھنے کے
لیے اشارہ کرتا ہے! اور آواز بھی لگاتار رہتا ہے۔ آوازیں کچھ ایسی ہیں!....
"ہے سا!.... کھینچو بھئی!... ہے سا!... نیچے جھُک کر!... ہے سا!...
چلتا چل،... ہے سا!... تھوڑا اور ہے سا!" دوسرے کونے میں نٹی اور سُوتردھار
پر ہلکی ہلکی روشنی پڑنے لگتی ہے۔

نٹی : سوتردھار ! کون ہیں یہ لوگ جو اُفق کے سینے میں اُبھرتے ہیں بے چین خیالوں کی طرح ؟

سوتردھار : نٹی، یہ جُھکے ہیں بے چینی سے نہیں، محنت سے ! کیسی عجب پُوجا ہے یہ ؟

نٹی : کون ہے ان کا رہنما جس کی آواز کے آہنگ پر جلوس بڑھ رہا ہے ؟

سوتردھار : کون ہے پُوجا کا پروہت ؟ .... لیکن یہ لوگ تو رُکے نہیں، بڑھے جارہے ہیں، دُور ! کیا پرتھو ان پر حملہ نہیں کرے گا ؟

(قطار دُور جاکر اوجھل ہو جاتی ہے۔ تین عورتوں کی آمد۔ پہلی، ایک بھیانک مکھوٹا (ماسک) پہنے اپنے سر پر ایک گھڑا لیے ہے جس پر بھوچنڈی کی مورتی ہے۔ موہنجوڈاڑو کی مٹی سے بنی ہوئی ! اُس کے پیچھے دوسری عورت جس کے چہرے کو اُس کے بکھرے بال چُھپاتے ہیں۔ اس کے پیچھے تیسری عورت بھی مکھوٹا (ماسک) پہنے ہے اور چمٹے کی طرح کا ساز لیے ہوتے وہ اُسے ہلکے ہلکے بجاتی جاتی ہے)۔

نٹی : ادھر دیکھو، تین عورتیں ! آگے والی کے سر پر گھٹ اور ....

سوتردھار : .... بھوچنڈی کی مورتی ! یہی تو ہے بھوچنڈی ! ... اور اُس کے پیچھے بکھرے بالوں کے پیچھے کس کا مضطرب ہیجانی چہرہ چھپا ہے ؟ کون ہے یہ ؟

نٹی : یہ تینوں تو رُک گئیں ! مُورتی نیچے رکھ دی ؟ .... دیکھو، دیکھو ! یہ کیا ہو رہا ہے ؟

(گھڑے اور مُورتی کو بیچ میں رکھ کر تین طرف، تینوں عورتیں بیٹھ جاتی ہیں بالوں والی عورت کی پیٹھ تماشائیوں کی طرف ہے۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی ہے اور کمر سے اوپر اپنے بدن کو گھماؤ دے کر اسی طرح ہلاتی ہے جیسے گاؤں میں 'اوجھا' کے سامنے وہ عورت جس پر "دیوی چڑھتی" ہے۔ معاً اس کا عمل بڑھتا ہے بدن تیزی سے گھومتا ہے، چمٹے کی آواز بھی تیز ہو جاتی ہے اور تیسری عورت کی تالی کی آواز بھی)

سوتردھار : بھوچنڈی کی پُوجا ! .... چنڈی اُس عورت پر چڑھ گئی ہے اور وہ بے تحاشہ جھوم رہی ہے !

نٹی : تیز ! ... اور تیز ... بھیانک ہے یہ منظر ! پرتھو اکیلا اُس سمت بڑھ رہا ہے۔ بھوئیں تنی ہوتی ہیں۔ آنکھوں میں بجلی کی خاموش تڑپ ! ہاتھوں میں کھینچی ہوئی کمان، اُنگلیوں میں بے قرار

طوفان!

(عبادت کرنے والوں کی ہل چل تیز ہے۔ پرتھو اکیلا ٹیلے کی جانب بڑھتا ہے اور گرجتی آواز سے اس ہماہمی کو چیرتا ہوا بولتا ہے)

پرتھو: بند کرو! بند کرو یہ پشاچ لیلا!

(وہ لوگ رکتے ہیں نہ ہی اس سمت دھیان دیتے ہیں۔ پرتھو اور اوپر چڑھتا ہے)

بھوچنڈی تیری اجل آپہنچی!

(وہی ہماہمی ہے)

بھوچنڈی، تیرے ستائے ہوئے، مضطرب بھوکے پیاسوں کی آہیں تیرے شوروغل کو ڈبو دیں گی۔

(وہ لوگ اس پر بھی نہیں تھمتے)

فریبی عورت! تونے خوابوں کے جال سے میرے انتقام کے طوفان کو روکنا چاہا لیکن اب خبردار! (کمان کھینچتا ہوا) یہ تیر، تیری اجل!....

(اچانک دوسری عورت جو تماشائیوں کی جانب پیٹھ کیے ہے، جھومنا بند کرکے اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ معاً دونوں عورتیں اپنی اپنی آوازیں بند کردیتی ہیں۔ پرتھو، حیران ہوکر رک جاتا ہے! عورت مڑتی ہے، بال ہٹاتی ہے اور اس کے پرسکون، تغیر آشنا، پرافتخار چہرے کو روشنی اپنے گھیرے میں لیتی ہے)

پرتھو: تم!... تم اُروی!

اُروی: کرو میرا خون!... میرے ہی جسم میں تو دیوی سما گئی ہے! قتل کرو میرا!

پرتھو: دیوی؟... یہ ناگن مورتی؟ (گڑھے کے اوپر رکھی مورتی پر روشنی مرکوز ہو جاتی ہے) مکروہ چڑیل، جس کی..... جس کی... اُف!

اُروی: کہو! کہو! جس کی کوکھ میں سے درخت نکل رہا ہے.... ہاں! پرتھو! میں اسے ہی کہہ رہی ہوں —— دیوی! اچھی طرح دیکھو! پرتھو! یہ نہ پشاچنی ہے، نہ فریبی عورت۔ نہ ہی بھوچنڈیکا! یہ ہے —— ماں!

پرتھو : ماں !

اُروی : ماں ! مادرِ وطن، دھرتی ماتا ؟ ..... جننی جس کے بطن سے کیسی کیسی اولاد کا ظہور ہوتا ہے۔
ہریالی ! کوکھ سے نکلتا ہوا یہ ہرا بھرا پیڑ !

پرتھو : ہریالی ! (کچھ طنزیہ ہنسی) بہت خُوب اُروی ! ہریالی ! ..... آؤ میرا ساتھ دو ! ..... مَیں دکھاؤں گا تمہیں اس ماتا کے کرتُوت ! ..... ہریالی ؟ برہماورت میں اب ایک ہی رنگ ہے ـــــ بھُورے رنگ کی مٹی، بنا پتّیوں کے بھُورے پیڑ، دُھوپ اور سُوکھے سے مُرجھائے بھُورے مُکھڑے !

اُروی : پانی ؟

پرتھو : برستا ہے، لیکن ٹکتا نہیں !

اُروی : جڑی بُوٹی ؟

پرتھو : ملتی ہے لیکن اُن میں رس نہیں !

اُروی : جانور مویشی ؟

پرتھو : چرتے پھرتے ہیں مویشی، لیکن کہاں ہے دُودھ، گھی ؟

اُروی : مَیں جانتی تھی !

پرتھو : سب کچھ اُس نے اپنے گربھ میں کھینچ لیا ہے جسے تُم ماں کہتی ہو ! باہر بچا ہے مگر فاقہ زدہ اور مُفلس رعایا کا کرب !

اُروی : پرتھو، میں جانتی تھی کہ یہ سب ہونا ہے !

پرتھو : اس پر بھی آئی ہو یہاں ـــــ ان ٹیلوں کے درمیان بھیانک منتروں اور غم ناک علاحدگی کے ذریعے دیوتاؤں کی ریاضت کا قلع قمع کرنے کے لیے ؟

اُروی : نہیں !

پرتھو : آشرموں میں یگیہ کا دُھواں اُٹھتا ہے، لیکن اندر، کرون اَشونی کمار اور مَروُت، کوئی بھی دیوتا ہماری مدد نہیں کر پاتا !

اُروی : دیوتا !

پرتھو : (نہ جانے کن یادوں میں بھٹک جاتا ہے) ایک دن تھا کہ ہمالیہ کی وادیوں میں ویاس کے کنارے پر صبح کے تاروں کی چھاؤں میں میرے ساتھ تم بھی ان دیوتاؤں کا احترام کرتی تھیں !

اُروی : (بہکتی سی) تاروں کی چھاؤں میں !
پرتھو : یا جب اُگتے سُورج سے رقابت کرنے والا الہڑ چاند اپنی چاندنی کی چمک دمک کو سمیٹتا
نہیں تھا !
اُروی : الہڑ چاند !
پرتھو : بھُول گئی ــــــ اُروی ؟
اُروی : (خیالوں کی تیز طرار لہر، فوراً برف سی بن جاتی ہے) راجا پرتھو ! بھُولی ہوئی خوشبو کے
ڈورے چھوڑ دو !
پرتھو : (چونک کر) ایں !
اُروی : برہما ورت کے مہاراج پرتھو، تمہارے دیوتا اَدھورے ہیں !
پرتھو : (تھوڑی خاموشی کے بعد سخت لہجہ میں) اسی لیے کہ اس بھوچنڈی کے ملتھنوں سے جو زبردست
آندھی اُٹھتی ہے وہ دیوتاؤں کو اُترنے نہیں دیتی ...... میں اس کا خاتمہ کروں گا !
اُروی : نہیں، نہیں ! راجن ! تمہارے دیوتا اَدھورے ہیں اسی لیے آسمان کے دیوتا دھرتی ماں
کے کندھوں کے بِنا معذور رہیں گے۔ معذور، بے جان، بے ہمّت !
پرتھو : آریوں کے دیوتا بے ہمت ہیں، اور .... اور غیر آریوں کی یہ مفرور ماں طاقت ور ہے ؟
اُروی : تُم راجا ہو ! آریہ اور غیر آریہ، ناگ اور نشاد، سبھی کا تانا بانا ہی تو تمہارا شاہی لباس ہے !
انہیں ملاؤ گے تو سماج کا قیام مضبوط ہوگا۔ الگ رکھو گے تو سماج بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگا
اور دھرم بھی !
پرتھو : دھرم ! ... کیا تم جو مجنونانہ حرکت ابھی ابھی کر رہی تھیں ــــــ اور، اور ٹیلے کے اوپر
وہ چلتی ہوئی شکلیں۔ ایک کے پیچھے ایک جھکی ہوئی پرچھائیں ــــــ کیا وہ سب دھرم کا
اظہار ہے؟ .... اُروی ! ڈاکوؤں کے کھنڈر میں تمہاری عقل بھی بے حِس ہو گئی کیا ؟
اُروی : ہاں ! میں بے حِس ہوں کیوں کہ یہ زمین، یہ دھرتی بے حِس ہے اور میری نس نس میں راہ سما
گئی ہے ! .... میری بات تو سُنو، کیوں کہ میں وہ نہیں ہوں جسے تم نے ترکرت میں جانا !
میں دھرتی کی آواز ہوں۔ دھرتی جو بہت کچھ دیتی ہے، بہت کچھ سہتی ہے ....
پرتھو : دھرتی جس نے آج سب کچھ چھپا رکھا ہے ــــــ اناج، پانی، دولت، جس کا دل پسیجتا
نہیں، سینکڑوں بھُو کی رعایا کو دیکھ کر ــــــ جس کی بنجر کوکھ میں زندگی کا احساس نہیں ہے !

اُروی: جانتے ہو کیوں؟ .... راجن، میں بتاتی ہوں ...... (اُونچے ٹیلے پر سے اُفق کی سمت اشارہ کرتی ہے) وہ دیکھو! دُور دُور تک پھیلے ہوئے یہ ٹیلے، یہ ڈھلان، اُونچی نیچی زمین جو کہیں بھی ہموار نہیں ہے۔ جگہ جگہ پتھر اور سلیں! بارش ہوتی ہے، پانی گرتا ہے —— کبھی موسلادھار، کبھی بوچھاڑ، لیکن مٹی گیلی بھی نہیں ہو پاتی! سب بہہ جاتا ہے۔ پیداواری مٹی، اور مٹی کا دھن، کیوں کہ تم نے اور تمہاری رعایا نے زمین کو ہموار بنا کر اُپج کرنے کی کوشش ہی نہیں کی!

پرتھو: اُس کی ضرورت ہی کہاں پڑی؟ ہم لوگ تو ہر سال وَیشوانر آگ سے جنگل جلاتے ہیں! جلی ہوئی دھرتی پر فصل اگاتے ہیں!

اُروی: یگیوں سے جلی ہوئی مٹی کو فوراً بارش کا پانی بہالے جاتا ہے! تب ....

پرتھو: تب، پھر یگیہ، پھر مقدس آگ اور پھر نئی مٹی! یہی تو آریہ روایت ہے!

اُروی: جانتی ہوں۔ یہی آریہ روایت ہے! راجن، اسی لیے برہماورت میں سُوکھا ہے۔ قحط ہے۔ تم بھوچنڈی کا خون کرنے آئے ہو! لیکن مادرِ اَرضی کے جس پیڑ کو جلا جلا کر تم نے سوکھا ڈالا، اُس کی آواز تو سُنو! .... راجن! تم کہتے ہو دھرتی نے اپنا دھن چھپا رکھا ہے۔ وہ بیج کو ہڑپ کر لیتی ہے۔ وہ نہ ہریالی دیتی ہے نہ دودھ! .... لیکن خود تم لوگ کرتے کیا ہو؟... یگیوں کی آگ کی توصیف!

پرتھو: یگیہ کی آگ میں ہی تو اُپج ہے۔ میرا یہ بے نظیر ترکش یگیوں کا محافظ ہے۔

اُروی: راجن! سب سے بڑا یگیہ تمہیں اب کرنا ہے!

پرتھو: مجھے؟

اُروی: ہاں! اُٹھاؤ یہ ترکش اور اس کی مدد سے اُکھاڑو چٹانوں کو، اُونچے نیچے ٹیلوں کو ہموار کرو! کھیتوں میں پانی ٹھہرے گا! مٹی میں نمی آئے گی۔ ہریالی پھیلے گی۔ ریت سے رُکی ہوئی ندیوں کی دھارائیں پھر بہہ نکلیں گی... اور تب سب آرزوئیں پوری کرنے والی گائے کی دھرتی ماں کے تھنوں میں سینکڑوں انسانوں کے لیے دُودھ اُترے گا!

پرتھو: گائے! کون تھی وہ گائے جو خواب میں میرے سامنے آئی؟

اُروی: تو ماں نے خواب میں تمہیں درشن دیے راجن؟ کیا کہا؟

پرتھو: کیا کہا، کیوں کہا؟ —— یہی تو یاد نہیں!

اُروی : مَیں بتاتی ہُوں راجن ! دھرتی ماں نے کہا ہوگا ـــــ مَیں گائے ہوں لیکن مجھے دُہنے والا کہاں ہے ؟ اور میرے لیے بچھڑا اور دُہنے والا پُتر، جس میں میرے دُودھ کی دھار بس جمع ہُوں ؟ تُم راجہ ہو، رعایا کے رہ نما ہو۔ تمہاری شجاعت صرف جنگ اور تصادم میں ہی تو نہیں ہے۔ مَیں وَسُن دھرا ہُوں۔ مجھے دوّہ کر مطلوب اشیاء کو نکالنے میں بھی تمہارا تدبّر شامل ہے اور تمہاری رعایا کا دھرم ہے۔ تُم آریہ کُل کے پہلے راجا ہو، ہے راجن ! با عمل انسان بنو !

پرتھو : کیوں بھُول گیا یہ لفظ میں ؟ ... کیوں ؟ ... کیوں ؟

اُروی : اسی لیے تو ماں تمہیں یہاں کھینچ کر لائی ہے کہ تم دیکھ سکو کہ وہ جنہیں تم غیر آریہ کہتے ہو، ڈاکو کہتے ہو، جن کے شہروں کو تم نے کھنڈر بنا دیا ہے ـــــ وہ کیسے دھرتی کا دوہن کرتے ہیں ! تم نے دیکھا ؟

پرتھو : وہ جُھکی ہوئی شکلیں ؟

اُروی : ہاں ! وہ لوگ سرسوتی کی سُوکھی دھارا میں ایک آلہ کے ذریعے نہر کھود کر پانی نکال رہے تھے !

پرتھو : وہ ڈاکو !

(کَوش اور ایک دوسرے آدمی کی آمد۔ جس کے سر پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا ہے)

پرتھو : کَوش ......

کَوش : پرتھو راج ! آگئے !

پرتھو : مَیں تم سے جنگ کرنے آیا تھا، کَوش !

کَوش : جنگ ! (بھُوچنڈی کی مُورتی اُٹھاتا ہے۔ دوسرا آدمی پانی کو پہلے گھڑے میں ڈالتا ہے۔ کَوش مورتی کو الگ رکھ دیتا ہے۔ آدمی خالی گھڑے کو لے کر چلا جاتا ہے) اس وقت تو میرے خُون سے زیادہ تمہیں شاید وہ پانی زیادہ قیمتی لگے !

پرتھو : کَوش، اس دن تم نے میرا سپہ سالار بننے سے انکار کر کے ٹھیک ہی کیا ! لیکن آج ....

کَوش : میری فوج تم نے دیکھی ؟ سینکڑوں نے مل کر اُس آرے کو چلایا اور سرسوتی کی سُوکھی تہہ میں نہر کی لکیر کھنچ گئی !

پرتھو : تمہاری ریاضت پُوری ہوئی، کوش! سرسوتی کے بطن کے مقدّس پانی سے تم نے طہارت کی! آشرم میں مُنیوں کا مرکز تمہاری بڑی بڑائی کرے گا!

کوَش : مُنی؟ کیا مُنیوں کے منتری منڈل میں مجھے بٹھانا چاہتے ہو، راجن؟

پرتھو : منتری منڈل نہیں، انسانوں کی جماعت!

(اچانک ایک تیز روشنی ٹیلے کو روشن کرنے لگتی ہے۔ پرتھو کی آواز جیسے
اس روشنی کا عکس ہے اور کوش کے الفاظ اس کی خواہشوں کا مرکز۔ ہر ایک
جُملہ جیسے عزم و استقامت اور خوابوں کے جوش و خروش کا آیئنہ دار ہو)

کوَش، بھُومی رُوپ گائے کو دوہنے کے لیے اکثر مضبوط ہاتھ اُٹھیں گے۔ طرح طرح کے طریقوں سے دُودھ نکالیں گے۔ اناج کی قسم کا دُودھ میں دوہ لوں گا! ہل چلانے والا کسان بچھڑا ہوگا! ہاتھوں کی مُٹھیاں دوہنے کا ظرف ہوں گی!

کوَش : پانی کے دُودھ کو میں دوہوں گا! پیاسے کھیتوں کا بچھڑا ہوگا۔ ندی اور تالاب ظرف ہوں گے!

(جیسے دوہنے کی اقسام کا بیان ہوتا ہے، ویسے ویسے اُروی کے پیچھے ایک
ایک کرکے عورت یا مرد دائرہ بناتے ہوئے کھڑے ہوجاتے ہیں)

پرتھو : سونا، چاندی، تانبا، لوہا، دھاتوں کو بیوپاری دوہیں گے ــــ دست کاریوں اور صنعتوں کا بچھڑا ہوگا۔ زیورات کا ظرف ہوگا!

کوَش : حساس لوگ شراب کے رُوپ کے دُودھ کو دوہ لیں گے۔ مے خانے کا بچھڑا ہوگا۔ بنتِ شراب کا ظرف ہوگا!

پرتھو : عالم لوگ گرو کو بچھڑا بناکر، صدا کسی صورت کے ظرف میں وید کی صُورت کا دودھ دوہیں گے!

کوَش : کلاکار لوگ گنّدھروَ اپسراؤں کو بچھڑا بناکر کنول کے ظرف میں موسیقی اور حُسن کا دُودھ دوہ لیں گے!

پرتھو : کون نہیں ہوگا دوہنے والا؟ ہُنروَر سلیقہ شعار اور کم سواد، یزدان اور شیطان، مویشی اور جاندار، درخت اور پہاڑ! آؤ، وِشو رُوپ وَسوُندھرے! اپنی قوتِ بازو سے میں تجھے ہموار کروں گا۔ اپنے انسانی رُوپ سے سب کو ملاکر تیری لاانتہا دولت کو عالمِ انسانی کے لیے پیش کروں گا!

اُروی : گاؤ! گاؤ مُسرّت کا گیت کیوں کہ پرتھو راجا سُوکھے اور قحط کا گھیراؤ توڑ رہا ہے ــــ

(اُردوی کے پاس کھڑی عورت، مرد بہت ہی دھیمے لہجہ میں گیت کی دُھن، گنگنانا شروع کرتے ہیں)
سعی وعمل کا گیت کیوں کہ دھرتی کی لازوال دولت دوہنا شروع ہو رہی ہے! (گنگناہٹ بڑھتی
ہے) یقین کا گیت کیوں کہ پرتھو نے دھرتی ماتا کی مہک پہچان لی ہے اور اُسے نیا نام دے
رہا ہے —— پرتھوی! پرتھوی!
(گیت واضح ہو اٹھتا ہے)

کورس

نیلا تھا آسمان، نیلی خلا
نیلی جھیل میں کھِلی انجان، اَن دیکھی پیاری جوہی!
نشیلی تھی آنکھیں، رنگوں کے پنکھ
ناحق کِسی نے دیا ڈھک ——
اَن دیکھی پیاری جوہی!

رہی پھر تلاش، ٹوٹی نہیں لگن،
مٹی کی مہک ہو تو کیسی جُدائی
دھرتی کی مہک بسی میرے من میں
ان دیکھی پیاری جوہی!

(جُوں جُوں گیت تیز ہوتا ہے، توں توں ٹیلے پرے نمایاں اور دوسرے
اشخاص پر اندھیرا چھا جاتا ہے، البتہ پرتھو دکھائی دیتا ہے!
اور نیچے کونے میں سے ایک اور سایہ اُبھرتا ہے۔ یکایک اور دفعتاً
کورس گیت کی آواز کو چیرتی ہوئی اَرچنا کی آواز سنائی دیتی ہے)

اَرچنا: آریہ پُتر!.... آریہ پُتر! کہاں کھو گئے تھے آپ؟
پرتھو: کون، اَرچنا؟ میں یہاں ہُوں اَرچنا!
(سنگیت کم ہو گیا ہے)

ارچنا: آریہ پُتر! راجن!
پرتھو: آؤ! اُوپر آؤ! میں بھی مل گیا اور تمہاری سَکھی بھی!

اَرچنا : (بڑھتی ہوئی) سکھی !

پرتھو : اُروی ! ...

اُروی : اُروی ! (ٹھٹھک کر رُک جاتی ہے) نہیں ! نہیں ! (ہاتھوں سے مُنھ ڈھانپتی ہے) نہیں !

(سنگیت بند ہو جاتا ہے۔ اور اندھیرا)

(وقفہ)

(تھوڑی دیر کے بعد روشنی نٹی اور سُوتر دھار پر پڑتی ہے !)

سُوتر دھار : دو برس بیت گئے نٹی ! دو برس گئے !

نٹی : ہاں، سوتر دھار ! ان دو برسوں میں کیا سے کیا نہ ہو گیا !

سُوتر دھار : برہماورت کی سرزمین کی کایا پلٹ گئی ہے۔ زمین ہموار ہو گئی۔ مٹی کی مسیں بھیگیں ! کھیتوں میں دھان لہلہایا ! گاؤں بسے، قصبے اور پشوشالیہ بھی ! کانیں سونا اُگلنے لگیں !

نٹی : آشرم بھی تو دو ہو گئے !

سُوتر دھار : ہاں ! ایک اَترے مُنی کا اور دُوسرا اُشکر آچاریہ کا، دونوں کی حیثیت بڑھی، دولت بھی اور ....

نٹی : لالچ بھی !

سُوتر دھار : ایسا ہی ہوتا ہے نٹی ! لیکن بھرگ ونشی اور اَترے ونشی دونوں کی تشنگی کے لیے گنجائش ہے ! ... سرسوتی کی سوکھی دھار میں جو چھوٹی سی نہر کوش نے شروع کی تھی اس کا پھیلاؤ ہو رہا ہے اور دونوں ہی آشرموں کے سینکڑوں لوگوں کو کام ملا ہے !

نٹی : نہر کہاں تک کھُدے گی ؟

سُوتر دھار : وہاں جہاں درِش دوتی (گھاگراندی) کی دھار سے سرسوتی کا سنگم تھا !

نٹی : اور تب سدا کے لیے سرسوتی کو درِش دوتی سے پانی مِلتا رہے گا۔ نہر کے سہارے ہر موسم میں کھیت بھرپور رہ سکیں گے، ہر آشرم میں پاکیزگی کے منتر گونجیں گے !

سُوتر دھار : بشرطیکہ برسات میں درِش دوتی کی دھار سرسوتی سے مُنھ نہ موڑے !

نٹی : ایسا نہ کہو سُوتر دھار، ایسا نہ کہو !

سُوتر دھار : پیاز کی گانٹھ چھیلنے میں جیسے ایک کے بعد ایک تہہ نکالی جاتی ہے، ایسے ہی پرتھو کے سامنے مرحلے اُبھرتے جاتے ہیں !

کا جسم تھکا نہیں ہے!
نٹی : پرتھو کو چین نہیں ہے۔ پھر بھی اُس کا من رنجیدہ نہیں ہے۔ اس کا جسم تھکا نہیں ہے!
سوتر دھار : اس لیے کہ ہر مرحلہ اُس کے لیے چیلنج ہے اور ہر چیلنج کا سامنا کرتے وقت پرتھو کا تن من یگیہ کا اہل بن جاتا ہے۔ اس برسات سے پہلے اگر درِش دوَتی کی دھار کو موڑنے والا باندھ تیار ہو جائے تو پرتھو کا سوال یگیہ پُورا ہو جائے گا!
نٹی : پُورا ہوگا! تم نے ننانوے طریقوں سے دھرتی کو دوہا پرتھو! تمہارا سوّاں عمل بھی پُورا ہوگا۔ چکرورتی پرتھو!
سوتر دھار : چکرورتی!..... بِنا جنگوں کے چکرورتی! بِنا اشومیدھ کا چکرورتی!
(اسٹیج پر یکایک اُجالا۔ سمتھیشور میں پہلے ایکٹ کا پس منظر۔ پرتھو اور ارچنا! پرتھو کی مصروف اور مستعد صورت)
پرتھو : رانی، تم نے تو گرگ مُنی سے پرسوں کہہ دیا تھا کہ جتنے بھی آدمی اپنے آشرم کے آس پاس گاؤں سے جمع کر سکے، فوراً انہیں باندھ پر بھیج دیں!
ارچنا : جی!
پرتھو : عجب بات ہے کہ ابھی تک پہنچے ہی نہیں! اُروی اور کوش کے پیغام آرہے ہیں کہ فوراً تین سو آدمی بھیجو! وقت نہیں ہے۔ ہمالیہ سے بارش کی خبریں ملی ہیں۔ ادھر آسمان سے بُوندا باندی شروع ہو گئی ہے۔ باندھ کا تھوڑا ہی حصّہ بنا باقی رہ گیا ہے ایک ایک لمحہ کی تاخیر خطرے کو قریب لا رہی ہے۔ کیوں نہیں پہنچے لوگ؟
ارچنا : اُن کی کچھ مشکلیں ہیں؟
پرتھو : کِس کی؟
ارچنا : پِتا جی اور اَترے مُنی کی!
پرتھو : آتریا آشرم کے آس پاس کسان رعایا کی تو کمی نہیں!
ارچنا : اَترے مُنی نے سُنا ہے کہ باندھ پر کام کرنے کے لیے جو اناج کسانوں کو دیا جا رہا ہے اُس کی مقدار سے اُنھیں اطمینان نہیں!
پرتھو : کسے اطمینان نہیں؟ کسان رعایا کو یا آشرم والوں کو؟
ارچنا : شاید دونوں کو!
پرتھو : اسی لیے تو میں نے آشرم کو ہی اناج بانٹنے کا ذمہ دار بنا دیا تھا! اگر اناج کی مقدار کم

ہے تو اور دے دیں! آشرم کے ذخیرہ میں سے ہی دے دیں۔ میں پُورا کر دوں گا...
لیکن انھوں نے رعایا کو سمجھانے کی کوشش کی ہو تب نا؟....

ارچی: اَترے مُنی کی تقریریں بہت اثر انداز ہوتی ہیں!

پرتھو: لیکن کب؟... آج اُن سے کہوں کہ ایک بڑا جلوس نکالیے ــــــ ڈاکوؤں کے خلاف! تو دیکھنا کیسے جوشیلے کلمات میں اپنے علاقے کی رعایا کا احترام کرتے ہیں ــــ لیکن ہمارے سامنے تو چیلنج دوسرا ہی ہے!.... نہیں، اَیسے کیسے کام چلے گا؟.... شُکر آچاریہ سے کہتا ہُوں .... بھرگ ونشی آشرم سے ہی تین سو لوگوں کا انتظام کریں!

ارچی: کیا وہ ٹھیک ہوگا؟

پرتھو: کیوں؟

ارچی: آپ نے بھرگ ونشی آشرم کو ٹوکروں اور کُدالوں کے لیے ٹھیکہ دے رکھا ہے۔ اگر اُنہی کے کام گار کسانوں کی تعداد بھی باندھ پر بڑھادی گئی تو بھرگ ونشی آشرم کی آمدنی اور بھی بڑھ جائے گی!

پرتھو: آمدنی!.... ان آشرموں کو بس اپنی آمدنی کی فکر ہے!.... اور اگر یہ باندھ ٹھیک وقت پر پُورا نہ ہُوا تو؟... نہیں ارچی، تم اُن لوگوں کی وکالت مت کرو!.... مجھے کوش اور اُروی کی عقل مندی اور دُور اندیشی پر بھروسہ ہے۔ لیکن فوری... ان کے پاس کسان مزدور پہنچانے ہوں گے!

ارچنا: آپ خود بھی جائیے گا؟

پرتھو: بالکل!.... چلو تم بھی! اپنی سکھی سے ملی نہیں ہو اِتنے دنوں سے!

(جانے کو تیار ہو جاتا ہے)

ارچنا: سکھی!

پرتھو: (سوچتا ہوا۔ لَوٹ کر) کیا بات ہے ارچی؟.... تم اُداس ہی نہیں، بدلی ہوئی سی لگتی ہو!

ارچنا: آپ نہیں بدلے ہیں؟

پرتھو: کہیں بھی تو نہیں؟.... (پھر جیسے کچھ سمجھ کر، ہنستے ہوئے) اوہ! چاہتی ہو، بھُجاؤں میں بھجا رہے ــ پھُولوں کی ڈالی اور پیڑ!.... پگلی! (گال پر ہلکی سی چپت لگاتا ہے)....لیکن یہ یگیہ؟ سوّاں یگیہ؟

اَرچنا : جس کی قربانی دے رہی ہے ——— اُروی!

پرتھو : دیکھو تو سہی چل کر ——— اُروی اور کوش نے کیا کیا کیا ہے۔ ترقّی کے لیے وہ عظیم باندھ! ... جب وہ پُورا ہوگا اور باڑھ میں گرجتی درِش دؤتی کا پانی قابو میں لگے گا جگ کی طرح، آہستہ آہستہ سرسوتی کی نہر میں منتقل ہوگا ... (فوراً چونک کر) ... ارے! کتنی گھڑی بِتا دی ہیں میں نے باتوں میں! ... شکر آچاریہ سے فوراً تین سو کام گاروں کا انتظام کرانا ہے۔

(چلا جاتا ہے)

اَرچنا : ایک وقت تھا کہ اَن کُش میرے ہاتھوں میں تھا ... . کیوا، نہیں اُٹھتے میرے قدم؟ ...

(اَترے اور گرگ کی آمد)

گرگ : کیا کہا تم نے؟

ارچی : ہاں! .... وہ گئے ہیں شکر آچاریہ سے کہنے!

اترے : کیا؟ .... بھرگ ونشی آشرم سے تین سو مزدور جائیں گے؟

ارچی : یہی۔ کہنے گئے ہیں۔ بھرگ آشرم ہی کو ٹھیکہ ملے سامان تیار کرنے کا اور بھرگ آشرم کی ہی آمدنی بڑھائی جائے زیادہ سے زیادہ مزدور بھیج کر۔

گرگ : ارچی، تم نے سمجھایا نہیں!

اَرچنا : پِتاجی، میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتی۔ آریہ پتر فکر مند ہیں کہ آپ لوگوں نے ابھی تک مزدور نہیں بھیجے۔ باندھ پُورا نہیں ہُوا تو سوِاں یگیہ بھی پُورا نہیں ہوگا۔

(چلی جاتی ہے)

اَترے : بھرگ ونش کی فریب کاری کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے!

گرگ : ویسے ہم دو سو آدمیوں کو تو فوراً بھیج ہی سکتے ہیں!

اَترے : کوئی ضرورت نہیں! .... بلکہ ہم ان مزدوروں کو بھی واپس بُلا لیں جو اس وقت کام کر رہے ہیں!

(شکر آچاریہ کی آمد)

شکر آچاریہ : ضرور بُلا لیجیے!

گرگ : شکر آچاریہ! راجا تو سُنا ہے آپ ہی سے تین سو مزدوروں کی مانگ کرنے کے لیے گئے

ہیں!

شنکر آچاریہ: اِسی لیے تو میں ادھر چلا آیا!

اَترے: بھرگ ونش کی چال کو راجا کیا سمجھے گا لیکن ہم سمجھتے ہیں۔ شنکر آچاریہ! تین سو مزدوروں کو کم اُجرت دینا چاہتے ہیں!

شنکر آچاریہ: کیا بُرائی ہے! وہ سب اناج مزدوروں کے پاس تو پہنچتا نہیں ہے!.... اَترے مَیں سُنتا ہوں آپ کے آشرم کے ذخیرہ میں اب جگہ ہی نہیں ہے!

اَترے: آپ نے کتنی ٹوکریاں اور کدالیں پہنچائیں، شنکر آچاریہ؟ سُنا ہے، جنتی کے لیے آپ نے پیشگی لی تھی، اُس کی آدھی بھی نہیں پہنچائیں!.... اتنا سارا دھن ہضم کرنے کی اہلیت بھرگ ونشیوں میں ہی ہے آچاریہ!

گرگ: سُنیے، سُنیے! شنکر آچاریہ! اَترے منی.... یہ سب جھگڑا نپٹایا نہیں جا سکتا کیا؟

اَترے: ہو جانے دیجیے آج صاف باتیں!.... ہمیں کس بھانڈا پھوڑ سے ڈر ہے؟ ہمارا اَترِیہ آشرم عوام کی بھلائی کے لیے، عوام کے شانوں پر قائم ہے۔

شنکر آچاریہ: ہوں!.... کتنی جنتا کو آپ نے خرید رکھا ہے؟

اَترے: جنتا کو خریدنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ میری صدا کی چنگاری عظیم عالمِ انسانیت کو منوّر کر سکتی ہے!

شنکر آچاریہ: جانتا ہوں آپ آتش بیان مُقرّر ہیں، آپ کی زبان کی تیزی ہی میں تلوار کی دھار ہے لیکن اے مُقرّر! کیا اُس بڑے صنعت کار کے آگے آپ کی چل سکے گی؟

گرگ: کون؟

شنکر آچاریہ: راجا پرتھو' اور کون؟

اَترے: آپ چاہتے ہیں کہ میں بیٹھے بٹھائے راجا سے جھگڑا مول لوں اور آپ مزے سے تماشا دیکھتے رہیں؟ اتنی موٹی عقل کا نہیں ہوں!

شنکر آچاریہ: اَترے منی، تو میری تیز عقل کی بات دھیان دے کر سُنیے۔ پرتھو کو ہم نے دلاور، حوصلہ مند، اور دانش مند کے رُوپ میں جلوہ گر کیا لیکن وہ بن بیٹھا ہے صنعت کار! یہ وہ راجا نہیں ہے جس سے ہم نے کُشا کی گانٹھوں پر عہد لیے تھے، جس کے تیز تیروں سے سینکڑوں ڈاکو کٹ مرے تھے! وہ بھی نہیں جس نے ہمارا منتری منڈل بنایا!

گرگ : لیکن ہمارے آشرموں کی آمدنی بڑھ رہی ہے! دھن دولت تو ہمارے ہاتھ آ رہی ہے۔ فکر کیا ہے؟

شکر آچاریہ : گرگ منی، فکر؟ آتریہ آشرم اور بھرگ آشرم دونوں اچھی طرح سمجھ لیں کہ درِش دوتی کا یہ باندھ پورا ہوتے ہی سوویں یگیہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ راجا پرتھو! ہم لوگوں کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکے گا! اور ..... اُس کے منتری منڈل میں ہوں گے جنگھا پتر کوش اور ڈاکو لڑکی اُروی!

اَترے : (کچھ سمجھتا ہُوا) ہوں! ... آپ کا مطلب ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ اس کی جو شرطیں طے ہُوئی تھیں ....

شکر آچاریہ : جی، اُن شرطوں کی کیا قدر ہوگی اس کی نظروں میں جب وہ عوام کے ذریعے سے چُنا ہوا راجا بنے گا؟

گرگ : عوام کے ذریعے سے چُنا ہوا؟

اَترے : لیکن اگر اس وقت راجا کے خلاف ہم لوگ آواز اُٹھائیں بھی تو کس برتے پر؟

شکر آچاریہ : آواز اٹھانے کا موقع آئے گا بعد میں اور اُس وقت پھر سے آپ کی طرار تقریروں کی ضرورت ہوگی، آچاریہ اَترے! لیکن اس وقت فوراً ایک بات طے ہو جائے!

اَترے : بتائیے!

شکر آچاریہ : ہم دونوں ہی کے کسان مزدور اور کاری گر باندھ کے کام میں ڈھیل ڈال دیں!

گرگ : لیکن ... لیکن باندھ نہیں بن پایا تو درِش دوتی، سرسوتی سے ہٹ کر سدا کے لیے جمنا کی سمت مُڑ جائے گی!

شکر آچاریہ : ہوسکتا ہے!

گرگ : اس کے معنی تو ہوں گے کہ اتنی محنت سے سرسوتی کی دھار میں پانی رواں کرنے کے لیے جس نہر کو بنایا گیا ہے، ــــــ وہ خشک رہ جائے گی!

شکر آچاریہ : رہے خشک! آچاریہ گرگ! .... صاف بات ہے۔ آپ، دو میں ایک بات چُن لیجیے! اپنے خاندان، کنبہ، لڑکی ارچنا اور آشرم کا مُستقبل یا سرسوتی کی دھارا میں پانی جس کا فائدہ ہوگا بس چھوٹے موٹے کسانوں، نشادوں اور بچے کھچے ڈاکوؤں کو!

گرگ : (اٹکتا ہُوا) اگر دونوں ہی باتیں ہو پائیں؟

اَترے : نہیں ہو سکتیں، گرگ ! ... شکر آچاریہ ٹھیک کہتے ہیں۔ سرسوتی کو خشک ہونا ہی ہے۔ وہ ندی نہیں رہی - ایک ٹھٹھری ہے جسے ہم رشی منیوں کے آشرموں کی بدولت ہی اتنی عزت ملی ہے .....

شکر آچاریہ : لیکن اب .... اب تو ہمارے آشرموں کا مستقبل سرسوتی کے کنارے سے وابستہ نہیں، مشرق میں پھیلے ہوئے میدانوں سے ہے۔ وہیں جلے گی ہمارے ہَون کی آگ۔ ہمارے منتروں کی اگنی! اگر پرتھو کو راجا بنے رہنا ہے تو دلشیونر آگ کے آگے آگے چلے، فوج آراستہ کر کے اپنی شجاعت کا پرچم لہراتا ہُوا!

گرگ : تو پھر؟

شکر آچاریہ : چلیے ابھی اور چپ چاپ باندھ کے کام میں تاخیر کرائیے۔ نئے مزدوروں کے گروہوں میں بھی کمی کیجیے!

اَترے : ٹھیک! ....

(جانے کے لیے بڑھتے ہیں کہ سامنے سے راجا کا آنا۔ ہاتھ میں کدال جسے کندھے پر لٹکائے ہوتے ہے خوشی اور عقیدے کے اعتماد کے ملے جلے جذبات)

پرتھو : ارچنا! میرا گھوڑا تیار کراؤ! .... میرا .... (تینوں کو دیکھ کر) ارے، آچاریو آپ لوگ یہاں ہیں؟

گرگ : راجن، آپ کے کاندھے پر ....

پرتھو : ہاں! میرے کاندھے پر ترکش نہیں کدال ہے۔ اس وقت میرا شاہی نشان یہی ہے کیوں کہ میری رعایا نے مجھے اسی رُوپ میں تسلیم کیا ہے!

اَترے : کون سی رعایا؟

پرتھو : آپ کے آشرم کے قریب کے کسان، مزدور، اَترے منی! اور آپ کے بھی شکر آچاریہ! آپ دونوں بہت فکرمند تھے - وہ سب لوگ فوراً تیار ہو گئے باندھ کو پُورا کرنے کے لیے۔ مَیں نے کدال اُٹھائی کہ پانچ سو ہاتھوں میں کدالیں نظر آئیں۔ مَیں نے مٹی ڈھونے کے لیے ٹوکری پکڑی کہ پانچ سو سروں پر ٹوکریاں مُکٹ کی طرح سج گئیں!

شکر آچاریہ : (تعجّب سے) پانچ سو مزدور!

پرتھو : اور بھی پانچ سو تیار ہیں! .... وہ لوگ چل بھی دیے باندھ کی جانب! ہم لوگ پہنچتے ہی

کام ہی کام میں ہاتھ لگا دیں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے باندھ پورا ہو جائے گا .... اور تب
ہم لوٹیں گے سرسوتی کی نئی بہتی دھارا کے ساتھ ساتھ! (گھوڑے کی ٹاپ) یہ لیجیے میرا
گھوڑا آپہنچا! .... ارچنا! .... ارچنا!! (سوت اور ماگدھ کی آمد) کون؟

گرگ: سوت، ماگدھ؟

پرتھو: تم باندھ چھوڑ کر کیسے آئے، سوت ماگدھ؟

سوت: ہم لوگ گھوڑے دوڑاتے آتے ہیں کیوں کہ .... کیوں کہ آپ کو جلدی خبر کرنے کے لیے
مہاراج!

پرتھو: کیسی خبر؟

ماگدھ: باندھ نہیں رہا، مہاراج!

پرتھو: (گرجتے ہوئے) کیا؟

گرگ: کیا کہہ رہے ہو ماگدھ!

ماگدھ: ہمالیہ میں گھنگھور بارش کی وجہ درِش دوتی اور جمنا میں زبردست طوفانی باڑھ آئی! باندھ
کے صرف ایک حصے میں مٹی ڈالنی باقی تھی۔ اگر ایک سو آدمی بھی اور ہوتے تو باندھ پورا ہو
جاتا اور ٹوٹنے کی نوبت نہ آتی!

پرتھو: باندھ .... ٹوٹ گیا!

سُوت: درِش دوتی مڑ گئی جمنا کی سمت .... اور نہر سوکھی پڑی ہے!

پرتھو: نہر... سوکھی ... پڑی ہے!

سُوت: صرف سو آدمی اور ہوتے ....

پرتھو: (جیسے زندگی لوٹ آتی ہے) سو نہیں، پانچ سو آدمی جا رہے ہیں اور میں بھی! اُروی اور
کوش کے اشارے پر پھر کام چل نکلے گا! .... من مانی ندی کی دھار، تجھے پھر مڑنا ہوگا سرسوتی
کی سمت!

ماگدھ: کوئی اشارہ نہیں دے سکے گا، مہاراج!

گرگ: مطلب؟

ماگدھ: اُروی کگار پر کھڑی ہوئی مزدوروں کو سہارا دینے کے لیے رسّی پھینک رہی تھی! طوفانی
لہروں کے ساتھ زور سے آتا ہوا پانی ٹکرایا اور کگار گر گیا!

شوت : اُروی ڈوبنے لگی ! پلک جھپک کی دیر تھی کسی بہت بڑی چمک دار مچھلی کی طرح کوش کود پڑا اُسے بچانے کے لیے ! ہماری سانسیں واپس آئیں !

ماگدھ : لیکن کتنی دیر کی ؟ ... دوسرا اگار کوش کے اوپر ہی ٹوٹا ! .... دونوں آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، مہاراج !

پرتھو : اُروی .... اور .... کوش ! (مبہوت سا) دونوں .... دونوں ! ....!!

(کدال ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے - ارچنا آتی ہے)

ارچنا : آریہ پتر ! (کچھ دیر خاموش - منی لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)۔

شکر آچاریہ : (صاف آواز لیکن رُک رُک کر) دیوی ! مہاراج پرتھو کو تسکین مت دو ! .... انھیں ہتھیار پہناؤ ——— ترکش، ڈھال اور تلوار !

اَترے : مشرق میں دشمن سر اُٹھا رہے ہیں - آپ کی جرأت مندی کی پھر ضرورت ہے، راجا پرتھو ! وَلینیشور، اگن کے آگے آگے چلو ! چکرورتی کی راہ پر - جنگلوں کو جلاتے ہوئے دشمنوں کا خاتمہ کرتے ہوئے ! .... دلاور پرتھو !

شکر آچاریہ : (کچھ خاموشی کے بعد) آچاریہ آیئے ! ہم لوگ باہر چلیں ! آؤ سُوت ماگدھ !

(پرتھو اور ارچنا کو چھوڑ کر سب کے سب باہر جاتے ہیں - تھوڑی دیر خاموشی - تاریکی کے گھیرے میں پرتھو اور ارچنا پر روشنی ٹکی ہے - دھیرے دھیرے ارچنا، پرتھو کے کاندھے پر پہلے ترکش اور پھر کمان لٹکاتی ہے - پرتھو اس کی سمت لمحہ بھر کو دیکھتا ہے اور پھر اس کی جانب پیٹھ کر کے تھوڑا دُور ہٹ جاتا ہے - اس کا 'پروفِل' ہی دکھائی دیتا ہے)

پرتھو : ارچنا ! .... تھوڑی دیر کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دو گی ؟

ارچنا : جتنی دیر آپ چاہیں، آریہ پتر !

(اُلٹے پیر چلی جاتی ہے - تھوڑی دیر خاموشی)

پرتھو : (کمان پر ہاتھ پھیرتا ہوا) ٹھیک ہی تو ہے ! .... میں شہنشاہ پرتھو، آریوں کا پہلا راجا ! میرا یہی سرُوپ تو صدیوں بعد یاد کیا جائے گا - ترکش سے آراستہ بدن، تلوار کی چمک سے مزیّن چہرہ - دشمنوں کو دہلانے والے زبردست لہجہ کا قانون ساز ! دلاور فاتح ! ڈاکوؤں کا خاتمہ کرنے والا - رعایا کا منصف ! مُنیوں کا پالک ! ——— پرتھو !! .... لوگ کہیں گے

پرتھوا وتار تھا! .... اوتار .... لیکن اس گھوٹے کے نیچے محنت کے پسینے سے چمکتا
چہرہ کون جانے گا؟ ان ہاتھوں میں کدال کی گرفت کو کون سمجھے گا؟ کسے دھیان ہوگا کہ
دھرتی کو ہموار بنا کر اسے دوہنے والے ہاتھ کون سے تھے؟ پرتھوی! ... پرتھو کی پرتھوی!
.... کون سمجھے گا ان الفاظ کو؟ ... (ٹیلے پر چڑھ جاتا ہے اور اوپر کی طرف نظریں کرتا ہے)...
او دیوتاؤں کے دیوتا، تو جسے یگیہ پُرش کہا جاتا ہے —— تُو جسے کائنات کا کارساز کہا
جاتا ہے - تُو پرم برہما! .... میں جانتا ہوں کہ شکتی تیری نہیں میری ہے! —— پھر
بھی تیرے آگے ہاتھ پھیلتا ہے! ہزاروں ٹہنیاں اور شاخیں کسی آسمانی شجر پر پھیلی ہیں
میری نگاہیں کائنات کے اُس لازوال پھل پھول والے پیڑ سے ہٹا دے! زمین پر جو
فرسودہ پُرانے پتّے بکھرے ہیں انہی میں تلاش کرنے دے، اُسے جو میری رفیقۂ حیات تھی،
میری رُوح تھی ... اور ... اور ... تھی میری ماں! ... اُروی، ماں ... ماں!
(رُندھی آواز، دھیمی پڑتی ہے، کرب کا اظہار کرتی ہے) ماں!

(اندھیرا —— روشنی نٹی اور سُوتر دھار پر)

نٹی : (گہری سانس لیتی ہوئی) یگوں کے آنگنوں میں اس آواز کی گُونج اَن سُنی طور سے سنائی دیتی رہی
سُوتر دھار!

سُوتر دھار : (کچھ چُپ کے ساتھ) نٹی، مجھے اپنی ریاضت پُوری کرنی ہے۔ یاد ہے، اتھروویدکی وہ
حمد —— ؟

نٹی : زمین کی حمد؟

سُوتر دھار : سناؤ تو ....

(نٹی بلند آواز میں گاتی ہے اور اس کے مطابق ہی
سُوتر دھار ترجمہ سُناتا جاتا ہے)

نٹی : وشنو بھرا، وسودھانی پرتیشٹھا، ہرنیہ وکھشا جگ تو نِویشنی ولشنوَرن وِبھرتی بھومی رگنن
اِندر رِشبھا دروِنے نو ددھاتُو!

سُوتر دھار : اے کائنات کی نشو و نما کرنے والی، رتنوں کی کان، سونے سے بھرپُور مادرِ وطن، تم پر
عالم کا انحصار ہے۔ ہمارے طمانیت بھرے من سے دوہن کرو!

نٹی : یتے مدھین پرتھوی بیچ نمبھین یا ست اُرجت نو سنبھوو !
تاسو نو دھیہا بھمن ۔ پو سو ماتا بھومی، پترو اہن پرتھو یانہ !

سُوتردھار : زمین کے مرکز سے جو طاقت، جو شکتی نکلتی ہے اُس احساس و شعور کے بادِ جانفزا سے
میں بھی متحرک ہو جاؤں ! دنیا کے آسمان میں خیالوں کے بادل منڈلاتے ہیں، میں بھی ان
کے پانی سے بھیگ جاؤں ۔ دھرتی ماتا ہے اور میں اس سرزمین کا پُتر ہوں !

(اندھیرا)

آدھے اُدھورے

موہن راکیش

کردار

ک۔س۔و: (کالے سوٹ والا آدمی) جو مرد نمبر ایک، مرد نمبر دو، مرد نمبر تین اور مرد نمبر چار کے کرداروں میں بھی جلوہ گر ہوتا ہے۔ عمر لگ بھگ اُنچاس، پچاس سال۔ چہرے کی طمانیت میں طنز سا ہے!

مرد نمبر ایک کے رُوپ میں لباس: پتلون، قمیض۔ زندگی سے اپنی لڑائی ہار چکنے کا اضطراب لیے ہوئے!

مرد نمبر دو کے رُوپ میں پہناوا: پتلون اور بند گلے کا کوٹ، خود سے مطمئن ہوتے ہوئے بھی تذبذب!

مرد نمبر تین کے رُوپ میں پتلون اور ٹی شرٹ پہنے ہوئے، ہاتھ میں سگریٹ کا ڈبّہ ہے اور لگاتار سگریٹ پیتا ہے۔ آسائش اور آرام میں جینے کی نمائش پُورے زور شور سے کرتا ہے!

مرد نمبر چار کے رُوپ میں پتلون کے ساتھ پُرانی کاٹ کا لمبا کوٹ ہے۔ چہرے سے بزرگ ہونے کا خاص احساس ہے، اس کے ساتھ ہی کائیاں پن بھی جھلکتا ہے۔

عورت: عمر چالیس سال کے آس پاس۔ چہرے سے شباب کی چمک اور چاہ پھر بھی نمایاں ہے۔ بلاؤز اور ساڑھی، معمولی ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ ذوق کی غمازی کرتی ہے۔ دوسری ساڑھی خاص تقریبوں کے لیے ہے!

بڑی لڑکی: عمر بیس سال سے زیادہ نہیں ہے۔ مزاج میں حالات سے مقابلہ کرنے کا عزم اور بے قراری۔ کبھی کبھی اپنی عمر سے بڑھ کر بڑا پن ظاہر کرتی ہے ـــــــ ساڑھی ماں کی طرح سیدھی سادی ـــ پوری شخصیت میں ایک طرح کا بکھراؤ ہے!

چھوٹی لڑکی : عمر بارہ اور تیرہ سال کے درمیان - وطیرہ، انداز اور چال ہر طرح سے بغاوت جھلکتی ہے - چُست فراک ہے لیکن ایک موزے میں سُوراخ بھی ہے !

لڑکا : عمر اکیس سال کے لگ بھگ ہے، پتلون کے اندر دبی ہوئی بھڑکیلی بش شرٹ دُھل دُھل کر گھِس گئی ہے، چہرے سے عجب سی تلخی جھلکتی ہے جو ہنسی میں بھی نمایاں ہو ہو جاتی ہے - وسط آمدنی والا نچلے درمیانی طبقہ کی سطح (درجے) کا ایک گھر -

سب صورتوں سے اور حالتوں میں استعمال ہونے والا کمرہ جس میں اس گھر کے ماضی کے کئی ایک ٹوٹتے ہوئے آثار ——— صوفہ سیٹ - ڈائننگ ٹیبل - کبارڈ اور ڈریسنگ ٹیبل وغیرہ ——— کسی نہ کسی طرح سے اپنے لیے جگہ بنائے ہوئے ہیں - جو کچھ بھی ہے وہ اپنی ضرورتوں کے عین مطابق نہ ہونے پر بھی کمرے کی حدود کے موافق سا لگتا ہے - ایک چیز کا دوسری چیز سے رشتہ ماضی کے تقاضوں کے سبب تقریباً ٹوٹ چکا ہے پھر بھی یوں لگتا ہے کہ وہ سہولت کئی طرح کی بے اطمینانیوں سے سمجھوتہ کر چکی ہے بلکہ کچھ بے اطمینانیوں میں ہی سہولت تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ———

سامان میں ایک تپائی - کہیں ایک دو موڑھے - کہیں پھٹی پُرانی کتابوں کی شیلف اور کہیں پڑھنے کی ایک میز کرسی بھی ہے - گدّے، پردے، میز پوش اور پلنگ پوش اگر ہیں تو اس طرح گھِسے، پھٹے یا سِلے ہوئے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا نہ ہونا کیوں ہونے سے بہتر نہیں تھا -

تین دروازے تین طرف سے کمرے میں جھانکتے ہیں - ایک دروازہ کمرے کو پچھلے احاطے سے جوڑتا ہے، ایک اندر کے کمرے سے اور ایک باہر کی دُنیا سے - باہر کا ایک راستہ احاطے سے ہو کر بھی جاتا ہے - رسوئی گھر میں بھی احاطے سے ہو کر جانا پڑتا ہے - پردہ اٹھنے پر سب سے پہلے چائے پینے کے بعد ڈائننگ ٹیبل پر چھوڑا اَدھ ٹوٹا ٹی سیٹ جھلکتا ہے - پھر کئی پُرانی کتابیں اور ٹوٹی کرسیاں وغیرہ ایک ایک کر کے روشن ہونے لگتی ہیں - کچھ سیکنڈ کے بعد روشنی صوفے کے اس حصّے پر مرکوز ہو جاتی ہے جہاں بیٹھا کالے سوٹ والا آدمی سگار کے کش کھینچ رہا ہے ———

اس کے سامنے روشنی کچھ محدود ہو رہی ہے لیکن بیچ بیچ میں کبھی یہ کونہ اور کبھی وہ کونہ روشن ہو اُٹھتا ہے -

○
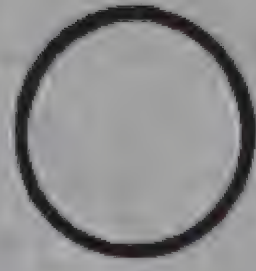
ک۔س۔و : (کچھ لاپرواہی سے سگار کی راکھ جھاڑتا ہے) پھر ایک اور بار۔ پھر سے وہی شروعات
[جیسے کوشش سے اپنے آپ کو کسی ذمہ داری اور فرض کے لیے تیار کر کے صوفے سے
اُٹھ پڑتا ہے]
میں نہیں جانتا کہ آپ کیا سمجھ رہے ہیں، میں کون ہُوں اور امید کر رہے ہیں کہ میں کچھ کہنے والا
ہوں۔ آپ سوچ رہے ہوں کہ میں اس ناٹک میں کوئی خاص اکائی ہوں۔ اداکار، پیش کار،
منتظم یا کچھ اور! لیکن میں اپنے بارے میں حتمی طور پر کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ بالکل اسی طرح
سے جیسے کہ اس ناٹک کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا کیوں کہ یہ ناٹک بھی میری طرح
غیر مطمئن ہے۔ غیر مطمئن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ.... لیکن وجہ کی بات کرنا بے کار ہے۔
ہر چیز کی کچھ نہ کچھ وجہ ہوتی ہے حالاں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو وجہ ظاہر کی جائے حقیقت
میں بھی وہی وجہ ہو! اب جب کہ مجھے اپنے آپ سے ہی اطمینان نہیں ہے تو اور کسی چیز
کے سبب اور بے سبب ہونے سے کیسے مطمئن ہو سکتا ہوں۔
(سگار کے کش کھینچتا، پل بھر سوچتا ہُوا، کھڑا رہتا ہے)
میں اصل میں کون ہوں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا سامنا کرنا ادھر آکر میں نے
چھوڑ دیا ہے۔ جو میں اس سٹیج پر ہوں وہ یہاں سے باہر نہیں ہوں اور جو باہر ہوں.....
خیر! اس میں آپ کی کیا دل چسپیاں ہو سکتی ہیں کہ میں یہاں سے باہر کیا ہوں؟ شاید اپنے
بارے میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ سڑک کے فٹ پاتھ پر چلتے چلتے آپ اچانک جس آدمی
سے ٹکرا جاتے ہیں وہ آدمی میں ہوں۔ آپ صرف گھُور کر مجھے دیکھ لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ
کوئی مطلب نہیں رکھتے کہ میں کہاں رہتا ہوں؟ کیا کام کرتا ہُوں؟ کس کس سے ملتا ہوں
اور کن کن حالتوں میں جی لیتا ہُوں؟ آپ کو اس سے مطلب نہیں کیوں کہ مجھے بھی آپ سے
کوئی مطلب نہیں ہے۔ ٹکرانے کے لمحے میں آپ میرے لیے وہی ہوتے ہیں جو میں آپ کے
لیے ہوتا ہوں۔ اس لیے جہاں اس وقت میں کھڑا ہوں وہاں میری جگہ آپ بھی ہو سکتے تھے۔
دو ٹکرانے والے اشخاص ہونے کے ناطے آپ میں اور مجھ میں بہت بڑی یکسانیت ہے۔
یہی یکسانیت آپ میں اور اس میں، اس میں اور اُس دوسرے میں۔ اُس دوسرے میں

اور مجھ میں ۔۔۔۔ بہر حال حساب کی اس پہیلی میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ بات اتنی ہی ہے
کہ میں کسی نہ کسی طور پر خود ہی ہر ایک شخص ہوں اور یہی سبب ہے کہ ناٹک کے باہر
ہو یا اندر، میری کوئی بھی خصوصی صورت نہیں ہے!

(کمرے کے ایک حصّے سے دوسرے حصے میں ٹہلنے لگتا ہے)

میں نے کہا تھا۔ یہ ناٹک بھی میری ہی طرح غیر مطمئن ہے۔ اس کا سبب بھی یہی ہے
کہ اس میں میں ہوں اور میرے ہونے سے ہی اس میں سب کچھ موجود اور مفقود رہتا ہے
ایک خاص کنُبہ، اس کے مخصوص حالات۔ کنُبہ دوسرا ہوتا تو اپنے حالات بدل جاتے ہیں
مگر میں وہی رہتا ہُوں۔ اسی طرح ہی سب کچھ اس میں موجود ہوتا ہے۔ اس کنُبے کی
عورت کی جگہ کوئی دوسری عورت کسی دوسرے ہی ڈھب سے مجھے جھیلتی —— یا وہ
عورت مجبوراً مجھے جھیلتی یا وہ عورت میری صورت لے لیتی اور میں اُس کا رُوپ لے کر
اُسے جھیلتا ہُوں۔ ناٹک آخر تک پھر بھی اتنا ہی مبہم بنا رہتا ہے۔ اور یہ فیصلہ کرنا اتنا
ہی کٹھن ہوتا ہے کہ اس میں نمایاں رول کس کا تھا —— میرا، اس عورت کا، حالات کا
یا تینوں کے بیچ سے اٹھنے ہوئے کچھ سوالات کا!

(پھر تماشا بینوں کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ سگار مُنھ میں لیے
پل بھر اُوپر کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ پھر 'ہنہ' کہہ کر ہی سگار
منھ سے جُدا کرتا ہے اور اس کی راکھ جھاڑتا ہے)

مگر ہو سکتا ہے میں ایک مبہم ناٹک کا مبہم کردار ہونے پر صفائی پیش کر رہا ہوں۔ ہو سکتا
ہے کہ یہ ناٹک مخصوص رُوپ لے سکتا ہو۔ کن کن کرداروں کو نکالنے سے یا دو ایک کردار
اور جوڑنے سے۔ کچھ منظر بدلنے سے۔ کچھ حصّے حذف کرنے سے۔ کچھ حصّے بڑھا دینے سے۔
یا حالتوں میں تھوڑا ہیر پھیر کر دینے سے۔ ہو سکتا ہے آپ پُورا ناٹک دیکھنے کے بعد، یا اس
سے پہلے ہی کچھ مشورے دے سکیں اس سلسلے میں۔ اس مبہم کردار سے آپ کی ملاقات اس
دوران میں کتنی بار ہو گی!

(عورت باہر سے احاطے کے دروازے سے کمرے
میں داخل ہو جاتی ہے)

عورت: (تھکن نکالنے کے سے انداز میں) اوہ ہو، اہو، ہوہ (کچھ بے بسی کی حالت میں) پھر گھر میں کوئی نہیں!

(اندر کے دروازے کی طرف دیکھ کر) کہنی! یہاں ہوگی ہی نہیں، جواب کہاں سے دے؟ (تپائی پر پڑے بیگ کو دیکھ کر) یہ حال ہے اس کا! (بیگ کی ایک کتاب اٹھا کر) پھر پھاڑ لائی ایک اور کتاب! ذرا شرم نہیں آتی کہ روز روز کہاں سے پیسے آسکتے ہیں نئی کتابوں کے لیے! (صوفے کے پاس آکر) اور اشوک بابو یہ کمائی کرتے رہے ہیں دن بھر! (تصویریں اٹھا کر دیکھتی ہے) ایلزبتھ ٹیلر.... آڈی ہے برن.... شرلے میکلین....! زندگی کاٹ رہے ہیں ان تصویروں کے ساتھ!

(تصویریں واپس رکھ کر بیٹھنے ہی لگتی ہے کہ نظر جھولتے پاجامے پر جا پڑتی ہے)

(اس طرف جاتی ہے) بڑے صاحب وہاں اپنی کارگذاری کر گئے ہیں!

(پاجامے کو مُردہ جانور کی طرح اٹھا کر دیکھتی ہے اور کونے میں پھینکتے پھینکتے اُسے ایک جھٹکے سے تہہ کرنے لگتی ہے)

دن بھر گھر پر رہ کر آدمی اور کچھ نہیں تو اپنے کپڑے تو ٹھکانے سے رکھ ہی سکتا ہے۔

(پاجامہ قریب ہی رکھنے سے پہلے ڈائننگ ٹیبل پر پڑے چائے کے سامان کو دیکھ کر اور غصّے ہو جاتی ہے۔ پاجامے کو کرسی پر پٹک دیتی ہے اور پیالیاں وغیرہ ٹرے میں رکھنے لگتی ہے)

اتنا تک نہیں کیا کہ چائے پی ہے تو برتن رسوئی میں رکھ آئیں۔ میں ہی آکر اٹھاؤں تو اٹھاؤں ....

(ٹرے اٹھا کر احاطے کے دروازے کی طرف بڑھتی ہے کہ مرد نمبر ایک اُدھر سے آجاتا ہے۔ عورت ٹھٹھک کر سیدھے اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہے لیکن وہ اس سے آنکھیں بچاتا پاس سے نکل کر تھوڑا آگے آجاتا ہے)

مرد نمبر ایک: آگئیں دفتر سے؟ یوں لگتا ہے کہ آج بس جلدی مل گئی!

عورت: (ٹرے واپس میز پر رکھتے ہوئے) یہ اچھا ہے کہ دفتر سے آؤ تو کوئی گھر پر نظر ہی نہیں آئے! کہاں چلے گئے تھے تم؟

مرد نمبر ایک: کہیں نہیں! یہیں باہر تھا! ارکیٹ میں!

عورت: (اس کا پاجامہ ہاتھ میں لے کر) پتہ نہیں یہ کیا طریقہ ہے اس گھر کا؟ روز آنے پر پچاس چیزیں

یہاں وہاں بکھری ملتی ہیں!

مرد نمبر ایک: (ہاتھ بڑھا کر) لاؤ، مجھے دے دو!

عورت: (پاجامے کو جھاڑ کر پھر تہہ کرتے ہوئے) اب کیا دے دوں؟ پہلے خود بھی تو دیکھ سکتے تھے!

(گھٹنے ہی رکھے کبارڈ کھول کر پاجامے کو جیسے اس میں قید کر دیتی ہے۔ مرد نمبر ایک، یونہی اِدھر اُدھر دیکھتا ہے، پھر ایک کرسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ لیتا ہے)

(کبارڈ کے پاس آکر ٹرے اٹھاتی ہے) چائے کس کس نے پی تھی؟

مرد نمبر ایک: (مجرم کے سے لہجے میں) اکیلے میں نے!

عورت: تو اکیلے کے لیے کیا ضروری تھا کہ پوری ٹرے کی ٹرے ..... بنی کو دودھ دے دیا تھا؟

مرد نمبر ایک: وہ مجھے دکھی ہی نہیں اب تک!

عورت: (ٹرے لے کر چلتی ہے) دکھے تب نا، جو گھر پر رہے کوئی!

(احاطے کے دروازے سے ہو کر پیچھے رسوئی میں چلی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک ایک لمبی 'ہوں' کے ساتھ کرسی کو جھلانے لگتا ہے۔ عورت آنچل سے ہاتھ پونچھتی رسوئی سے واپس آتی ہے)

مرد نمبر ایک: میں بس تھوڑی دیر کے لیے ہی نکلا تھا باہر!

عورت: (اور چیزوں کو سمیٹنے میں محو) مجھے کیا پتہ، کتنی دیر کے لیے نکلے تھے۔ وہ آج پھر آئے گا ابھی کچھ دیر میں۔ تب تو گھر پر رہو گے تم؟

مرد نمبر ایک: (ہاتھ روک کر) کون آئے گا؟ سنگھانیا؟

عورت: اُسے کسی کے یہاں کھانا کھانے آنا ہے اِدھر! پانچ منٹ کے لیے یہاں بھی آئے گا!

(مرد نمبر ایک اسی طرح 'ہوں' کے ساتھ کرسی جھلانے لگتا ہے)

مجھے یہ عادت اچھی نہیں لگتی تمہاری! کتنی بار کہہ چکی ہوں!

(مرد نمبر ایک کرسی سے ہاتھ ہٹا لیتا ہے)

مرد نمبر ایک: تمہی نے کہا ہوگا اُسے یہاں آنے کے لیے!

عورت: کہنا فرض نہیں بنتا میرا؟ آخر میرا باس ہے!

مرد نمبر ایک: باس کا مطلب یہ تھوڑا ہی ہے کہ ....؟

عورت: کیا تم زیادہ جانتے ہو؟ کام تو مَیں ہی کرتی ہوں اُس کے ماتحت!

(مرد نمبر ایک پھر سے کرُسی کو جھُلاتے ہوئے یکایک ہاتھ
ہٹا لیتا ہے)

مرد نمبر ایک: کس وقت آئے گا؟

عورت: پتہ نہیں! جب بھی گزرے گا ادھر سے!

مرد نمبر ایک: (پچھلے ہوئے لہجے میں) یہ اچھا ہے....

عورت: لوگوں کو خار ہے مجھ سے کہ دو بار میرے یہاں آچکا ہے! آج تیسری بار آئے گا!

(قلینچی، میگزین اور تصویریں سمیٹ کر پڑھنے کی میز کی دراز میں رکھ دیتی ہے۔
کتابیں بیگ میں بند کر کے اُسے ایک طرف سیدھا کھڑا کر دیتی ہے)

مرد نمبر ایک: تو لوگوں کو بھی علم ہے کہ وہ آتا ہے یہاں؟

عورت: (ایک تیکھی نظر اس پر ڈال کر) کیوں! بُری بات ہے؟

مرد نمبر ایک: میں نے کہا ہے بُری بات ہے؟ میں تو بلکہ کہتا ہوں اچھی بات ہے!

عورت: تم جو کہتے ہو اس کا سب مطلب میری سمجھ میں آتا ہے!

مرد نمبر ایک: تو اچھا یہی ہے کہ میں کچھ نہ کہہ کر چُپ رہا کروں ——— اگر چُپ رہتا ہوں
تو....!

عورت: تم چُپ رہتے ہو! اور نہ کوئی!

(اپنی چیزیں کرُسی سے اُٹھا کر قرینے سے رکھنے لگتی ہے)

مرد نمبر ایک: پہلے جب جب وہ آیا ہے میں نے کچھ کہا ہے تم سے؟

عورت: اپنی شرم کے مارے! کہ دونوں بار تم گھر پر نہیں رہے!

مرد نمبر ایک: اُس میں کیا ہے؟ آدمی کو کام نہیں ہو سکتا باہر؟

عورت: (مصروفیت میں) یہ تو آج بھی ہو جائے گا تمہیں!

مرد نمبر ایک: (اوچھا پڑ کر) جانا تو ہے آج بھی مجھے .... پر تم میرا یہاں رہنا ضروری سمجھتی ہو،
تو.....

عورت: میرے لیے رُکنے کی ضرورت نہیں! (یہ دیکھتی ہے کہ کمرے میں اور کچھ کرنے کو باقی تو نہیں) تمہیں
ایک اور پیالی چاہیے چائے کی؟ مَیں بنا رہی ہوں اپنے لیے!

مرد نمبر ایک: بنا رہی ہو تو بنا لینا میرے لیے بھی!

(عورت احاطے کے دروازے کی طرف جانے لگتی ہے)

سُنو!

(عورت مُڑ کر اس کی طرف دیکھتی ہے)

اس کا کیا ہوا .... وہ جو ہڑتال ہونے والی تھی تمہارے دفتر میں؟

عورت: جب ہو گی تمہیں بھی پتہ چل جائے گا!

مرد نمبر ایک: لیکن ہو گی بھی؟

عورت: تم اسی کے انتظار میں ہو کیا؟

(چلی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک سر ہلاتا ہلاتا اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ اب وہ اپنے آپ کو کیسے مگن رکھ سکتا ہے۔ پھر جیسے کچھ یاد آتا ہے اور شام کا اخبار جیب سے نکال کر کھولتا ہے۔ ہر سُرخی پڑھنے پر اُس کے چہرے کا رنگ بدلتا ہے مسرت، حیرت، تناؤ یا سکون۔ ساتھ ہی منہ سے "بہت اچھے!" "مار دیا" "لو!" اور "اب؟" قسم کے الفاظ نکلتے رہتے ہیں۔ عورت رسوئی سے لوٹ کر آتی ہے)

مرد نمبر ایک: (اخبار سے نظریں ہٹا کر بیوی کو دیکھتا ہے) ہڑتالیں تو آج کل سبھی جگہ ہو رہی ہیں! اس میں دیکھو . . .

عورت: (بے تعلقی کے لہجے میں) تمہیں سچ مچ کہیں جانا ہے کیا؟ کہاں جانے کی بات کر رہے تھے تم؟

مرد نمبر ایک: سوچ رہا تھا کہ جُنیجا کے یہاں ہو آتا!

عورت: اوہ! جُنے جا کے یہاں .... ! ہو آؤ!

مرد نمبر ایک: فی الحال اسے دینے کے لیے پیسہ نہیں ہے تو کم سے کم منہ تو اُسے دکھاتے رہنا چاہیے۔

عورت: ہاں وہیں دکھا آؤ منہ جا کر!

مرد نمبر ایک: وہ چھ مہینے باہر رہ کر آیا ہے! ہو سکتا ہے کہ نیا کاروبار چلانے کی سوچ رہا ہو جس میں میرے لیے .....

عورت: تمہارے لیے تو پتہ نہیں! وہ زندگی بھر کیا کیا کرے گا! پہلے ہی کچھ کم نہیں کیا ہے!

(جھاڑن لے کر کُرسیاں وغیرہ جھاڑنا شروع کر دیتی ہے)

اتنی گرد بھری رہتی ہے ہر وقت اس گھر میں۔ معلوم نہیں کہاں سے چلی آتی ہے!

مرد نمبر ایک: تم ناحق کوستی رہتی ہو اس آدمی کو! اس نے اپنی طرف سے ہمیشہ میری مدد ہی کی ہے!

عورت: نہ کرتا امداد تو اتنا نقصان تو نہ ہوتا جتنا اس مدد کرنے سے ہوا ہے!

مرد نمبر ایک: (کڑھ کر صوفے پر بیٹھتا ہے) تو نہیں جانتا میں! اپنے اکیلے کے لیے جانا ہے مجھے! اب تک تقدیر نے ساتھ نہیں دیا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ....

عورت: یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ مجھے جھاڑ لینے دو ذرا!

(مرد نمبر ایک اٹھ کر پھر سے بیٹھنے کے انتظار میں کھڑا رہتا ہے)

اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ وہ صاف ہو گئی ہے!

(مرد نمبر ایک گالی دیتی نظر سے اُسے دیکھ کر اس کرسی پر جا بیٹھتا ہے)

(بڑبڑاتی ہے) پہلی بار پریس میں جو ہُوا سو ہُوا! دوسری بار پھر کیا ہوگیا؟ جتنا پیسہ جُنیجا نے لگایا، اتنا ہی تم نے لگایا! ایک ہی فیکٹری لگی، ایک ہی جگہ جمع خرچ ہوا۔ پھر بھی تقدیر نے اس کا ساتھ دیا، تمہارا نہیں دیا!

مرد نمبر ایک: (غصّے سے اُٹھتا ہے) تم تو ایسی بات کرتی ہو جیسے ....

عورت: کھڑے کیوں ہو گئے؟

مرد نمبر ایک: کیوں۔ مَیں کھڑا نہیں ہو سکتا؟

عورت: (تھوڑے سے وقفہ کے بعد حقارت آمیز لہجے میں) ہو تو سکتے ہو مگر گھر کے اندر!

مرد نمبر ایک: (کچھ غصّہ نکالتے ہوئے) میری جگہ تم حصّے دار ہوتیں فیکٹری میں تو تمہیں پتہ چلتا کہ .....

عورت: پتہ تو مجھے اب بھی چل رہا ہے۔ نہیں چل رہا ہے کیا؟

مرد نمبر ایک: (بڑبڑاتا ہے) اُن دنوں پیسہ کتنا لیا تھا فیکٹری سے؟ جو کچھ لگایا تھا وہ سارا تو شروع میں ہی نکال نکال کر کھا لیا اور ....!

عورت: کس نے کھا لیا؟ —— مَیں نے؟

مرد نمبر ایک: نہیں، میں نے! معلوم ہے کتنا خرچ تھا اُن دنوں اس گھر کا؟ چار سو روپے ماہوار پر مکان لیا تھا! ٹیکسیوں میں آنا جانا تھا! قسطوں پہ فرج خریدا گیا تھا۔ لڑکے لڑکی کی کانوینٹ کی فیسیں جاتی تھیں ....

عورت: شراب آتی تھی۔ دعوتیں اُڑتی تھیں۔ ان سب پر پیسہ خرچ ہونا ہی تھا۔

مرد نمبر ایک : تم لڑنا چاہتی ہو ؟

عورت : تم لڑ بھی سکتے ہو اس وقت تاکہ اسی بہانے گھر سے چلے جاؤ ! ..... وہ آدمی آئے گا تو جانے کیا سوچے گا کہ اس کا میاں کسی نہ کسی کام کے بہانے سے گھر سے باہر ہی رہتا ہے ۔ شاید سمجھے کہ میں ہی جان بوجھ کر بھیج دیتی ہوں ...

مرد نمبر ایک : وہ مجھ سے طے کر کے تو آتا نہیں کہ میں اس کے لیے موجود رہا کروں گھر پر !

عورت : کہہ دوں گی، آگے سے تم سے طے کر کے آیا کرے ۔ تم اتنے بڑی آدمی جو ہو ! معلوم نہیں کہ کب کس بورڈ کی میٹنگ میں جانا پڑ جائے !

مرد نمبر ایک : (کچھ دھیما پڑ کر ہارے ہوئے لہجے میں) تم تو بس ..... آمادہ ہی رہتی ہو ہر وقت !

عورت : اب بُجھنے جا آگیا ہے نالوٹ کر تو رہا کرنا تین تین دن گھر سے غائب !

مرد نمبر ایک : (پوری قوت سے سامنا کرتے ہوئے) تم پھر سے وہی بات اٹھانا چاہتی ہو ؟ اگر رہا بھی ہوں میں تین دن گھر سے باہر تو آخر کس وجہ سے ؟

عورت : وجہ کا علم تمہیں ہوگا یا تمہارے لڑکے کو ! وہ بھی تین تین دن گھر پر نہیں دکھائی دیتا !

مرد نمبر ایک : تم میرا مقابلہ اس سے کرتی ہو !

عورت : نہیں ۔ اس کا مقابلہ تم سے کرتی ہوں ۔ جس طرح سے تم نے خوار کی ہے اپنی زندگی، اسی طرح وہ بھی ....

مرد نمبر ایک : اور لڑکی تمہاری ؟ اس نے اپنی زندگی خوار کرنا کس سے سیکھ لیا ہے ؟ —— میں نے تو کبھی کسی کے ساتھ گھر سے بھاگ جانے کی بات نہیں سوچی تھی !

عورت : (اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر) تم کہنا کیا چاہتے ہو ؟

مرد نمبر ایک : کہنا کیا ہے .... جاکر چائے بنا لاؤ، پانی کھول گیا ہوگا !

(صوفے پر بیٹھ کر پھر اخبار کھول لیتا ہے لیکن دھیان پڑھنے میں لگا نہیں پاتا)

عورت : مجھے معلوم ہے پانی ابل گیا ہوگا ۔ میں جب بھی کسی کو یہاں بلاتی ہوں مجھے پتہ ہوتا ہے تم یہی سب باتیں کرو گے !

مرد نمبر ایک : (جیسے اخبار میں کچھ پڑھتا ہے) ہوں، ہوں، ہوں، ہوں ہوں !

عورت : ویسے ہزار بار کہو گے کہ لڑکے کی نوکری کے لیے کسی سے بات کیوں نہیں کرتیں ؟ اور جب میں اس کے لیے موقعہ نکالتی ہوں تو ....

مرد نمبر ایک : ہاں ! سنگھانیا گواہی دے گا ضرور ! اسی لیے بچارا چل کر آتا ہے یہاں !
عورت : شکر نہیں کرتے کہ کوئی اتنا بڑا آدمی صرف ایک بار کہنے پر . . . .
مرد نمبر ایک : میں شکر نہیں کرتا ؟ جب جب کسی نئے آدمی کا یہاں آنا جانا شروع ہوتا ہے۔
میں ہمیشہ شکر کرتا ہوں ! پہلے جگ موہن آیا کرتا تھا۔ پھر منوج آنے لگا تھا . . . .
عورت : (ساکت نظروں سے دیکھتے ہوئے) اور کیا کیا بات باقی رہ گئی ہے کہنے کی ؟ وہ بھی کہہ ڈالو جلدی سے !
مرد نمبر ایک : کیوں ؟ جگ موہن کا نام میری زبان پر آیا نہیں کہ تمہارے حواس گم ہونے شروع ہو گئے ؟
عورت : (گہرے لہجے سے) جتنے ناشکرے تم ہو، میرا من کرتا ہے کہ آج ہی میں . . . . دیکھتے ہوئے احاطے کے دروازے کی طرف مڑتی ہی ہے کہ باہر سے بڑی لڑکی کی آواز سنائی دیتی ہے)۔
بڑی لڑکی : ممّا !
(عورت رک کر اس طرف دیکھتی ہے۔ چہرہ کچھ پھیکا پڑ جاتا ہے)
عورت : بِنیا آئی ہے باہر !
(مرد نہ چاہتے ہوئے بھی اخبار لپیٹ کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے)
مرد نمبر ایک : پھر اسی طرح آئی ہو گی !
عورت : جا کر دیکھ لوگے کیا چاہیے اُسے ؟
(بڑی لڑکی کی آواز سنائی دیتی ہے)
بڑی لڑکی : ممّا، ٹوٹے پچاس پیسے دینا ذرا !
(مرد نمبر ایک کسی نہ چاہنے والی صورتِ حال کا سامنا کرنے کے انداز میں باہر کے دروازے کی طرف بڑھتا ہے)
عورت : پچاس پیسے ہیں نا تمہارے جیب میں ؟ ہوں گے تو سہی دودھ کے پیسوں میں سے بچے ہوئے !
مرد نمبر ایک : میں نے صرف پانچ پیسے خرچ کیے ہیں اپنے پر ——— اس اخبار کے !
(باہر نکل جاتا ہے۔ عورت پل بھر اس طرف دیکھنے کے بعد احاطے کے دروازے سے رسوئی میں چلی جاتی ہے۔ بڑی لڑکی باہر سے آتی ہے۔ مرد نمبر ایک اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ کمرے میں ہر طرف

اس طرح نظر دوڑاتا ہے جیسے عورت کے وہاں نہ ہونے پر اپنے آپ کو کسی غلط جگہ پر تنہا پا رہا ہے)

مرد نمبر ایک : (اپنی سراسیمگی کو چھپاتے ہوتے بڑی لڑکی سے) بیٹھ تو!

بڑی لڑکی : ممّا کہاں ہے؟

مرد نمبر ایک : اُدھر ہوگی رسوئی میں!

بڑی لڑکی : (پکارتے ہوئے) ممّا!

(عورت دونوں ہاتھوں میں چائے کی پیالیاں لیے ہوتے احاطے کے دروازے سے آتی ہے)

عورت : کیا حال ہے تیرا؟

بڑی لڑکی : ٹھیک ہوں!

(مرد نمبر ایک عورت کو ہاتھوں سے اشارے سے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ کوئی بھی سامان نہیں لائی)

عورت : چائے لوگی؟

بڑی لڑکی : ابھی نہیں! پہلے غسل خانے میں جاکر ہاتھ منہ دھولوں۔ سارا جسم اس طرح چپ رہا ہے کہ بس..

عورت : تیری آنکھیں ایسی کیوں ہو رہی ہیں؟

بڑی لڑکی : کیسی ہو رہی ہیں؟

عورت : پتہ نہیں کیسی ہو رہی ہیں؟

بڑی لڑکی : تمہیں ایسی ہی لگ رہی ہیں۔ مَیں ابھی آتی ہوں ہاتھ منہ دھوکر!

(احاطے کے دروازے سے باہر چلی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک معنی خیز نظروں سے عورت کو دیکھتا ہے اور اس کے پاس آجاتا ہے)

مرد نمبر ایک : مجھے تو یہ اسی طرح آئی ہوئی لگتی ہے!

(عورت چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھا دیتی ہے)

عورت : چائے لے لو!

مرد نمبر ایک : (چائے لے کر) اس بار کچھ سامان بھی ساتھ نہیں ہے!

عورت : ہو سکتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے آئی ہو !

مرد نمبر ایک : پرس میں صرف ایک ہی روپیہ تھا۔ سکوٹر رکشا کا پورا کرایہ بھی نہیں !

عورت : کیا معلوم کہیں اور سے آئی ہو !

مرد نمبر ایک : تم ہمیشہ بات کو ڈھکنے کی کوشش کیوں کرتی ہو ؟ ایک بار اس سے پوچھتی کیوں نہیں کھُل کر ؟

عورت : کیا پُوچھوں ؟

مرد نمبر ایک : یہ مَیں بتاؤں گا تمہیں ؟

(عورت چائے کے گھونٹ بھرتی ایک کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

(پل بھر جواب کا انتظار کرنے کے بعد) میری اس شخص کے بارے میں کبھی اچھی رائے نہیں تھی۔ تمھی نے ہَوا باندھ رکھی تھی کہ منوج یہ ہے، منوج وہ ہے ——— جانے کیا ہے! تمہاری شہ پر گھر میں اس کا آنا جانا نہ ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی کہ اس کے ساتھ جا کر بعد میں اس طرح ....

عورت : (تنگ آکر) تو تم خود ہی کیوں نہیں اس سے پوچھ لیتے جو پُوچھنا چاہتے ہو ؟

مرد نمبر ایک : میں کیسے پوچھ سکتا ہوں ؟

عورت : کیوں نہیں پُوچھ سکتے ؟

مرد نمبر ایک : میرا پُوچھنا اس لیے غلط ہے کہ ....

عورت : تمہارا کچھ نہ کرنا کسی نہ کسی وجہ سے غلط ہوتا ہے۔ میں جانتی نہیں ؟ کیا ؟

(بڑے بڑے گھونٹ بھر کر چائے کی پیالی خالی کرتی ہے)

مرد نمبر ایک : تم سب جانتی ہو۔ اگر سب کچھ میرے کرنے سے ہوتا اس گھر میں ....

عورت : (اُٹھتی ہوئی) تو معلوم نہیں اور کیا بربادی ہوئی ہوتی ؟ جو دو روٹی آج میری نوکری سے مل جاتی ہے وہ بھی نہ مل پاتی۔ لڑکی بھی گھر میں رہ کر بوڑھی ہو جاتی۔ مگر یہ نہ سوچا ہوتا کسی نے کہ ...

مرد نمبر ایک : (احاطے کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ آ رہی ہے !

(جلدی جلدی اپنی پیالی خالی کر کے عورت کو دے دیتا ہے۔ بڑی لڑکی پہلے سے کافی سنبھلی ہوئی واپس آتی ہے)

بڑی لڑکی : (آتی ہوئی) ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مُنھ پر مارے تو کچھ ہوش آیا۔ آج کل کے دنوں میں تو بس...

(ان دونوں کو اپنی طرف خاص نظروں سے دیکھنے پر) کیا بات ہے ممّا؟ آپ لوگ اس طرح کیو
رہے ہیں مجھے؟

عورت : میں پیالیاں رکھ کر آرہی ہوں اندر سے!

(احاطے کے دروازے سے چلی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک بھی نظریں ہٹا کر مصروفیت کا
بہانہ تلاش کرتا ہے)

بڑی لڑکی : کیا بات ہے ڈیڈی؟

مرد نمبر ایک : بات؟ بات کچھ بھی نہیں!

بڑی لڑکی : (کمزور آواز میں) ہے تو سہی، کچھ نہ کچھ بات!

مرد نمبر ایک : ایسے ہی ابھی تیری ماں کچھ کہہ رہی تھی ....

بڑی لڑکی : کیا کہہ رہی تھی؟

مرد نمبر ایک : مطلب وہ نہیں۔ میں کہہ رہا تھا اُسے ....

بڑی لڑکی : کیا کہہ رہے تھے؟

مرد نمبر ایک : تیرے بارے میں بات کر رہا تھا!

بڑی لڑکی : کیا بات کر رہے تھے؟

(عورت لَوٹ کر آجاتی ہے)

مرد نمبر ایک : وہ آگئی ہے، خود ہی تجھے بتا دے گی!

(جیسے صورتِ حال سے الگ ہونے کی کوشش کر رہا ہو)

بڑی لڑکی : (عورت سے) ڈیڈی میرے بارے میں کیا بات کر رہے تھے ممّا؟

عورت : اُنہی سے کیوں نہیں پُوچھتی؟

بڑی لڑکی : وہ کہتے ہیں کہ تم بتاؤ گی اور تم کہتی ہو کہ انہی سے کیوں نہیں پُوچھتی؟

عورت : تیرے ڈیڈی مجھ سے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ....

مرد نمبر ایک : (بیچ ہی میں بولتے ہوئے) اگر تم اپنی طرف سے نہیں جاننا چاہتی ہو تو رہنے دو بات کو!

بڑی لڑکی : مگر بات ایسی ہے کیا جاننے کی؟

عورت : بات صرف اتنی سی ہے کہ جس طرح سے تو آج وہاں سے آئی ہے اس سے انہیں یُوں لگتا
ہے کہ ....

مرد نمبر ایک : تمہیں جیسے نہیں لگتا !

بڑی لڑکی : (جیسے کٹہرے میں کھڑی ہو) کیا لگتا ہے ؟

عورت : کچھ ضرور ہے جو اپنے دل میں چھپا رہی ہو۔ ہمیں نہیں بتلاتی !

بڑی لڑکی : میری کس بات سے یوں لگتا ہے ؟

عورت : (مرد نمبر ایک سے) اب کہونا اس کے سامنے وہ سب جو مجھ سے کہہ رہے تھے !

مرد نمبر ایک : تم نے بات شروع کی ہے، تم ہی پوری بھی کر ڈالو اب !

عورت : (بڑی لڑکی سے) میں تم سے ایک سیدھا سوال پوچھ سکتی ہوں ؟

بڑی لڑکی : ضرور پوچھ سکتی ہو !

عورت : تو خوش ہے وہاں پر ؟

بڑی لڑکی : (بچتے ہوئے لہجے میں) ہاں ں۔ بہت خوش ہوں !

عورت : سچ مچ خوش ہو ؟

بڑی لڑکی : اور کیا ایسے ہی کہہ رہی ہوں ؟

مرد نمبر ایک : (بالکل دوسری طرف منہ کرنے کے بعد) یہ تو کوئی جواب نہیں ہے !

بڑی لڑکی : (تنک کر) تو جواب کیا تبھی ہوتا اگر میں کہتی کہ میں خوش نہیں ہوں، بہت دکھی ہوں !

مرد نمبر ایک : آدمی جو جواب دے وہ اس کے چہرے سے بھی جھلکنا چاہیے !

بڑی لڑکی : میرے چہرے سے کیا جھلکتا ہے ؟ مجھے تپ دق ہو گیا ہے ؟ میں جھول جھول کر مری جا رہی ہوں ؟

مرد نمبر ایک : ایک تپ دق ہی ہوتا ہے آدمی کو ؟

بڑی لڑکی : تو اور کیا کیا ہوتا ہے ؟ آنکھوں سے دکھائی دینا بند ہو جاتا ہے ؟ ناک کان ٹیڑھے ہو جاتے ہیں ؟ ہونٹ جھڑ کر گر جاتے ہیں ؟ میرے چہرے سے ایسا نظر آتا ہے آپ کو ؟

مرد نمبر ایک : (اکڑھ کر لوٹتا ہے) تیری ماں نے تجھ سے پوچھا ہے تو اسی سے بات کر ! میں اسی لیے ان باتوں میں نہیں پڑتا !

(صوفے پر جا کر اخبار کھولتا ہے مگر لمحہ بھر کے بعد ہی خیال آتا ہے کہ اس نے اخبار الٹا پکڑا ہے اسے سیدھا کر لیتا ہے)

عورت : (بڑی لڑکی سے) اچھا، چھوڑ اب اس بات کو ! آگے سے یہ سوال میں تجھ سے نہیں پوچھوں گی۔

(بڑی لڑکی کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں)

بڑی لڑکی : پُوچھنے میں رکھا بھی کیا ہے ممّا ! زندگی کسی طرح سے کٹتی ہی چلی جاتی ہے ہر شخص کی !

مرد نمبر ایک : (اخبار کا صفحہ پلٹتے ہوئے) یہ ہوا کچھ جواب !

عورت : (مرد نمبر ایک سے) تم چُپ نہیں رہ سکتے تھوڑی دیر ؟

مرد نمبر ایک : میں کیا کہہ رہا ہُوں ؟ چُپ ہی تو بیٹھا ہُوں ؟ (اخبار میں پڑھتا ہے) نالے کا باندھ پُورا کرنے کے لیے بارہ سال کے لڑکے کی قربانی۔ (اخبار سے نظریں ہٹا کر) آپ چاہے جو کہہ لیں، میرے مُنھ سے ایک لفظ بھی نہ نکلے گا۔ (پھر اخبار میں سے پڑھتے ہوئے) اُودے پُور کے مڈّھا گاؤں میں باندھ کے ٹھیکے دار کا سنگ دلانہ عمل۔ (اخبار سے نظریں ہٹا کر) حد ہوتی ہے ہر چیز کی !

(عورت بڑی لڑکی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے پڑھنے کی میز کے پاس لے جاتی ہے)

عورت : یہاں بیٹھ !

(بڑی لڑکی پلکیں جھپکاتی وہاں کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

سچ سچ بتا، تجھے وہاں کس چیز کی شکایت ہے ؟

بڑی لڑکی : شکایت کسی چیز کی نہیں . . .

عورت : تو . . . . ؟

بڑی لڑکی : اور ہر چیز کی ہے !

عورت : پھر کوئی خاص بات ہے ؟

بڑی لڑکی : خاص بات کوئی نہیں . . .

عورت : تو . . . . ؟

بڑی لڑکی : . . . . اور سبھی باتیں خاص ہیں !

عورت : جیسے . . . ؟

بڑی لڑکی : جیسے . . . سبھی باتیں !

عورت : . . . تو تیرا مطلب ہے کہ . . . . ؟

بڑی لڑکی : میرا مطلب ہے کہ شادی سے پہلے مجھے یُوں لگتا تھا کہ منوج کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں مگر اب آکر . . . اب آکر یُوں لگنے لگا ہے کہ وہ جاننا بالکل جاننا نہیں تھا !

عورت : (بات کی تہ تک جانے کے انداز میں) ہوں ! تو کیا اس کے کردار میں کچھ ایسا ہے جو . . . .

! اس لحاظ سے وہ بہت صاف آدمی ہے
بڑی لڑکی : ... نہیں! اس کے کردار میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ اس لحاظ سے وہ بہت صاف آدمی ہے!
عورت : تو کیا اس کے برتاؤ میں کوئی ایسی بات ہے جس سے .... ؟
بڑی لڑکی : نہیں! اس کا برتاؤ ہر شخص جیسا ہی ہے بلکہ عام آدمی سے زیادہ خوش دل کہنا چاہیے اُسے!
عورت : (اور بھی گہرائی تک جانے کی کوشش میں) تو پھر ؟
بڑی لڑکی : یہی تو میں بھی نہیں سمجھ پاتی۔ معلوم نہیں کہ کہاں پر کیا غلط ہے!
عورت : اس کی مالی حالت ٹھیک ہے ؟
بڑی لڑکی : ٹھیک ہے!
عورت : صحت ؟
بڑی لڑکی : بہت اچھی ہے!
مرد نمبر ایک : (اُدھر دیکھے بغیر) پھر سب کچھ اچھا ہی اچھا ہے۔ شکایت کس بات کی ہے ؟
عورت : (مرد نمبر ایک سے) تم بات کو سمجھنے بھی دوگے ؟ (بڑی لڑکی سے) جب ان میں سے کسی چیز کی شکایت نہیں ہے تجھے، تب کوئی بہت ہی خاص وجہ ہونی چاہیے یا ....
بڑی لڑکی : —— یا ؟
عورت : یا .... یا .... میں ابھی نہیں کہہ سکتی!
بڑی لڑکی : وجہ صرف وہ ہَوا ہے جو ہم دونوں کے درمیان سے گزر رہی ہے!
مرد نمبر ایک : (اُدھر دیکھ کر) کیا کہا .... ہَوا ؟
بڑی لڑکی : ہاں! ہَوا!
مرد نمبر ایک : (نا امیدی سے سر ہلا کر منہ پھر دوسری طرف کر لیتا ہے) یہ وجہ بتائی ہے اس نے ... ہَوا!
عورت : (بڑی لڑکی کے چہرے کو نظروں سے ٹٹولتی ہے) میں تیرا مطلب نہیں سمجھی!
بڑی لڑکی : (اُٹھتی ہوئی) میں شاید سمجھا بھی نہیں سکتی۔ (بے مطلب سے کچھ قدم چلتی ہے) کسی دوسرے کو تو کیا، اپنے کو بھی نہیں سمجھا سکتی۔ (سانس روک کر) ممّا، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ....
عورت : کہ ؟
بڑی لڑکی : دو شخص جتنا زیادہ ساتھ رہیں، ایک ہَوا میں سانس لیں، اتنا ہی زیادہ ایک دوسرے سے اجنبی محسوس کریں ؟
عورت : تم دونوں ایسا محسوس کرتے ہو ؟

بڑی لڑکی : کم سے کم اپنے بارے میں تو مَیں کہہ ہی سکتی ہُوں !
عورت : (پل بھر اسے دیکھتے رہ کر) تو بیٹھ کر کیوں نہیں بات کرتی ؟
بڑی لڑکی : میں ٹھیک ہوں اسی طرح !
عورت : تو نے جو بات کہی ہے وہ اگر سچ ہے تو اس کے پیچھے کیا کوئی نہ کوئی ایسی رکاوٹ نہیں ہے جو..... ؟
بڑی لڑکی : مگر کون سی رُکاوٹ ؟ اس کے ہاتھ میں چھلک گئی چائے کی پیالی یا اس کے دفتر میں آدھا گھنٹہ کی دیر، یہ چھوٹی چھوٹی باتیں رکاوٹ نہیں ہوتیں مگر رکاوٹ بن جاتی ہیں - ایک غبار سا ہے جو ہر وقت میرے اندر بھرا رہتا ہے اور میں انتظار میں رہتی ہُوں جیسے کہ کب کوئی بہانہ مل جائے تو اسے باہر نکال لُوں ! اور آخر ؟
(عورت چپ چاپ آگے سننے کا انتظار کرتی ہے)
آخر وہ حد آجاتی ہے جہاں پہنچ کر وہ نڈھال ہو جاتا ہے - ایسے میں وہ ایک ہی بات کہتا ہے !
عورت : کیا ؟
بڑی لڑکی : کہ میں اس گھر سے ہی اپنے اندر کچھ چیز لے کر گئی ہوں جو کہ کسی بھی حالت میں مجھے فطری نہیں رہنے دیتی -
عورت : (جیسے کسی نے اسے طمانچہ مار دیا ہو) کیا چیز ؟
بڑی لڑکی : میں پوچھتی ہُوں کیا چیز تو بھی اس کا ایک ہی جواب ہوتا ہے !
عورت : وہ کیا ؟
بڑی لڑکی : کہ اس کا پتہ مجھے اپنے اندر سے یا اس گھر کے اندر سے چل سکتا ہے - وہ کچھ نہیں بتا سکتا !
مرد نمبر ایک : (پھر اُس طرف مُڑ کر) یہ سب کہتا ہے وہ ؟ اور کیا کیا کہتا ہے ؟
عورت : وہ اس وقت تم سے بات نہیں کر رہی !
مرد نمبر ایک : لیکن بات تو میرے ہی گھر میں ہو رہی ہے !
عورت : تمہارا گھر ؟ ہونہہ !
مرد نمبر ایک : تو میرا گھر نہیں ہے یہ ؟ کہہ دو نہیں ہے !
عورت : سچ مُچ تم اپنا گھر سمجھتے ہو اِسے - تو ....

مرد نمبر ایک : کہہ دو، کہہ دو ! جو کہنا چاہتی ہو !
عورت : دس سال پہلے کہنا چاہیے تھا جو کہنا چاہتی ہوں !
مرد نمبر ایک : کہہ دو۔ اب بھی .... اس سے پہلے کہ دس سال گیارہ سال ہو جائیں !
عورت : نہیں ہونے پائیں گے گیارہ سال .... اسی طرح چلتا رہا سب کچھ تو !
مرد نمبر ایک : (ایک ٹک اسے دیکھتا ہے کاٹ کے ساتھ) نہیں ہونے پائیں گے سچ مچ ؟ .... کافی اچھا آدمی ہے جگ موہن ! اور پھر سے دلّی میں اس کا ٹرانسفر بھی ہو گیا ہے۔ ملا تھا اس دن کناٹ پیلیس میں۔ کہہ رہا تھا آئے گا کسی دن ملنے !
بڑی لڑکی : (حوصلہ سے) ڈیڈی !
مرد نمبر ایک : ایسی کیا بات کہی میں نے ؟ تعریف ہی کی ہے اس آدمی کی !
عورت : خوب کرو تعریف ... اور بھی جس جس کی ہو سکے تم سے۔ (بڑی لڑکی سے) منوج جو آج تجھے یہ سب کہتا ہے، پہلے جب خود یہاں آتا رہا، رات دن یہاں رہتا رہا تب کیا اسے پتہ نہیں چلا کہ ....
بڑی لڑکی : یہ میں اُس سے نہیں پُوچھتی !
عورت : پر کیوں نہیں پُوچھتی ؟
بڑی لڑکی : کیوں کہ مجھے یُوں لگتا ہے کہ کہیں .... کیسے بتاؤں کہ کیا لگتا ہے ؟ وہ جتنے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہتا ہے۔ اس سے ... اس سے مجھے اپنے آپ سے عجب سی چڑ ہونے لگتی ہے۔ من کرتا ہے ... من کرتا ہے آس پاس کی ہر چیز کو توڑ پھوڑ ڈالوں ! کچھ ایسا کر ڈالوں جس سے ...
عورت : جس سے ؟
بڑی لڑکی : جس سے اس کے دل کو سخت سے سخت چوٹ پہنچا سکوں ! اسے میرے لانبے بال اچھے لگتے ہیں اس لیے سوچتی ہوں کہ جا کر انہیں ہی کٹوا آؤں۔ وہ میرے نوکری کرنے کے حق میں نہیں ہے اسی لیے چاہتی ہُوں کہیں بھی، کوئی بھی چھوٹی موٹی نوکری ڈھونڈ کر کر لُوں۔ کوئی بھی ایسی بات کرُوں جس سے وہ اندر ہی اندر تلملا اُٹھے۔ لیکن میں کچھ نہیں کر سکتی اور جب نہیں کر پاتی تو بے زار ہو کر .....
عورت : یہاں چلی آتی ؟
(بڑی لڑکی پل بھر چُپ رہ کر سر ہلا دیتی ہے)

بڑی لڑکی : نہیں!

عورت : تو ؟

بڑی لڑکی : کئی کئی دنوں کے لیے اپنے آپ، کو اس سے الگ کر لیتی ہوں۔ مگر دھیرے دھیرے ہر چیز
پھر اسی محور پر لوٹ آتی ہے۔ سب کچھ پھر اسی طرح ہونے لگتا ہے جب تک کہ ہم...
جب تک کہ ہم نئے سرے سے پھر اسی غار میں نہیں پہنچ جاتے۔ میں یہاں آتی ہوں۔
یہاں آتی ہوں تو صرف اس لیے کہ....

عورت : تیرا اپنا گھر ہے یہ!

بڑی لڑکی : میرا اپنا گھر!.... ہاں! اور میں آتی ہوں کہ ایک بار پھر ڈھونڈنے کی کوشش کروں کہ
وہ کیا چیز ہے اس گھر میں جسے لے کر مجھے بار بار بے قرار کیا جاتا ہے! (لگ بھگ ٹوٹتے لہجے
میں) تم بتا سکتی ہو ماما کہ کیا چیز ہے وہ ؟ اور کہاں ہے وہ ؟ اس گھر کی کھڑکیوں اور دروازوں
میں؟ تم میں؟ ڈیڈی میں، کنّی میں؟ اشوک میں؟ کہاں چھپی ہے وہ منحوس چیز جو وہ کہتا
ہے کہ میں اس گھر سے اپنے اندر لے کر گئی ہوں؟ (عورت کی دونوں بانہیں ہاتھوں میں لے کر)
بتاؤ ماما کیا ہے وہ چیز؟ کہاں پر ہے وہ اس گھر میں؟

کافی لمبا وقفہ ——— کچھ دیر بڑی لڑکی کے ہاتھ عورت کی بانہوں پر رُک جاتے
ہیں اور دونوں کی آنکھیں ملی رہتی ہیں۔ دھیرے دھیرے مرد نمبر ایک کی گردن اُن
کی طرف جھکتی ہے۔ تبھی عورت بڑی لڑکی کے ہاتھ اپنی بانہوں سے ہٹا دیتی ہے
اس کی نظریں مرد نمبر ایک سے ملتی ہیں۔ وہ جیسے اس سے کچھ کہنے کے لیے چند
قدم اس کی طرف بڑھاتی ہے۔ بڑی لڑکی جیسے اب بھی سوال کا جواب مانگتی،
اپنی جگہ پر رُکی، ان دونوں کو دیکھ رہی ہے۔ مرد نمبر ایک، عورت کو اپنی طرف
آتے دیکھ کر نظریں اُدھر سے ہٹا لیتا ہے اور ایک دو لمحے سراسیمگی کے عالم میں
رہنے کے بعد، انجانے میں اخبار پھر اٹھاتا ہوا دونوں ہاتھوں سے اس کی رسّی
بٹنے لگتا ہے ——— عورت آدھے ہی راستے میں کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر کے پل بھر
میں اپنے آپ کو سنبھال لیتی ہے۔ پھر بڑی لڑکی کے پاس واپس آکر آہستہ سے اُس
کے کاندھے کو چھو لیتی ہے۔ بڑی لڑکی لمحہ بھر آنکھیں مُوند کر اپنے درد کو دبانے کی کوشش
کرتی ہے۔ پھر عورت کا ہاتھ کاندھے سے ہٹا کر ایک کرسی کا سہارا لیے اس پر بیٹھ

جاتی ہے۔ عورت کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا ہے کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے۔
لمحہ بھر اسی اُدھیڑ بُن میں ہاتھ الجھائے رہتی ہے۔ اس کی آنکھیں پھر مرد نمبر ایک
سے دو چار ہو جاتی ہیں اور وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کا تجزیہ کر کے ایک
موڑھے کی جگہ بدلنے میں لگ جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک اپنی جگہ سے اُٹھ پڑتا ہے
اخبار کی رسّی اپنے ہاتھوں میں دیکھ کر کچھ عجیب سا محسوس کرتا ہے اور کچھ دیر اتاؤلے
پن سے کھڑا رہنے کے بعد پھر سے بیٹھ کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگتا ہے —
تبھی چھوٹی لڑکی باہر کے دروازے سے آتی ہے اور ان تینوں کو اس حال میں
دیکھ کر اچانک ٹھٹھک جاتی ہے۔

چھوٹی لڑکی: کچھ پتہ نہیں چلتا یہاں تو!
(تینوں میں سے صرف عورت اس کی طرف دیکھ لیتی ہے)

عورت: کیا کہہ رہی ہو تم؟
چھوٹی لڑکی: بتاؤں، چلتا ہے کچھ پتہ؟ سکول سے آئی تو گھر پر کوئی نہیں تھا اور اب آئی ہوں تو تم
بھی ہو، ڈیڈی بھی ہیں۔ بنی دیدی بھی ہے مگر سب لوگ ایسے چُپ ہیں جیسے ....
عورت: (اس کی طرف آتے ہوئے) تُو اپنا بتا کہ آتے ہی کہاں چلی گئی تھی؟
چھوٹی لڑکی: کہیں بھی چلی گئی تھی۔ گھر پر تھا کوئی جس کے پاس یہاں بیٹھتی؟ .... دودھ گرم ہوا
ہے میرا؟
عورت: ابھی ہوا جاتا ہے!
چھوٹی لڑکی: ابھی ہوا جاتا ہے! سکول میں بھوک لگے تو کوئی پیسہ نہیں ہوتا پاس میں! اور
گھر آنے پر گھنٹہ گھنٹہ بھر دودھ ہی نہیں ہوتا گرم!
عورت: کہا ہے نا تجھ سے، ابھی ہوا جاتا ہے۔ (مرد نمبر ایک سے) تم اُٹھ رہے ہو، یا میں جاؤں؟
(مرد نمبر ایک اخبار کے ٹکڑوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے اٹھ کھڑا ہوتا ہے)
مرد نمبر ایک: (کوئی کڑوی چیز نگلنے کی طرح) جا رہا ہوں میں ہی ....
(اخبار کے ٹکڑوں پر اس طرح سے نظر ڈالتا ہے جیسے کہ بہت ہی اہم دستاویز
تھی جسے اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے)
عورت: (چھوٹی لڑکی سے) تو پھر ایک کتاب پھاڑ لائی ہے آج؟

(مرد نمبر ایک چلتے چلتے رُک جاتا ہے کہ اس اہم مسئلہ کا حل بھی دیکھ لے)

چھوٹی لڑکی: اپنے آپ پھٹ گئی تو میں کیا کروں؟ آج سلائی کی کلاس میں پھر وہی ہوا میرے ساتھ۔ مِس نے کہا....

عورت: تو مِس کی بات بعد میں کرنا۔ پہلے یہ بتا کہ....

چھوٹی لڑکی: روز کہتی ہو بعد میں کرنا۔ آج بھی مجھے رِلیں لا کر نہ دیں تو مَیں سکول نہیں جاؤں گی کل سے! مِس نے ساری کلاس کے سامنے کہا مجھ سے کہ....

عورت: تو اور تیری مِس! روگ لگا رکھا ہے جان کو!

چھوٹی لڑکی: تو اُٹھا لو نا مجھے سکول سے! جیسے شَوکی مارا مارا پھرتا ہے دن بھر، مَیں بھی پھرتی رہا کروں گی!

(بڑی لڑکی اس بیچ میں کافی بے قراری سی محسوس کرتی ہوئی چھوٹی لڑکی کو دیکھتی رہتی ہے)

بڑی لڑکی: (اپنے آپ پر قابو نہ پاتے ہوئے) تجھے تمیز سے بات کرنا نہیں آتی؟ بڑا بھائی ہے وہ تیرا!

چھوٹی لڑکی: کیوں.... پھرتا نہیں ہے مارا مارا سارا دن؟

بڑی لڑکی: کُتّی!

چھوٹی لڑکی: تم یہاں تھیں تو کہا کرتی تھیں اس کے بارے میں؟ تمہارا بھی تو بڑا بھائی ہے ایک ہی سال بڑا ہے، ہے تو بڑا ہی!

بڑی لڑکی: (عورت سے) ممّا! تم نے اس لڑکی کی زبان بہت کھول دی ہے!

مرد نمبر ایک: اگر میں یہی بات کہہ دُوں نا اس سے....

عورت: پہلے جو کچھ کہنا ہے وہ کہہ لو تم! اس کے بعد دیکھ لینا اگر....

مرد نمبر ایک: (احاطے کے دروازے کی طرف چلتا ہے) کہنا کیا ہے؟ کہتا ہی نہیں کبھی! میں دودھ گرم کر رہا ہوں اس کا!

(دروازے سے نکل جاتا ہے)

چھوٹی لڑکی: کل مجھے رِلیوں کا ڈبّہ ضرور ہی چاہیے اور مِس بینر جی نے سب لڑکیوں سے کہا کہ آج فاؤنڈرس ڈے پی ٹی کے لیے تین تین نئے کِٹ....

عورت: کتنے....؟

چھوٹی لڑکی: تین تین۔ سب لڑکیوں کو بنوانے ہیں اور تم نے کہا تھا کہ کلِپ اور موزے اس کے لیے ضرور آ جائیں گے ——— کتنی شرم آتی ہے مجھے، پھٹے موزے پہن کر سکول جاتے!

(لمحہ بھر عجب خاموشی)

عورت : (جیسے اپنے آپ کو اس صورت سے بچانے کی کوشش کرتی ہو) اچھا دیکھ .... سکول سے آکر تُو اپنا بیگ یہاں کھُلا چھوڑ کر گئی تھی ! میں نے آکر بند کیا ہے۔ پہلے اسے اندر رکھ کر آ !

چھوٹی لڑکی : تم نے میری بات سُنی ہے ؟

عورت : سُن لی ہے !

چھوٹی لڑکی : تو جواب کیوں نہیں دیا کچھ ؟ (کونے سے بیگ اٹھا کر جھٹکے سے اندر بڑھتی ہے) مَیں کر رہی ہُوں، موزوں اور کلِپ کی بات اور کہہ رہی ہے بیگ اندر رکھ کر آ !

(چلی جاتی ہے۔ بڑی لڑکی کرسی سے اُٹھ پڑتی ہے)

بڑی لڑکی : ہم کہہ پاتے تھے کبھی اتنی بات ؟ آدھی بات بھی کہہ دیں اس سے تو راسیں اس طرح کس دی جاتی تھیں کہ بس !

(عورت لمحہ بھر اپنے میں ڈوبی کھڑی رہتی ہے ———)

عورت : (اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے) کیا کہا تم نے ؟

بڑی لڑکی : میں نے کہا کہ ... (سراسیمہ عورت کے خیالوں کا اندازہ لگا کر) تم سوچ رہی تھی کچھ ؟

عورت : نہیں ... سوچ نہیں رہی تھی (اِدھر اُدھر نگاہ ڈالتے ہوئے) دیکھ رہی تھی کہ اور کچھ سمیٹنے کو تو نہیں۔ ابھی کوئی آنے والا ہے باہر سے اور ....

بڑی لڑکی : کون آنے والا ہے ؟

(مرد نمبر ایک دودھ کے گلاس میں چینی ہلاتا احاطے کے دروازے سے آتا ہے)

مرد نمبر ایک : سنگھانیا ! اس کا باس۔ وہ نیا آنا شروع ہوا ہے آج کل !

(گلاس ڈائننگ ٹیبل پر چھوڑ کر کسی کی طرف دیکھے بغیر واپس چلا جاتا ہے۔ عورت تلخی آمیز نظر سے اُسے جاتے دیکھتی ہے۔ بڑی لڑکی عورت کے پاس آجاتی ہے)

بڑی لڑکی : مَمّا !

(عورت کی آنکھیں گھوم کر بڑی لڑکی کے چہرے پر ٹک جاتی ہیں۔ وہ کچھ کہہ نہیں پاتی)

کیا بات ہے ماما ؟

عورت : کچھ نہیں !

بڑی لڑکی : پھر بھی ؟

عورت : کہا ہے نا ، کچھ نہیں !

(وہاں سے ہٹ کر کبارڈ کے پاس چلی جاتی ہے اور اسے کھول کر اندر سے کوئی چیز ڈھونڈنے لگتی ہے)

بڑی لڑکی : (اس کے پیچھے جاکر) ممّا !

(عورت کوئی جواب نہ دے کر کبارڈ میں سے ایک میز پوش نکال لیتی ہے اور کبارڈ بند کر دیتی ہے)

تم تو عادی ہو روز روز ایسی باتیں سُننے کی ! کب تک من پر لادتی رہو گی ؟

(عورت اُس کا جُملہ پُورا ہونے تک رُکی رہتی ہے پھر جاکر تپائی کا میز پوش بدلنے لگتی ہے)

(اُس کی طرف آتی ہے) ایک تم ہی کرنے والی ہو سب کچھ اس گھر میں - اگر تمہیں ...

(عورت کے بدلتے ہوئے جذبات کو دیکھ کر درمیان میں ہی رُک جاتی ہے. عورت پُرانے میز پوش کو ہاتھوں میں لیے ایک نظر اُسے دیکھتی ہے - پھر امڈتے ہوئے جذبے کو روکنے کی کوشش میں چہرے کو میز پوش سے ڈھک لیتی ہے)

(کافی نرم لہجے میں) ممّا !

(عورت آہستگی سے موڑھے پر بیٹھ جاتی ہے میز پوش چہرے سے ہٹاتی ہے)

عورت : (رُندھے ہوئے لہجے میں) اب مجھ سے نہیں ہوتا - بنّی ! اب مجھ سے نہیں سنبھلتا !

(مرد نمبر ایک احاطے کے دروازے سے آتا ہے - پلیٹ میں دو جلے ٹوسٹ ہیں - عورت کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑتے ہیں لیکن وہ اپنے چہرے سے کسی طرح کا ردِّ عمل ظاہر نہیں ہونے دیتا - پلیٹ دودھ کے گلاس کے پاس چھوڑ کر وہ کتابوں کے شیلف کی طرف چلا جاتا ہے اور اس کے نچلے حصّے میں رکھی فائلوں میں سے کوئی خاص فائل ڈھونڈنے لگتا ہے - بڑی لڑکی پل بھر ٹھہر کر اُسے دیکھتی ہے)

بڑی لڑکی : (خاص کر اُسی کو سُناتی ہے - عورت سے مخاطب ہو کر) جو تم سے نہیں سنبھلتا وہ اور کس سے سنبھل سکتا ہے اس گھر میں .... جان سکتی ہوں ؟

(مرد نمبر ایک جیسے ایک فائل کی دُھول جھاڑنے کے لیے اُسے دو ایک ہاتھ زور
سے لگاتا ہے)
جب سے بڑی ہوئی ہوں تبھی سے دیکھ رہی ہوں - تم سب کچھ سہہ کر بھی رات دن اپنے
آپ کو اس گھر کے لیے ہلاک کرتی رہتی ہو . . . . . .
(مرد نمبر ایک اب ایک اور فائل کو اس سے بھی تیز اور زیادہ بار پیٹ دیتا ہے)
عورت : پر ہُوا کیا ہے اُس سے ؟
(مایوسی کی نگاہ سے مرد نمبر ایک کی طرف دیکھتی ہے اور موڑھے سے اُٹھ پڑتی
ہے - مرد نمبر ایک دونوں فائلوں کو زور زور سے ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے -
عورت یکایک مرد نمبر ایک کی تھپ تھپ سے بے قرار ہو جاتی ہے)
تمہیں میرے گھر میں یہ دُھول اسی وقت پھیلانی ہے کیا ؟
مرد نمبر ایک : جُنے جا کی فائل ڈھونڈ رہا تھا - نہیں ڈھونڈتا !
(جیسے تیسے فائلوں کو اسی جگہ ٹھونسنے لگتا ہے جہاں سے اٹھائی تھیں - چھوٹی لڑکی
پیر پٹکتی اندر سے آتی ہے)
چھوٹی لڑکی : دیکھ لو ممّا ، یہ مجھے پھر تنگ کر رہا ہے !
بڑی لڑکی : (الگ بھگ ڈانٹتے ہوئے) تو چلّا کیوں رہی ہے اِتنا ؟
چھوٹی لڑکی : چلّا رہی ہوں کیوں کہ شوکی اندر مجھے . . . .
بڑی لڑکی : شوکی ، شوکی کیا ہوتا ہے ؟ اشوک بھیّا جی نہیں کہہ سکتی ؟
چھوٹی لڑکی : اشوک بھیا جی ؟ . . . . واہ !
(زور کے ساتھ ہنستی ہے)
عورت : اشوک اندر کیا کر رہا ہے اس وقت ؟ میں تو سوچتی تھی کہ وہ . . . .
چھوٹی لڑکی : پڑا سو رہا تھا اب تک ! میں نے جا کر جگا دیا تو لگا میرے بال کھینچنے !
(لڑکا اندر آتا ہے - یوں لگتا ہے کہ دو تین روز سے داڑھی نہیں بنائی ہے ——)
لڑکا : کون سو رہا تھا ؟ میں ؟ بالکل جھوٹ !
بڑی لڑکی : شیو کرنا چھوڑ دیا ہے تُو نے ؟
لڑکا : (اپنے چہرے کو چھوتا ہے) فرنچ کٹ رکھنے کی سوچ رہا ہوں ! کیسی لگے گی میرے چہرے پر ؟

چھوٹی لڑکی : (بے صبر ہوکر) میری بات سُنی نہیں کسی نے ؟ اندر میرے بال کھینچ رہا تھا اور باہر آکر اپنی فرینچ کٹ بتا رہا ہے !

(ڈائننگ ٹیبل سے دودھ کا گلاس لے کر غٹ غٹ دودھ پی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک اس بیچ میں شیلف اور فائلوں سے ہی اُلجھتا رہتا ہے۔ ایک فائل کسی طرح اندر سماتا ہے تو کچھ اور فائلیں باہر کو آگرتی ہیں۔ انھیں سنبھالتا ہے تو پہلی فائلیں پیچھے گر جاتی ہیں)

عورت : (لڑکے کے پاس آتی ہے) تم سے ایک بات پوچھوں ؟

لڑکا : پوچھو !

عورت : اس لڑکی کی عمر کیا ہے ؟

لڑکا : یہی تو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بارہ سال کی عمر میں یہ لڑکی ....

بڑی لڑکی : تیرہ سال کی عمر میں ....

عورت : تیرہ سال کی لڑکی کتنی بڑی ہوتی ہے ؟

لڑکا : تیرہ سال کی لڑکی تیرہ سال بڑی ہوتی ہے اور تیرہ سال بڑی ہونی چاہیے اسے جب کہ یہ لڑکی....

عورت : بچی نہیں اب جو تو اس کے بال کھینچتا رہے !

(چھوٹی لڑکی لڑکے کی طرف زبان نکالتی ہے۔ مرد نمبر ایک کسی طرح سے فائلوں کو سمیٹ کر اُٹھ پڑتا ہے)

لڑکا : تب تو سچ مجھے اپنی غلطی ماننی چاہیے !

عورت : ضرور ماننی چاہیے !

لڑکا : کہ میں نے خواہ مخواہ اس کے ہاتھ سے وہ کتاب چھین لی !

مرد نمبر ایک : (اپنی غیر جانب داری بنائے رکھنے میں کامیاب نہ ہوتے ہوئے آگے آتا ہے) کون سی کتاب ؟

چھوٹی لڑکی : جھوٹ بول رہا ہے ! میں نے کوئی کتاب نہیں لی اس کی !

(توسوں والی پلیٹ ہاتھ میں لیے میز پر بیٹھ جاتی ہے ——)

مرد نمبر ایک : (لڑکے سے، بہت قریب آکر) کون سی کتاب ؟

لڑکا : (بش شرٹ کے اندر سے نکال کر دکھاتا ہے) یہ کتاب !

چھوٹی لڑکی : جھوٹ ! بالکل جھوٹ ! میں نے دیکھی بھی نہیں یہ کتاب !

لڑکا: (آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھتا ہے) نہیں دیکھی؟
چھوٹی لڑکی: (کمزور ہوکر، ڈھیٹ پن کے ساتھ) تو تکیے کے نیچے رکھ کر سوئے تو بھی کچھ نہیں! میں نے ذرا نکال کر دیکھ لی....
مرد نمبر ایک: (ہاتھ بڑھاکر) میں دیکھ سکتا ہوں؟
لڑکا: (کتاب واپس بش شرٹ میں رکھتا ہے) نہیں... آپ کے دیکھنے کی نہیں ہے! (عورت سے) پھر پُوچھو مجھ سے کہ اس کی عُمر کتنی ہے؟ کتنے سال کی ہے؟
بڑی لڑکی: کیوں اشوک....! یہ وہی کتاب ہے نا کیسا نووا....
مرد نمبر ایک: (اونچے لہجے میں) ٹھہرو! (باری باری اُن سب کی طرف دیکھتا ہے) پہلے میں یہ جان سکتا ہوں یہاں کسی سے کہ میری عمر کتنے سال ہے؟
(کچھ لمحوں کا وقفہ' —— جس میں صرف چھوٹی لڑکی کا منھ اور ٹانگیں چلتی رہتی ہیں)
عورت: ایسی کیا بات کہہ دی ہے کسی نے کہ....؟
مرد نمبر ایک: (ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہے) میں پُوچھ رہا ہُوں میری عمر کتنے سال ہے؟ کتنے سال ہے میری عُمر
عورت: (نئی صورتِ حال کے لیے تیار ہوکر) یہ تمہیں پوچھ کر جاننا ہے کیا؟
مرد نمبر ایک: ہاں پُوچھ کر ہی جاننا ہے آج! کتنے سال ہو چکے ہیں مجھے زندگی کا بار ڈھوتے ہوئے؟ ان میں سے کتنے سال بیت گئے ہیں مجھے اس کنبے کی دیکھ بھال کرتے؟ اور اُس سب کے بعد میں آج پہنچا کہاں ہُوں؟ یہاں جسے دیکھو وہی مجھ سے اُلٹے ڈھنگ سے بات کرتا ہے؟ جسے دیکھو وہی مجھ سے بدتمیزی سے پیش آتا ہے؟
لڑکا: (اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش میں) میں نے تو صرف اس لیے کہا تھا ڈیڈی کہ....
مرد نمبر ایک: ہر ایک کے پاس ایک نہ ایک وجہ ہوتی ہے۔ اس نے اس لیے کہا تھا! اُس نے اس لیے کہا تھا! میں جاننا چاہتا ہُوں کہ میری یہاں یہی حیثیت ہے اس گھر میں کہ جو جب جس وجہ سے جو بھی کہہ دے چُپ چاپ سُن لیا کرُوں؟ ہر وقت کی دھتکار، ہر وقت کا طعنہ! بس یہی کمائی ہے میری یہاں اتنے سالوں کی؟
عورت: (سراسیمگی سے اُسے دیکھتی ہے) یہ سب کسے سُنا رہے ہو تم؟
مرد نمبر ایک: کسے سُنا سکتا ہُوں؟ کوئی ہے جو سُن سکتا ہے؟ جنہیں سنانا چاہیے، وہ سب تو ایک ربڑ سٹیمپ کے سوا کچھ نہیں سمجھتے مجھے! صرف ضرورت کے وقت اس مُہر کا ٹھپہ لگاکر....

عورت : یہ بہت بڑی بات نہیں کہہ رہے کیا تم ؟
لڑکا : (اُسے روکنے کی کوشش میں) ممّا ....
عورت : مجھے صرف اتنا پُوچھ لینے دو ان سے کہ ربڑ سٹیمپ کے معنی کیا ہوتے ہیں ؟ ایک حق، ایک رُتبہ، ایک عزّت ـــــ یہی نا ؟
لڑکا : (پھر اسی کوشش میں) سُنو تو سہی، ممّا ....
عورت : یہ سب کب ملا ہے ان سے کسی کو بھی اس گھر میں ؟ کن معنوں میں یہ کہتے ہیں ....
مرد نمبر ایک : کسی معنوں میں نہیں ! میں اس گھر میں ایک ربڑ سٹیمپ بھی نہیں ! صرف ربڑ کا ایک ٹکڑا ہوں ـــــ بار بار گھِسا جانے والا ربڑ کا ٹکڑا ! اس کے بعد کیا کوئی مجھے وجہ بتا سکتا ہے ایک بھی ایسی وجہ کہ کیوں مجھے رہنا چاہیے اس گھر میں ....
(سب لوگ خاموش رہتے ہیں)
نہیں بتا سکتا نا ؟
عورت : میں نے ایک چھوٹی سی بات پُوچھی ہے تم سے ....
مرد نمبر ایک : (سر ہلاتا ہے) ہاں ! چھوٹی سی بات ہی تو ہے یہ ! ـــــ حق، رُتبہ، عزّت ـــــ یہ سب باہر کے لوگوں سے مل سکتا ہے اس گھر کو۔ اس گھر کا آج تک کچھ بنا ہے یا آگے بن سکتا ہے تو صرف باہر کے لوگوں کے بھروسے۔ میری وجہ سے تو سب کچھ بگڑتا آیا ہے اور آگے بگڑ ہی بگڑ سکتا ہے ! (لڑکی کی طرف اشارہ کر کے) یہ بِنا بتائے ایک رات گھر سے کیوں بھاگ گئی تھی ؟ میری وجہ سے ! (عورت کے بالکل سامنے آ کر) اور تم بھی .... تم بھی اتنے سالوں سے کیوں چاہتی رہی ہو کہ ....
عورت : (بوکھلا کر باقی تینوں سے) سُن رہے ہو تم لوگ ؟
مرد نمبر ایک : اپنی زندگی چوپٹ کرنے کا ذمہ دار میں ہُوں ! تمہاری زندگی تباہ کرنے کا ذمہ دار میں ہوں ! ان سب کی زندگیاں برباد کرنے کا ذمہ دار میں ہُوں ! پھر بھی اس گھر سے چپکا ہوا ہُوں، کیوں کہ اندر سے میں آرام طلب ہُوں، گھر ہی میں گھُسا رہتا ہُوں۔ میری ہڈیوں میں زنگ لگا ہے۔
عورت : میں نہیں جانتی کہ تم سچ مچ ایسا محسوس کرتے ہو یا ....
مرد نمبر ایک : سچ مچ محسوس کرتا ہُوں ! مجھے معلوم نہیں کہ میں ایک کیڑا ہُوں جس نے اندر ہی اندر اس

گھر کو کھایا ہے! (باہر کے دروازے کی طرف چلتا ہے) لیکن اب پیٹ بھر گیا ہے۔ میرا ہمیشہ کے لیے بھر گیا ہے! (دروازے کے پاس رُک کر) اور بچا بھی کیا ہے؟ جسے کھانے کے لیے اور رہ جاؤں یہاں؟

(چلا جاتا ہے! کچھ دیر کے لیے سب لوگ مبہوت سے رہ جاتے ہیں
پھر چھوٹی لڑکی ہاتھ کے ٹوسٹ کو منہ کی طرف لے جاتی ہے)

بڑی لڑکی: تمہارا کیا خیال ہے مُمّا ....

عورت: لَوٹ آئیں گے رات تک! ہر منگل، سینچر یہی سب ہوتا ہے یہاں!

چھوٹی لڑکی: (جوٹھے ٹوسٹ کو پلیٹ میں واپس پٹکتی ہے) تھو! تھو....

بڑی لڑکی: (کافی غصے کے ساتھ) تجھے کیا ہو رہا ہے وہاں؟

چھوٹی لڑکی: مجھے کیا ہو رہا ہے یہاں؟ یہ ٹوسٹ ہے، کوئلہ ہے؟

عورت: (دانت پیستے ہوئے) تو اِدھر آئے گی ایک منٹ؟

چھوٹی لڑکی: نہیں آؤں گی!

بڑی لڑکی: نہیں آئے گی؟

چھوٹی لڑکی: نہیں آؤں گی۔ (دفعتہً اٹھ کر باہر چلی جاتی ہے) اندر جاؤں تو بال کھینچے جاتے ہیں! باہر آؤں تو کٹ پٹ، کٹ پٹ، کٹ پٹ اور کھانے کو کوئلہ ———— اب اُدھر آ کر اُن کے تمانچے اور کھانے ہیں!

(چلی جاتی ہے)

لڑکا: (اس کے پیچھے جاتے ہوئے) میں دیکھتا ہوں اسے! کم سے کم اس لڑکی کی تو مجھے....

(دروازے کے پاس پہنچتا ہی ہے کہ پیچھے سے عورت آواز دے کر اُسے
روک لیتی ہے)

عورت: سُن!

لڑکا: (کس طرح سے نکل جانے کی کوشش میں) پہلے میں جا کر اسے....

عورت: (کافی سخت لہجے میں) پہلے تو آ کر یہاں.... بات سُن میری!

(لڑکا جیسے کسی ضروری کام پر جانے سے روک لیے جانے کی حالت میں
لَوٹ کر عورت کے پاس آ جاتا ہے)

لڑکا : بتاؤ !
عورت : کم سے کم تجھے اس وقت کہیں نہیں جانا ہے - وہ آج پھر آنے والا ہے تھوڑی ہی دیر میں ....
لڑکا : (مجھے کیا کوئی آنے والا ہے ؟ جیسی لاپرواہی کے عالم میں) کون آنے والا ہے ؟
بڑی لڑکی : ممّا کا باس ——— کیا نام ہے اس کا ؟
لڑکا : اچھا .... وہ آدمی !
بڑی لڑکی : تو ملا ہے اُس سے ؟
لڑکا : دوبارہ !
بڑی لڑکی : کہاں ؟
لڑکا : اِسی گھر میں !
عورت : (بڑی لڑکی سے) دونوں بار اسی کے لیے بلّایا تھا میں نے اُسے ! آج بھی اِسی کی خاطر ..
لڑکا : (کچھ تیکھے سے انداز میں) میری خاطر ؟ کیا لینا دینا ہے اُس سے ؟
بڑی لڑکی : ممّا اس کے ذریعے سے تیری نوکری کے لیے کوشش کر رہی ہوں گی نا ....
لڑکا : مجھے نہیں چاہیے نوکری ! کم از کم اُس آدمی کے ذریعے سے ہرگز نہیں !
بڑی لڑکی : کیوں، اُس سے آدمی کو کیا ہے ؟
لڑکا : چقندر رہے ؟ وہ آدمی ہے ؟ جسے بیٹھنے کا شعور ہے نہ بات کرنے کا !
عورت : پانچ ہزار تنخواہ ہے اس کی ! پورا دفتر سنبھالتا ہے !
لڑکا : پانچ ہزار تنخواہ ہے، پورا دفتر سنبھالتا ہے لیکن اتنا ہوش نہیں کہ اپنی پتلون کے بٹن ....
عورت : اشوک !
لڑکا : تمہارا باس نہ ہوتا تو اُس دن میں نے کان سے پکڑ کر گھر سے نکال دیا ہوتا ! صوفے پر ٹانگیں پسارے آپ سوچ کچھ رہے ہیں - ران کھجلاتے دیکھتے کسی اور طرف ہیں اور بات مجھ سے کر رہے ہیں ——— (نقل اتارتا ہے) اچھا یہ بتلائیے کہ آپ کے کیا سیاسی خیالات ہیں ؟ سیاسی خیالات ہیں میرے ——— کھجلی اور اس کا مرہم !
عورت : (اپنا ماتھا سہلا کر، بڑی لڑکی سے) یہ لوگ ہیں جن کے لیے میں جان ماری کرتی ہوں رات دن !
لڑکا : پہلے پانچ سیکنڈ آدمی کی آنکھوں میں جھانکتا رہے گا ! پھر ہونٹوں کے داہنے کونے سے ذرا

مُسکرائے گا! پھر ایک ایک لفظ کو چباتا ہوا پُوچھے گا ... (اسی کے لہجے میں) آپ کیا سوچتے ہیں آج کل نوجوانوں میں ہیجان کیوں ہے؟ ڈھونڈ ڈھونڈ کر دفتری زبان کے لفظ لاتا ہے —
نوجوان لوگوں میں! ہیجان!

عورت : تو پھر؟

لڑکا : تو پھر کیا؟

عورت : تو پھر کیا مرضی ہے تیری؟

لڑکا : کس چیز کو لے کر؟

عورت : اپنے آپ کو!

لڑکا : مجھے کیا ہوا ہے؟

عورت : زندگی میں تجھے بھی کچھ کرنا دھرنا ہے یا باپ ہی کی طرح ....

لڑکا : (پھر تیکھے انداز میں) ہر بات میں خواہ مخواہ اُن کا ذکر کیوں بیچ میں لاتی ہو؟

عورت : پڑھائی تھی تو تُونے وہ پُوری نہیں کی! ایر فریز میں نوکری دلائی تھی تو وہاں سے چھ ہفتے کے بعد ہی چھوڑ کر چلا آیا! اب میں نئے سرے سے کوشش کرنا چاہتی ہُوں تو ....

لڑکا : پر کیوں کرنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا ہے تم سے کوشش کرنے کے لیے؟

بڑی لڑکی : تو تیرا مطلب ہے کہ تو ... زندگی بھر کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا؟

لڑکا : ایسا کہا ہے میں نے؟

بڑی لڑکی : تو نوکری کے سوا ایسا کیا ہے جو تو .... ؟

لڑکا : یہ میں نہیں کہہ سکتا! صرف اتنا کہہ سکتا ہُوں کہ جس چیز میں میری دل چسپی نہیں ہے ....

عورت : دل چسپی تو تیری ....

بڑی لڑکی : ٹھہرو ممّا ....

عورت : تو ٹھہر، مجھے بات کرنے دے۔ (لڑکے سے) دِل چسپی تو تیری صرف تین چیزوں میں ہے — دن بھر اونگھنے میں، تصویریں کاٹنے میں اور .... گھر کی یہ چیز وہ چیز لے جاکر ....

لڑکا : (کڑوی نگاہ سے دیکھتا ہے) اسے گھر کہتی ہو تم؟

عورت : تو تُو اسے کیا سمجھ کر رہتا ہے یہاں؟

لڑکا : مَیں اسے ....

بڑی لڑکی : (اسے بولنے نہ دینے کے لیے) دیکھو اشوک، ممّا کے یہ سب کہنے کا مطلب صرف اِتنا ہے کہ ....

لڑکا : میں نہیں جانتا مطلب ؟ تو چلی گئی ہے یہاں سے، میں تو ابھی یہیں رہتا ہوں !

عورت : (اضطرار میں) تو کیوں نہیں تو بھی پھر ....

بڑی لڑکی : (جھڑکنے کے انداز میں) کیسی بات کر رہی ہو مّما !

عورت : کیسی بات کر رہی ہوں ؟ یہاں پر سب لوگ سمجھتے کیا ہیں مجھے ؟ ایک مشین، جو سب کے لیے آٹا پیس پیس کر رات کو دن اور دن کو رات کرتی ہے ؟ اگر کسی کے من میں ذرا بھی خیال نہیں ہے اس چیز کے لیے کہ کیسے میں ....

(اس بیچ میں ہی باہر کے دروازے پر مرد نمبر دو کی صورت دکھائی دیتی ہے جو کواڑ کو ہلکے سے کھٹکھٹاتا ہے۔ عورت چونک کر اُدھر دیکھتی ہے اور اپنی آدھ کہی بات درمیان ہی سے چبا جاتی ہے)

(لہجے کو کسی طرح سے سنبھالتی ہے) آ گئے ہیں آپ ؟ آئیے آئیے اندر ....

بڑی لڑکی : (ذمہ دارانہ انداز سے دروازے کی طرف بڑھتی ہے) آئیے !

(مرد نمبر دو پُورے ادب سے اُن کے آداب و تسلیم کا جواب دیتا ہے اور اندر آ جاتا ہے)

عورت : یہ میری بڑی لڑکی ——— بنّی ! اشوک تو آپ سے مل ہی چکا ہے !

مرد نمبر دو : اچھا اچھا .... یہی ہے وہ لڑکا ! تم اس کا ذکر کر رہی تھی ! اسی کا آپریشن ہوا تھا نا پچھلے سال ؟ نہ نہ نہ نہ وہ تو مسز ماتھر کی لڑکی کا ہُوا تھا ! (آنکھیں سکوڑ کے) مسز ماتھر کی لڑکی کا ؟ نہیں شاید .... لیکن ہوا تھا کِسی کی لڑکی کا !

عورت : یہاں آ جائیے صوفے پر !

(صوفے کی طرف بڑھتے ہوئے مرد نمبر دو کی آنکھیں لڑکے سے مل جاتی ہیں۔ لڑکا چلتے ڈھنگ سے اسے ہاتھ جوڑ دیتا ہے۔ مرد نمبر دو اسی تہذیب سے جواب دیتا ہے)

مرد نمبر دو : (بیٹھتا ہوا) اتنے لوگوں سے ملنا جُلنا ہوتا ہے کہ .... (اپنی گھڑی دیکھ کر) پانچ منٹ ہیں سات میں ! ان کی فرمائش تھی کہ سات بجے تک ضرور پہنچ جاؤں ! کئی لوگوں کو بُلا رکھا ہے اُنھوں

نے ـــــ خاص طور سے ملنے کے لیے! (بڑی لڑکی کو غور سے دیکھتا ہے، عورت سے) تم نے بتایا کچھ اس کے بارے میں! کس کالج میں ہے یہ؟

عورت: اب کالج میں نہیں ہے....

مرد نمبر دو: ہاں، ہاں، ہاں....! بتایا تھا تم نے! (بڑی لڑکی سے) بیٹھو نا! (عورت سے) تم بھی بیٹھو!

(عورت، صوفے کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ جاتی ہے، بڑی لڑکی کچھ حیرانی کے عالم میں کھڑی رہتی ہے)

عورت: بیٹھ جا! کھڑی کیوں ہے؟

بڑی لڑکی: یہ جلدی چلے جائیں گے! سوچ رہی تھی کہ چائے کا پانی.....

مرد نمبر دو: نہیں! نہیں! چائے وائے نہیں اس وقت! ویسے بھی بہت کم پیتا ہوں! ایک مضمون کہیں... ریڈرز ڈائیجسٹ میں تھا؟.... کہ زیادہ چائے پینے سے...... (ران کھجلاتا ہے) یہ ریڈرز ڈائیجسٹ بھی کیا چیز نکالتا ہے! اپنے یہاں تو بس یہ کہانیاں، وہ کہانیاں، کوئی اچھا رسالہ ملتا ہی نہیں دیکھنے کو! ایک امریکی آیا تھا پچھلے دنوں تو بتا رہا تھا کہ....

(لڑکا، جو اتنی دیر پرے کھڑا رہتا ہے اب بڑھ کر ان کے پاس آجاتا ہے)

لڑکا: (عورت سے) ایسا ہے ممّا کہ....

عورت: رُک ابھی! (مرد نمبر دو سے) ایک پیالی بھی نہیں لیں گے؟

مرد نمبر دو: بالکل نہیں....! کمپنی کے بین الاقوامی رابطے ہیں، سو سبھی ملکوں کے لوگ ملنے آتے رہتے ہیں! جاپان سے ایک پورا ہی جتھا آیا تھا نمائندوں کا پچھلے دنوں....! کچھ بھی کہیے جاپان نے ان سب کی ناک میں نکیل ڈال رکھی ہے آج کل....! ابھی اسی دن میں جاپان کے پچھلے سال کے صنعتی اعداد دیکھ رہا تھا....

لڑکا: میں معافی چاہوں گا کیوں کہ....

عورت: تجھ سے کہا رُک ابھی تھوڑی دیر! (مرد نمبر دو سے) آپ کافی پسند کرتے ہیں تو....

مرد نمبر دو: نہ چائے! نہ کافی! ایک واردات سناؤں آپ کو کافی پینے کے سلسلے میں! آج کی بات نہیں، بہت سال پہلے کی ہے! تب کی جب میں اپنی یونی ورسٹی کی ادبی مجلس کا سیکرٹری

تھا ! (من ہی من میں اس بات سے مزہ لیتا ہوا) ہیہ ہیہ ہیہ ہیہ ... ادبی سرگرمیاں شروع ہوئی تھیں ! سو .... (بڑی لڑکی اور لڑکے سے) بیٹھ جاؤ تم لوگ !

(بڑی لڑکی بیٹھ جاتی ہے)

لڑکا : بات یہ ہے کہ ....

عورت : (بڑھتی ہوئی) بیٹھ ! میں تھوڑا نمکین لے کر آ رہی ہوں !

(لڑکے کو بیٹھنے کے لیے تاکید کر کے احاطے کے دروازے سے جاتی ہے ۔ لڑکا بے اطمینانی سے اسے دیکھتا ہے پھر ٹہلتا ہوا پڑھنے کی میز کے پاس چلا جاتا ہے ! بڑی لڑکی سے آنکھیں ملنے پر ذرا ذرا سے منھ بناتا ہے اور کُرسی کا رُخ تھوڑا سا صوفے کی طرف کر کے بیٹھ جاتا ہے)

مرد نمبر دو : (بڑی لڑکی سے) تمہیں پہلے کہاں دیکھا ہے ... نہیں دیکھا ؟

بڑی لڑکی : مجھے ؟ .... آپ نے ؟

مرد نمبر دو : کسی انٹرویو میں ؟

بڑی لڑکی : نہیں تو !

مرد نمبر دو : پھر بھی لگتا ہے دیکھا ہے ! .... کوئی اور ہوگی ! بالکل تمہارے جیسی تھی ! عجیب بات نہیں ہے یہ !

بڑی لڑکی : کیوں ؟

مرد نمبر دو : کہ بہت سے لوگ ایک دوسرے جیسے ہوتے ہیں ! ہمارے انکل ہیں ایک ! پیٹھ سے دیکھو ـــــ مرارجی بھائی لگتے ہیں !

(لڑکا اس بیچ میں میز کی دراز کھول کر تصویریں نکال لیتا ہے اور انھیں میز پر پھیلانے لگتا ہے)

لڑکا : ہماری آنٹی ہیں ایک ! گردن کاٹ کر دیکھو ـــــ جینا لولو برجی ڈا نظر آتی ہیں !

مرد نمبر دو : ہاں ! ... کئی لوگ ہوتے ہیں ایسے ! زندگی کی رنگا رنگی کی طرف دھیان دیں تو کئی بار یوں لگتا ہے کہ .... (اچانک جیبیں ٹٹولتا ہے) بھول تو نہیں آیا گھر پر ؟ (جیب سے چشمہ نکال کر واپس رکھتا ہے) نہیں ! تو میں کہہ رہا تھا کہ .... کیا کہہ رہا تھا ؟

بڑی لڑکی : کہ زندگی کی رنگا رنگی کی طرف دھیان دینے لگوں تو ....

لڑکا : آپ کی وہ صنعتی .... کیا تھی وہ ؟ اس کی بات نہیں کر رہے تھے آپ ؟

(عورت اس بیچ میں نمکین کی پلیٹ لیے احاطے کے دروازے سے آتی ہے)

عورت : کوئی واردات سُنا رہے تھے .... کافی پینے کے سلسلے میں !

مرد نمبر دو : ہاں، ... تو .... تو .... تو وہ .... وہ جو .... !

عورت : لیجیے تھوڑا سا ... !

مرد نمبر دو : ہاں ! ہاں .... ضرور (بڑی لڑکی سے) لو تم بھی ! (عورت سے) بیٹھ جاؤ اب !

عورت : (موڑھے پر بیٹھتی ہے) اُس بارے میں سوچا آپ نے کچھ ؟

مرد نمبر دو : (منھ چلاتا ہے) کس بارے میں ؟

عورت : وہ جو میں نے بات کہی تھی آپ سے ... کہ کوئی ٹھیک سی جگہ ہو آپ کی نظر میں تو ...

مرد نمبر دو : بہت مزے دار ہے !

عورت : یاد ہے نا آپ کو ؟

مرد نمبر دو : یاد ہے۔ کچھ بات کی تھی تم نے ایک بار ! اپنی کسی کزن کے لیے کہا تھا ... نہیں - وہ تو مسز ملہوترا نے کہا تھا ! تم نے کس کے لیے کہا تھا ؟

عورت : (لڑکے کی طرف دیکھتے ہوئے) اس کے لیے !

(مرد نمبر دو، گھوم کر لڑکے کی طرف دیکھتا ہے تو لڑکا ایک بناوٹی مسکراہٹ مسکراتا ہے)

عورت : ہوں، ہوں ! بی ایس سی کر رہا تھا ! تیسرے سال میں بیمار ہو گیا، اس لیے ....

مرد نمبر دو : اچھا اچھا ... ہاں ! ... بتایا تھا تم نے ! کچھ دن ایر انڈیا میں ....

عورت : ایر فریز میں !

مرد نمبر دو : ہاں ! ایر فریز ! ہوں ہوں .... ہوں !

(پھر گھوم کر لڑکے کی جانب دیکھتا ہے۔ لڑکا اُسی طرح مسکراتا ہے)

اِدھر آجائیے آپ ! وہاں دُور کیوں بیٹھے ہیں ؟

لڑکا : (اپنی ناک کی طرف اشارہ کرتا ہے) جی، مجھے ذرا ...

مرد نمبر دو : اچھا ! اچھا ! دیس کی آب و ہوا ہی ایسی ہے ! کیا کیا جائے ؟ آب و ہوا کے لحاظ سے جو ملک مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، وہ ہے اٹلی ! پچھلے سال کافی سفر کرنا پڑا ! پُورا یورپ گھوما ! لیکن جو بات مجھے اٹلی میں ملی وہ اور کسی ملک میں نہیں ! اٹلی کی سب سے بڑی

خوبی معلوم ہے کیا ہے؟ ... بہت ہی مزے دار ہے ... ! کہاں سے لاتی ہو؟ (گھڑی دیکھ کر) سات پانچ یہاں ہو گئے ! تو ....

عورت : یہاں نکڑ پر ایک دوکان ہے !

مرد نمبر دو : اچھی دکان ہے ؟ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ کھانے اور پہننے' دونوں کی نظر سے .... وہ امریکی بھی یہی بات کہہ رہا تھا کہ جتنی رنگا رنگی اس ملک کے کھان پان اور پہناوے میں ہے ... اور وہی کیا سبھی غیر ملکی لوگ اس بات کو مانتے ہیں ! کیا رُوسی ! کیا جرمن ! میں کہتا ہوں کہ دُنیا بھر میں سرد جنگ کم کرنے کی دین ہماری ہے ! تو یہی کہ ... تم اپنی اس ساڑھی کو ہی لو ! کتنی عامیانہ ہے، پھر بھی .... یہ ہڑتالوں وڑتالوں کا چکر نہ چلتا اپنے یہاں تو ہماری کپڑا بنانے کی صنعت اب تک .... اچھا ! تم نے وہ نوٹس دیکھا ہے جو یونین نے مینیجمنٹ کو دیا ہے ؟

(عورت 'ہاں' کے لیے سر ہلاتی ہے)

کتنی بے تکی باتیں ہیں اس میں ؟ ڈی اے پہلے ہی اتنا ہے کہ ...

(لڑکا دراز سے ایک پیڈ نکال کر، دراز بند کر دیتا ہے۔ مرد نمبر دو پھر گھوم کر اس طرف دیکھ لیتا ہے ! لڑکا پھر مسکرا دیتا ہے۔ مرد نمبر دو کے منہ موڑنے کے ساتھ ہی وہ پیڈ پر پنسل سے لکیریں کھینچنے لگتا ہے)

تو میں کہہ رہا تھا کہ ... کیا کہہ رہا تھا ؟

عورت : آپ کہہ رہے تھے ....

بڑی لڑکی : کئی باتیں کہہ رہے تھے !

مرد نمبر دو : لیکن بات شروع کہاں سے کی تھی میں نے ؟

لڑکا : اٹلی کی سب سے بڑی خُوبی سے !

مرد نمبر دو : ہاں ! پر اس کے بعد ....

لڑکا : کھان پان اور پہناوے کی رنگا رنگی ! امریکن ! جرمن ! روسی ! سرد جنگ ! ہڑتالیں ! کپڑوں کی صنعت ... ! ڈی ... اے ....

مرد نمبر دو : بہت اچھی یادداشت ہے لڑکے کی ! کہنے کا مطلب تھا کہ ....

عورت : تھوڑا اور لیجیے ...

مردنمبردو : اور نہیں اب !
عورت : تھوڑا سا ! .... دیکھیے، جیسے بھی ہو، اس کے لیے آپ کو کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہے !
مردنمبردو : ضرور ! کس کے لیے کیا کرنا ہے ؟
عورت : (لڑکے کی طرف دیکھ کر) اس کے لیے ....، کچھ نہ کچھ ....
مردنمبردو : ہاں ! ہاں ! ... ضرور ... ! وہ تو ہے ہی ! (لڑکے کی طرف گھوم کر) بی ایس سی میں کون ڈویژن تھا آپ کا ؟

(لڑکا انگلی سے ہوا میں صفر کھینچ دیتا ہے)

کون سا ؟
لڑکا : (تین چار بار انگلی گھماتا ہے) او !
مردنمبردو : (جیسے بات سمجھ کر) او !
عورت : تیسرے سال میں بیمار ہو گیا تھا، اِسی لیے ....
مردنمبردو : اچھا ! اچھا ! ... ہاں ! ... ٹھیک ہے ... دیکھوں گا میں ! (گھڑی دیکھ کر) اب چلنا چاہیے ! بہت وقت ہو گیا ہے ! (اُٹھتا ہوا) تم گھر پر آؤ کسی دن ! بہت دنوں سے نہیں آئیں ؟

(عورت اور بڑی لڑکی ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوتی ہیں)

عورت : مَیں بھی سوچ رہی تھی آنے کے لیے ! بے بی سے ملنے !
مردنمبردو : وہ پُوچھتی رہتی ہے آنٹی اتنے دنوں سے کیوں نہیں آئیں ! بہت پیار کرتی ہے آنٹیوں سے ! ماں کے نہ ہونے سے بچاری ....
عورت : بہت ہی پیاری بچّی ہے ! مَیں پُوچھ لُوں گی کسی دن آپ سے ! اس سے بھی کہہ دُوں آکر مل لے آپ سے ایک بار !
مردنمبردو : (بڑی لڑکی کو دیکھتا ہے) کس سے ؟ اس سے ؟
عورت : اشوک سے !
مردنمبردو : ہاں ! ہاں ! ... کیوں نہیں ؟ لیکن تم تو آؤ گی ہی ! تمھیں کو بتا دوں گا !
عورت : یہ جا رہے ہیں اشوک !
لڑکا : (جیسے پہلے پتہ نہ چلا ہو) جا رہے ہیں آپ ؟

(اُٹھ کر پاس آجاتا ہے)

مرد نمبر دو : (گھڑی دیکھ کر) سوچا نہیں تھا اتنی دیر رُک جاؤں گا!

(باہر کے دروازے کی طرف بڑھتا ہے، بڑی لڑکی سے)

تم نہیں کرتی ہو کہیں نوکری ؟

بڑی لڑکی : جی نہیں!

عورت : چاہتی ہے کرنا ... (بڑی لڑکی سے) چاہتی ہے نا ؟

بڑی لڑکی : ہاں! .... نہیں .... ایسا ہے کہ ...

عورت : ڈرتی ہے!

مرد نمبر دو : ڈرتی ہے ؟

عورت : اپنے خاوند سے!

مرد نمبر دو : خاوند سے ؟

عورت : ہاں! ... اسے پسند نہیں ہے!

مرد نمبر دو : یہ لڑکی ؟

عورت : نہیں، اس کا نوکری کرنا!

مرد نمبر دو : اچھا! اچھا ... ہاں!

عورت : آپ کو دھیان رہے گا نا اس کے لیے ؟

مرد نمبر دو : اس کے لیے ؟

عورت : میرا مطلب ہے اس کے لیے!

مرد نمبر دو : ہاں، ہاں، ہاں ہاں! تم گھر پر آؤ گی ہی! دفتر کی بھی کچھ باتیں کرنی ہیں - وہی یونین ؤونین کا جھگڑا ہے!

عورت : میں تو آؤں گی ہی! یہ بھی اگر مل لے ...

مرد نمبر دو : (گھڑی دیکھ کر) بہت دیر ہو گئی! (لڑکے سے) اچھا! ایک بات بتائیں گے آپ کی یہ جو ہڑتالیں ہو رہی ہیں سب میدانوں میں آج کل، اُن کے بارے میں آپ کیا سوچ رہے ہیں؟

(لڑکا ایسے اچک جاتا ہے جیسے کوئی کیڑا پتلون کے اندر چلا گیا ہو)

لڑکا : اوہ! اوہ! اوہ!

(جیسے باہر سے کیڑے کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگتا ہے)

بڑی لڑکی: کیا ہوا؟

عورت: (کچھ ناراضی سے) انھوں نے کیا پُوچھا ہے؟

لڑکا: (بڑی لڑکی سے) ہُوا کچھ نہیں! کیڑا ہے ایک!

بڑی لڑکی: کیڑا؟

مردنمبر دو: اپنے دیس میں تو..

لڑکا: پکڑا گیا!

مردنمبر دو: اتنی طرح کا کیڑا پایا جاتا ہے کہ....

لڑکا: مَسل دیا!

مردنمبر دو: مَسل دیا؟ شِو! شِو! شو! یہ تشدد کا خیال...

عورت: بہت ہے اس میں! کوئی کیڑا ہاتھ لگ جائے سہی!

لڑکا: اور کیڑا چاہے جتنا تشدّد کرتا رہے؟

مردنمبر دو: اصولوں کا سوال ہے! میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں.... بیٹھو تم لوگ!

عورت: مَیں سڑک تک چل رہی ہوں ساتھ!

مردنمبر دو: اس ملک میں بنیادی اصولوں پر.... ! تم نے تقریر سُنی ہے.... ! وہ جو آئے ہوئے ہیں آج کل! کیا نام ہے اُن کا؟

لڑکا: نِروودھ مہارشی!

مردنمبر دو: ہاں! ہاں! ہاں! یہی نام ہے نا؟ اتنی اچھی تقریر کرتے ہیں.... جنم کنڈلی بھی بناتے ہیں ویسے .... پر تقریر ....؟ واہ واہ واہ!

(آخری لفظوں کے ساتھ دروازہ پار کر جاتا ہے، عورت بھی ساتھ باہر چلی جاتی ہے)

لڑکا: ہاہا!

بڑی لڑکی: یہ کس بات پر؟

لڑکا: ایکٹنگ دیکھی؟

بڑی لڑکی: کس کی؟

لڑکا: میری!

بڑی لڑکی : تو کیا تُو ...

لڑکا : اُلّو بنا رہا تھا اُسے !

بڑی لڑکی : پتہ نہیں اصل میں کون اُلّو بن رہا تھا !

لڑکا : کیوں ؟

بڑی لڑکی : اُسے تو پھر بھی پانچ ہزار تنخواہ مل جاتی ہے !

لڑکا : چہرہ دیکھا ہے پانچ ہزار تنخواہ پانے والے کا ؟

(پیڈ پر بنایا ہوا خاکہ لاکر اُسے دکھاتا ہے)

بڑی لڑکی : یہ اس کا چہرہ ہے ؟

لڑکا : نہیں ہے ؟

بڑی لڑکی : سر پر کیا ہے یہ ؟

لڑکا : سینگ بنائے تھے - کاٹ دیے - کہتے ہیں نا ..... سینگ نہیں ہوتے !

(بڑی لڑکی پیڈ اس کے ہاتھ سے لے کر دیکھتی ہے عورت لوٹ کر آتی ہے)

عورت : تُو ایک منٹ کے لیے جائے گا باہر ؟

لڑکا : کیوں ؟

عورت : گاڑی نہیں چل رہی ہے اُن کی !

لڑکا : کیا ہوا ؟

عورت : بیٹری ڈاؤن ہو گئی ہے - دھکّا لگانا پڑے گا !

لڑکا : ابھی سے ؟ ابھی تو نوکری کی بات نہیں کی اُن سے ....

عورت : جلدی چلا جا ! انھیں پہلے ہی دیر ہو گئی ہے !

لڑکا : اگر سچ مچ دِلا دی نوکری، تب تو پتہ نہیں ....

(باہر کے دروازے سے چلا جاتا ہے)

عورت : کچھ سمجھ میں نہیں آتا - کیا ہونے کو ہے اس لڑکے کا .... یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے ؟

بڑی لڑکی : میرے ہاتھ میں ؟ .... یہ ؟ یہ تو وہ ہے .... وہ جو بنا رہا تھا !

عورت : کیا بنا رہا تھا ؟ —— دیکھوں !

بڑی لڑکی : (پیڈ اس کی طرف بڑھاتی ہے) ایسے ہی ... پتہ نہیں کیا بنا رہا تھا ! بیٹھے بٹھائے

اِسے بھی بس ....

(عورت پل بھر اس خاکے کو لے کر دیکھتی رہتی ہے)

عورت : یہ چہرہ کچھ کچھ ویسا نہیں ہے ؟

بڑی لڑکی : کیسا ؟

عورت : تیرے ڈیڈی جیسا ؟

بڑی لڑکی : ڈیڈی جیسا ؟ نہیں تو ــــ

عورت : لگتا تو ہے کچھ کچھ !

بڑی لڑکی : وہ اس آدمی کا چہرہ بنا رہا تھا .... یہ جو ابھی گیا ہے !

عورت : (تیوریاں چڑھا کر) یہ کرتوت کر رہا تھا ؟

(لڑکا لَوٹ کر آجاتا ہے)

لڑکا : (جیسے ہاتھوں سے گرد جھاڑتا ہے) کیا تو اپنی صورت ہے اور کیا گاڑی کی !

عورت : اِدھر آ !

لڑکا : (پاس آتا ہے) گاڑی کا انجن تو پھر بھی دھکّے سے چل جاتا ہے۔ جہاں تک (ماتھے کی طرف اشارہ کرکے) اس انجن کا سوال ہے ....

عورت : (کچھ سخت لہجہ میں) یہ کیا بنا رہا تھا تُو ؟

لڑکا : تمہیں کیا لگتا ہے ؟

عورت : تو کیا بنا رہا تھا ؟

لڑکا : ایک آدمی، بن مانس !

عورت : کیا ؟

لڑکا : بن مانس !

عورت : ناٹک مت کر۔ ٹھیک سے بتا !

لڑکا : دیکھ نہیں رہیں یہ لپلپاتی زبان ! یہ رِستی گپھاؤں جیسی آنکھیں، یہ ....

عورت : مجھے تیری یہ حرکتیں بالکل پسند نہیں ہیں ! ــــ سُن رہا ہے تُو ؟

(لڑکا جواب نہ دے کر پڑھنے کی میز کی طرف بڑھ جاتا ہے اور وہاں سے تصویریں اُٹھا کر دیکھنے لگتا ہے)

سُن رہا ہے یا نہیں!

لڑکا: سُن رہا ہُوں!

عورت: سُن رہا ہے تو کچھ کہنا نہیں ہے تجھے؟

(لڑکا اسی طرح تصویریں دیکھتا رہتا ہے)

نہیں کہنا ہے؟

لڑکا: (تصویریں واپس میز پر رکھتا ہے) کیا کہہ سکتا ہُوں؟

عورت: مت کہہ۔ نہیں کہہ سکتا تو! مَیں مِنّت خوشامد سے لوگوں کو گھر پر بُلاؤں اور تُو آنے پر اُن کا مذاق اُڑائے۔ اُن کے کارٹون بنائے۔ ایسی چیزیں اب مجھے بالکل برداشت نہیں ہیں۔ سُن لیا؟ بالکل برداشت نہیں ہیں!

لڑکا: نہیں برداشت ہیں تو بُلاتی کیوں ہو ایسے لوگوں کو گھر پر کہ جن کے آنے سے ....

عورت: ہاں! ہاں! .... بتا۔ کیا ہوتا ہے جن کے آنے سے؟

لڑکا: رہنے دو! میں اسی لیے چلا جانا چاہتا تھا پہلے ہی!

عورت: تُو بات پُوری کر اپنی!

لڑکا: جن کے آنے سے ہم جتنے چھوٹے ہیں اس سے اور چھوٹے ہو جاتے ہیں اپنی نظر میں!

عورت: (کچھ حیران ہو کر) مطلب؟

لڑکا: مطلب وہی جو میں نے کہا ہے۔ آج تک جس کسی کو بُلایا ہے تُم نے، کس وجہ سے بُلایا ہے؟

عورت: تُو کیا سمجھتا ہے کس وجہ سے بُلایا ہے؟

لڑکا: اس کی کسی بڑی چیز کی وجہ سے۔ ایک کو اس لیے کہ وہ بہت بڑا انٹلکچوّل ہے۔ دوسرے کو اس لیے کہ اس کی تنخواہ پانچ ہزار ہے۔ تیسرے کو اس لیے کہ اس کی تختی چیف کمشنر کی ہے۔ جب بھی بُلایا ہے آدمی کو نہیں —— اُس کی تنخواہ کو، نام کو، رُتبے کو بُلایا ہے!

عورت: تُو کہنا کیا چاہتا ہے اس طرح؟ ایسے لوگوں کے آنے سے اس گھر کے لوگ چھوٹے ہو جاتے ہیں؟

لڑکا: بہت بہت چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

عورت: اور مَیں انھیں اس لیے بُلاتی ہوں کہ ...

لڑکا: پتہ نہیں کس لیے بلاتی ہو، پر بُلاتی ایسے ہی لوگوں کو ہو! اچھا تم ہی بتاؤ کس لیے بلاتی ہو؟

عورت: اس لیے کہ کسی طرح سے اس گھر کا کچھ بن سکے کہ مجھ اکیلی کے اوپر بہت بوجھ ہے اس گھر کا جیسے کوئی اور بھی میرے ساتھ ڈھونے والا ہو سکے! اگر میں کچھ خاص لوگوں کے ساتھ رابطہ بڑھانا چاہتی ہوں تو اپنے واسطے نہیں تم لوگوں کے لیے۔ پر تم لوگ اس سے چھوٹے ہوتے ہو تو میں چھوڑ دوں گی کوشش! —— ہاں! اتنا کہہ دوں کہ میں تنہا گھر کی ذمے داریاں نہیں اٹھا سکتی ایک آدمی ہے جو گھر کا سارا روپیہ ڈبو کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے۔ دوسرا اپنی کوشش سے کچھ کرنا تو دُور میرے سر پھوڑنے سے بھی کسی ٹھکانے لگنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ ایسی صورت میں مجھ سے بھی نہیں نبھ سکتی۔ جب اور کسی کو یہاں درد نہیں کسی چیز کا تو اکیلی مَیں ہی کیوں اپنے کو مارتی رہوں رات دن۔ میں بھی کیوں نہ سُرخ رو ہو کر بیٹھ رہوں اپنی جگہ؟ تو تم میں سے کوئی چھوٹا نہیں ہو گا؟

(لڑکا چپ رہ کر میز کی دراز کھولنے اور بند کرنے لگتا ہے)

چُپ کیوں ہو اب؟ —— بتانا اپنے بڑپن سے زندگی کاٹنے کا کیا طریقہ سوچ رکھا ہے تُو نے؟

لڑکا: بات کو رہنے دو مُمّا! مَیں نہیں چاہتا میرے منھ سے کچھ ایسا نکل جائے جس سے تم...

عورت: جس سے میں کیا؟ کہہ دے جو کچھ بھی کہنا ہے تجھے!

لڑکا: (کرسی پر بیٹھ جاتا ہے) کچھ نہیں کہنا ہے مجھے!

(یونہی بے دلی سے ایک میگزین اور قینچی دراز سے نکال کر اُسے زور سے بند کر دیتا ہے)

عورت: اگر کچھ نہیں کہنا تھا تجھے، تو پہلے ہی کیوں نہیں اپنی زبان....

بڑی لڑکی: (پاس آکر اُس کی بانہہ تھامتی ہے) رُک جاؤ مُمّا! میں بات کروں گی اس سے (لڑکے سے) دیکھ اشوک....

لڑکا: تیرا اس وقت بات کرنا بہت ضروری ہے کیا؟

بڑی لڑکی: میں تجھ سے صرف اِتنا پُوچھنا چاہتی ہوں کہ....

لڑکا: پر کیوں پُوچھنا چاہتی ہے؟ مَیں اِس وقت کسی کی کسی بھی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا!

بڑی لڑکی: (کچھ رُک کر) یہ تُو بھی جانتا ہے کہ مُمّا نے ہی آج تک....

لڑکا: تو پھر بھی بات کر رہی ہے ؟
عورت: کیوں کر رہی ہے بات تُو اس سے ؟ کوئی ضرورت نہیں کہ کسی سے بھی بات کرنے کی ——
آج وقت آگیا ہے جب کہ خود ہی مجھے اپنے لیے کوئی نہ کوئی فیصلہ ....
لڑکا: ضرور کر لینا چاہیے !
بڑی لڑکی: اشوک !
لڑکا: مَیں کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن ....
بڑی لڑکی: تو کہہ کیوں رہا ہے ؟
لڑکا: کہنا پڑ رہا ہے کیوں کہ .... ! جب نہیں نبھتا اِن سے یہ سب، تو کیوں نبھائے جاتی ہیں ؟
عورت: میں نبھائے جاتی ہوں کیوں کہ ....
لڑکا: کوئی اور نبھانے والا نہیں ہے - یہ بات کتنی بار کہی جا چکی ہے اس گھر میں !
بڑی لڑکی: تو تُو سوچتا ہے کہ ممّا جو کچھ بھی کرتی ہے یہاں ....
لڑکا: مَیں پُوچھتا ہُوں کہ کیوں کرتی ہیں ؟ کِس کے لیے کرتی ہیں ؟
بڑی لڑکی: میرے لیے کرتی تھیں ....
لڑکا: تو گھر چھوڑ کر چلی گئی !
بڑی لڑکی: کِنّی کے لیے کرتی ہیں ....
لڑکا: وہ دن بدن پہلے سے بھی بدتمیز ہوتی جا رہی ہے !
بڑی لڑکی: ڈیڈی کے لیے کر رہی ہے ....
لڑکا: اُن کی حالت دیکھ کر رحم نہیں آتا ؟
بڑی لڑکی: اور سب سے زیادہ تیرے لیے کرتی ہیں !
لڑکا: اور مَیں ہی شاید اس گھر میں سب سے زیادہ ناکارہ ہُوں —— لیکن کیوں ہُوں ؟
بڑی لڑکی: یہ ... یہ میں کیسے بتا سکتی ہُوں ؟
لڑکا: کم سے کم اپنی بات تو بتا ہی سکتی ہے - تو یہ گھر چھوڑ کر کیوں چلی گئی تھی ؟
بڑی لڑکی: (لاجواب ہو کر) میں چلی گئی تھی .... چلی گئی تھی .... کیوں کہ ....
لڑکا: تو منوج سے محبت کرتی تھی ! .... خود تجھے ہی یہ ناتا بہت کمزور نہیں لگتا ؟
بڑی لڑکی: (روہانسی ہو کر) تو تُو مجھ سے .... مجھ سے بھی کہہ رہا ہے کہ ....

(بے بس ہوکر ایک موڑھے پر بیٹھ جاتی ہے ————)

لڑکا: میں نے کہا تھا تجھ سے ... مت کر بات!

(عورت آہستہ سے دو قدم چل کر لڑکے کے پاس آجاتی ہے)

عورت: (گمبھیر انداز سے) تجھے معلوم ہے ناکہ تو نے کیا بات کہی ہے؟

(لڑکا بنا کچھ کہے میگزین کھول کر اس میں سے ایک تصویر کاٹنے لگتا ہے)

پتہ ہے نا؟

(لڑکا اسی طرح سے چپ چاپ تصویر کاٹتا رہتا ہے)

تو ٹھیک ہے! آج سے میں صرف اپنی زندگی کو دیکھوں گی ———— تم لوگ اپنی اپنی زندگی کو خود دیکھ لو!

(بڑی لڑکی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے ناخنوں کو مسلنے لگتی ہے)

میرے پاس اب بہت سال نہیں ہیں جینے کے لیے! لیکن جتنے ہیں اُنھیں میں اسی طرح اور نبھاتی ہوئی نہیں کاٹوں گی! میرے کرنے سے جو کچھ ہو سکتا تھا اس گھر کا ہو چکا آج تک! میری طرف سے اب یہ حد ہوتی ———— بالکل حد!

(ایک کھنڈر کی رُوح کو تجسیم کرتی ہوئی موسیقی۔ لڑکا اپنی کاٹی ہوئی تصویر کو لمحہ بھر ہاتھ میں لے کر دیکھتا ہے۔ پھر چک چک کر اُسے بڑے بڑے ٹکڑوں میں کاٹنے لگتا ہے جو نیچے فرش پر بکھرتے جاتے ہیں۔ چیزوں پر سے روشنی دھندلا جاتی ہے۔ کمرے کے الگ الگ کونوں سے سمٹنے لگتی ہے۔ سٹیج پر پورا اندھیرا ہونے کے ساتھ ساتھ سنگیت بھی رُک جاتا ہے مگر قینچی کی چک چک چک اور کچھ دیر سنائی دیتی رہتی ہے)

(وقفہ)

(روشنی کے دو الگ الگ دھاروں میں لڑکا اور بڑی لڑکی۔ لڑکا صوفے پر اوندھا لیٹ کر ٹانگیں ہلاتا ہے۔ سامنے "پے شینس" کے پتے پھیلے ہیں۔ بڑی لڑکی پڑھنے کی میز پر توسوں پر مکھن لگاتی ہے۔ پاس میں پنیر کا ڈبہ ہے پوری روشنی ہونے پر وہ بکھراؤ نظر آتا ہے جو ایک دن کی ٹھیک سے دیکھ

ریکھ نہ ہونے کی وجہ سے آسکتا ہے۔ یہاں وہاں چائے کی خالی پیالیاں ہیں۔
اُترے ہوئے کپڑے اور ایسی ہی دوسری چیزیں نظر آتی ہیں)

بڑی لڑکی : یہ ڈبّہ کھول دے گا تُو ؟

لڑکا : (پتّوں میں منہمک ہے) مجھ سے نہیں کُھلے گا !

بڑی لڑکی : نہیں کُھلے گا، تو لایا کس لیے تھا ؟

لڑکا : تُو نے کہا تھا جو جو اُدھار مل سکے لے آ بنیے سے ! میں اُدھار میں ایک فون بھی کر آیا۔

بڑی لڑکی : کہاں ؟

لڑکا : جُنے جا انکل کے ہاں !

بڑی لڑکی : ڈیڈی سے بات ہوئی ؟

لڑکا : نہیں !

بڑی لڑکی : تو ؟

لڑکا : جُنے جا انکل سے ہُوئی !

بڑی لڑکی : کچھ کہا اُنھوں نے ؟

لڑکا : بات ہُوئی۔ اس کا مطلب نہیں کہ . . .

بڑی لڑکی : مطلب۔ ڈیڈی کے گھر آنے کے بارے میں !

لڑکا : کہا ——— نہیں آئیں گے !

بڑی لڑکی : نہیں آئیں گے !

لڑکا : نہیں !

بڑی لڑکی : تو پہلے کیوں نہیں بتایا تُو نے ! میں ایسے ہی یہ سینڈوچ اینڈوچ . . . .

لڑکا : میں نے سوچا چیز سینڈوچ تجھے خود بھی پسند ہیں اس لیے کہہ رہا ہُوں !

بڑی لڑکی : میں نے کہا نہیں تھا کہ مُما کے دفتر سے لوٹنے تک ڈیڈی بھی آ جائیں گے شاید ؟ چیز سینڈوچ دونوں کو پسند ہیں۔

لڑکا : جُنے جا انکل کو بھی پسند ہیں۔ وہ آئیں گے انھیں کِھلا دینا !

بڑی لڑکی : کہا ہے آئیں گے ؟

لڑکا : مُما سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ چھ ساڑھے چھ تک آئیں شاید !

بڑی لڑکی : ممّا کا موڈ ویسے ہی آف ہے۔ اُوپر سے وہ آکر بات کریں گے تو ۔۔۔۔ چہرا دیکھا تھا ممّا کا صبح دفتر جاتے وقت ؟

لڑکا : میں سامنے ہی نہیں آیا !

بڑی لڑکی : رات سے ہی چُپ تھیں۔ صبح تو ـــــــ اتنا چُپ پہلے کبھی نہیں دیکھا !

لڑکا : بات ہوئی تھی تیری کچھ ؟

بڑی لڑکی : یہی چائے وائے کے بارے میں !

لڑکا : ساڑھی تو بہت بڑھیا باندھ کر گئی ہیں، جیسے کسی کے بیاہ کا دعوت نامہ ملا ہو !

بڑی لڑکی : دیکھا تھا تو نے ؟

لڑکا : جھلک پڑی تھی جب باہر نکل رہی تھیں !

بڑی لڑکی : میں نے سوچا دفتر سے کہیں اور جائیں گی لیکن کہا کہ ساڑھے پانچ تک آجاؤں گی ـــــ روز کی طرح !

لڑکا : تُو نے پوچھا تھا ؟

بڑی لڑکی : اس لیے پُوچھا تھا کہ میں بھی اسی حساب سے اپنا پروگرام ۔۔۔۔ لیکن سچ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ جیسے ۔۔۔۔

لڑکا : کِس چیز کا ؟

بڑی لڑکی : کہ دل میں کیا سوچ رہی ہیں ؟ کہا تو تھا کہ ساڑھے پانچ تک لَوٹ آئیں گی لیکن چہرے سے لگتا تھا جیسے ۔۔۔۔

لڑکا : جیسے ؟

بڑی لڑکی : جیسے دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کر لیا ہو اور ۔۔۔۔

لڑکا : اچھا ہی نہیں ہے یہ ؟

بڑی لڑکی : اچھا کہتا ہے اسے ؟

لڑکا : ہو سکتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ہو اس سے !

بڑی لڑکی : کیا ہو ؟

لڑکا : کچھ بھی ! جو چیز برسوں سے ایک جگہ رُکی ہے وہ رُکی ہی نہیں رہنی چاہیے !

بڑی لڑکی : تو تُو سچ مچ چاہتا ہے کہ ۔۔۔۔

لڑکا : (اپنی بازی کا آخری پتا چلتا ہے) سچ مچ چاہتا ہوں کہ بات کسی بھی ایک نتیجے تک پہنچ جائے!
——— تو نہیں چاہتی ؟
(پتّے سمیٹنا اٹھ کھڑا ہوتا ہے)
بڑی لڑکی : مجھے تیری باتوں سے ڈر لگتا ہے آج کل!
لڑکا : (اُس کی طرف آتا ہے) پر غلط تو نہیں لگتی میری باتیں ؟
بڑی لڑکی : پتا نہیں ——— صحیح بھی نہیں لگتیں حالاں کہ (ڈبّہ اور ٹن کٹر ہاتھ میں لے کر) ———
یہ ڈبّہ ——— ؟
لڑکا : اِس ٹن کٹر سے نہیں کھلے گا! اس کی نوک اتنی مر چکی ہے کہ ....
بڑی لڑکی : تو کیا کریں پھر ——— ؟
لڑکا : کوئی اور چیز نہیں ہے ؟
بڑی لڑکی : میں کیسے بتا سکتی ہوں ؟ میں تو اتنی بیگانہ محسوس کرتی ہوں اب اس گھر میں کہ ....
لڑکا : پہلے نہیں کرتی تھی ؟
بڑی لڑکی : پہلے ؟ پہلے تو ....
لڑکا : محسوس کرنا ہی محسوس ہوتا تھا! اور کچھ کچھ محسوس ہونا شروع ہوا جب تو پہلا موقعہ ملتے ہی گھر سے چلی گئی!
بڑی لڑکی : (تیکھی ہو کر) تو پھر کل والی بات کہہ رہا ہے ؟
لڑکا : بُرا کیوں مانتی ہے ؟ میں خود اپنے کو بے گانہ محسوس کرتا ہوں یہاں .... اور محسوس کرنا شروع کیا ہے میں نے تیرے جانے کے دن سے ....
بڑی لڑکی : میرے جانے کے دن سے ؟
لڑکا : محسوس شاید پہلے بھی کرتا تھا لیکن سوچنا تبھی سے شروع کیا ہے!
بڑی لڑکی : اور سوچ کر جانا ہے کہ ...
لڑکا : ایک خاص چیز ہے اس گھر کے اندر جو ....
بڑی لڑکی : (اضطرار سے) تو بھی یہی کہتا ہے ...
لڑکا : اور کون کہتا ہے ؟
بڑی لڑکی : کوئی بھی .... پر کون سی چیز ہے وہ ؟

لڑکا : (ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے) تو نہیں جانتی ؟

بڑی لڑکی : (نظر بچاتی ہے) میں ——؟ میں کیسے ؟

لڑکا : تجھ سے تو میں نے جانا ہے اسے اور تو کہتی ہے تو کیسے ؟

بڑی لڑکی : تو نے مجھ سے جانا ہے اسے ؟ میں نہیں سمجھتی !

لڑکا : ٹھیک ہے ! ٹھیک ہے ! اس چیز کو جان کر بھی نہ جاننا ہی بہتر ہے شاید ! لیکن دوسرے کو تو دھوکا دے بھی لے آدمی، اپنے آپ کو کیسے دے ؟

(بڑی لڑکی اس طرح ہو جاتی ہے کہ اس کا ہاتھ ٹھیک سے توس پر مکھن نہیں لگا پاتا)

بڑی لڑکی : تو تو ہمیشہ ہی .... دیکھ، ایسا ہے کہ .... میں کہہ رہی تھی تجھ سے کہ .... بھئی، یہ ڈبہ کھول کر لا، پہلے کہیں سے ! یہ اگر نہیں کھلتا تو ....

لڑکا : ہاتھ کیوں کانپ رہا ہے تیرا ؟ (ڈبہ لیتا ہوا) ابھی کھل جاتا ہے یہ ! تیز اوزار چاہیے .... ایک منٹ نہیں لگے گا !

(باہر کے دروازے سے چلا جاتا ہے، بڑی لڑکی کام جاری رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ پر ہاتھ نہیں چلتے تو چھوڑ دیتی ہے)

بڑی لڑکی : (ماتھے پر ہاتھ پھیرتی، بے بسی کے لہجے میں) کیسے کہتا ہے یہ ؟ .... میں سچ مچ —— سچ مچ جانتی ہوں کیا ؟

(سر کو جھٹک لیتی ہے۔ جیسے اندر ایک بھنور اٹھ رہا ہے۔ کوشش سے اپنے کو سہارا دیتی ہوئی اٹھ پڑتی ہے اور اندر کے دروازے کے پاس جا کر آواز دیتی ہے)

کنّی !

(جواب نہیں ملتا تو ایک بار اندر جھانک کر لوٹ آتی ہے)

کہاں چلی جاتی ہے ؟ صبح سکول جانے سے پہلے رونا کہ جب تک چیزیں نہیں آئیں گی، تو نہیں جاؤں گی اور اب دن بھر سے پتہ ہی نہیں کب گھر میں ہے، کب باہر ہے !

(لڑکا باہر کے دروازے سے چھوٹی لڑکی کو اندر دھکیلتا ہے)

لڑکا : چل اندر !

(چھوٹی لڑکی اپنے آپ کو بچاکر باہر بھاگ جانا چاہتی ہے لیکن وہ اسے
باہنہ سے پکڑ لیتا ہے)

کہا ہے اندر چل!

بڑی لڑکی: (غصّہ میں) یہ کیا ہو رہا ہے؟

چھوٹی لڑکی: دیکھ لو بنّی دیدی، یہ مجھے ....

(جھٹکے سے باہنہ چھڑانے کی کوشش کرتی ہے لیکن لڑکا اسے سختی سے
کھینچ کر اندر لے آتا ہے)

لڑکا: اِدھر آنا، ابھی پتہ چلتا ہے تجھے!

(بڑی لڑکی پاس آکر چھوٹی لڑکی کی باہنہ چھڑاتی ہے)

بڑی لڑکی: چھوڑ دے اسے! کیا کیا ہے اس نے جو ....

لڑکا: (ڈِبّا اسے دیتا ہے) یہ ڈِبّہ لے! کھُل گیا ہے۔ (چھوٹی لڑکی پر طمانچہ اٹھاکر) اِسے تو مَیں ابھی...

بڑی لڑکی: (اس کا ہاتھ روکتی ہے) سر پھر گیا ہے تیرا؟

لڑکا: پھرا نہیں، پھر جائے گا! بائی جوو!

بڑی لڑکی: بات کیا ہوئی ہے؟

لڑکا: اس سے پُوچھ کیا بات ہوئی ہے! مائی گاڈ!

بڑی لڑکی: کیا بات ہوئی ہے کِنّی؟ کیا کر رہی تھی تُو؟

(چھوٹی لڑکی جواب نہ دے کر سِسکیاں بھرنے لگتی ہے)

بتانا کیا کر رہی تھی؟

(چھوٹی لڑکی چپ چاپ سسکتی رہتی ہے)

لڑکا: کہہ نہیں کہہ رہی تھی کسی سے کچھ؟

بڑی لڑکی: کیا؟

لڑکا: اسی سے پُوچھ!

بڑی لڑکی: (چھوٹی لڑکی سے) بولتی کیوں نہیں؟ زبان سِل گئی ہے تیری؟

لڑکا: سِل نہیں تھک گئی ہے! بتانے میں کہ عورتیں اور مرد کس طرح آپس میں ....

بڑی لڑکی: کیا؟؟؟

!جو سُریکھا کو بتا رہی تھی باہر..... لڑکا: پُوچھ لے اس سے! ابھی بتا دے گی تجھے سب

چھوٹی لڑکی: (سسکنے کے دوران میں) وہ بتا رہی تھی مجھے کہ میں اُسے بتا رہی تھی؟

لڑکا: تُو بتا رہی تھی!

چھوٹی لڑکی: وہ بتا رہی تھی!

لڑکا: تُو بتا رہی تھی! اچانک مجھ پر نظر پڑی کہ میں پیچھے کھڑا سُن رہا تھا تو....

چھوٹی لڑکی۔ سُریکھا بھاگی تھی کہ میں بھاگی تھی؟

لڑکا: تُو بھاگی تھی!

چھوٹی لڑکی: سریکھا بھاگی تھی!

لڑکا: تُو بھاگی تھی اور میں نے پکڑ لیا دوڑ کر۔ تو چلّا کر آس پاس کو سنانے لگی کہ یہ مّما سے میری شکایتیں کرتے ہیں اور مّما گھر پر نہیں ہے اس لیے میں اسے پیٹ رہا ہوں!

بڑی لڑکی: (چھوٹی لڑکی سے) یہ سچ کہہ رہا ہے؟

چھوٹی لڑکی: بات سریکھا نے شروع کی تھی! وہ بتا رہی تھی کہ کیسے اُس کے ماما ڈیڈی...

بڑی لڑکی: (سختی سے) اور تجھے بہت شوق ہے جاننے کا کہ کیسے اس کے ماما ڈیڈی آپس میں...

چھوٹی لڑکی: آپس میں نہیں ایسی بات تو تھی خاص!

بڑی لڑکی: چُپ رہ اشوک!

چھوٹی لڑکی: اس سے کبھی کچھ نہیں کہتا کوئی! روز کسی نہ کسی بات پر مجھے پیٹ دیتا ہے!

بڑی لڑکی: کیوں پیٹ دیتا ہے؟

چھوٹی لڑکی: کیوں کہ میں اپنی سب چیزیں اسے نہیں لے جانے دیتی! اُسے دینے!

بڑی لڑکی: کسے دینے؟

چھوٹی لڑکی: وہ جو اس کی!..... کبھی میری برتھ ڈے پرزنٹ کی چُوڑیاں دے آتا ہے اُسے۔ کبھی میرے پرائز کا فونٹن پن۔ میں اگر ماما سے کہہ دیتی ہُوں تو اکیلے میں میرا گلا دبانے لگتا ہے!

بڑی لڑکی: (لڑکے سے) کس کی بات کرتی ہے یہ؟

لڑکا: ایسے ہی بک رہی ہے! جھوٹ موٹ!

چھوٹی لڑکی: جھوٹ موٹ؟ میرا فاؤنٹن پن تیری ورنا کے پاس نہیں ہے؟

بڑی لڑکی: ورنا کون ہے؟

چھوٹی لڑکی: وہی ادیوگ سنٹر والی! جس کے پیچھے جوتیاں چٹخاتا پھرتا ہے؟

لڑکا: (پھر اُسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے) تو ٹھہر جا، آج میں تیری جان نکال کر رہوں گا!

(چھوٹی لڑکی اس سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگتی ہے۔ لڑکا اس کا پیچھا کرتا ہے)

بڑی لڑکی: اشوک!

لڑکا: آج میں نہیں چھوڑنے کا اِسے! اس کی زبان جس طرح کھل گئی ہے! اس سے!

(چھوٹی لڑکی راستہ پاکر باہر کے دروازے سے نکل جاتی ہے ———)

چھوٹی لڑکی: (جاتی ہوئی) ورنا سنٹر والی! .... ورنا ادیوگ سنٹر والی .... ! ورنا ادیوگ سنٹر والی...

(لڑکا اس کے پیچھے باہر جانے ہی لگتا ہے کہ اچانک عورت کو اندر آتے دیکھ کر ٹھٹھک جاتا ہے۔ عورت اندر آتی ہے جیسے وہاں کی کسی چیز سے اسے کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔ ماحول کی اداسی کے باوجود چہرے پر عزم اور تذبذب والا جذبہ! ان لوگوں کی طرف نہ دیکھ کر وہ ہاتھ کا سامان پرے کی ایک کرسی پر رکھتی ہے۔ لڑکا اپنے آپ کو بھونڈی حالت میں پاتا ہوا اِس چیز اُس چیز کو چھو کر دیکھنے لگتا ہے۔ بڑی لڑکی پلیٹ، توس اور پنیر کا ڈبّہ لیے احاطے کے دروازے کی طرف چل دیتی ہے)

بڑی لڑکی: (عورت کے پاس گزرتے ہوئے) میں چائے لے کر آتی ہوں ابھی!

عورت: مجھے نہیں چاہیے!

بڑی لڑکی: ایک پیالی لے لینا!

(چلی جاتی ہے، عورت کمرے کے بکھراؤ پر ایک نظر ڈالتی ہے لیکن سوائے اپنے ساتھ لائی چیزوں کو مناسب جگہ پر رکھنے کے اور کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتی ہے بڑی لڑکی لوٹ کر آتی ہے)

(پتّی کا خالی پیکیٹ دکھاتی ہے) پتّی ختم ہوگئی ہے!

عورت: مَیں نہیں لوں گی چائے!

بڑی لڑکی: سب کے لیے بنا رہی ہوں ایک ایک پیالی!

لڑکا: میرے لیے نہیں!

بڑی لڑکی: کیوں؟ پانی رکھ رہی ہوں۔ صرف پتّی لانی ہے ....

لڑکا: اپنے لیے بنانی ہے، بنالے!

بڑی لڑکی : میں اکیلی ہوں گی ؟ اتنے چاؤ سے پنیر سینڈوچ بنا رہی ہوں !

لڑکا : میرا من نہیں ہے !

عورت : مجھے چائے کے لیے باہر جانا ہے کسی کے ساتھ !

بڑی لڑکی : تو تم گھر پر نہیں ہوگی اس وقت ؟

عورت : نہیں۔ جگ موہن آئے گا لینے !

بڑی لڑکی : یہاں آئیں گے وہ ؟

عورت : لینے آئے گا ! کیوں ؟

بڑی لڑکی : وہ بھی آنے والے ہیں ابھی ..... جُنے جا انکل !

عورت : اُن کا کیسے معلوم ہے آنے والے ہیں ؟

بڑی لڑکی : اشوک نے فون کیا تھا۔ کہہ رہے تھے کچھ بات کرنی ہے !

عورت : لیکن مجھے کوئی بات نہیں کرنی اُن سے !

بڑی لڑکی : پھر بھی جب وہ آئیں گے ہی، تو .... !

عورت : کہہ دینا میں گھر پر نہیں ہُوں۔ معلوم نہیں کب لوٹوں گی !

بڑی لڑکی : کہیں انتظار کرتے ہیں، تو ؟

عورت : کرنے دینا انتظار !

(کباڑ میں سے دو تین پرس نکال کر دیکھتی ہے کہ ان میں سے کون سا
ساتھ رکھنا چاہیے۔ بڑی لڑکی ایک نظر لڑکے کو دیکھتی ہے جو لگتا ہے
کہ وہاں سے جانے کا بہانہ ڈھونڈ رہا ہے)

بڑی لڑکی : (ایک پرس کو چھُو کر) یہ اچھا ہے ان میں سے ! کب تک سوچتی ہو لوٹ آؤ گی ؟

عورت : (اُس پرس کو رکھ کر دوسرا نکال لیتی ہے) معلوم نہیں ! بات کرنے میں دیر بھی ہو سکتی ہے !

بڑی لڑکی : (اس پرس کے لیے) یہ اور بھی اچھا ہے ! اگر پوچھیں کہاں گئی ہیں کس کے ساتھ گئی ہیں ؟

عورت : کہنا پتا نہیں ... یا بتا دینا جگ موہن آیا تھا لینے ! (ایک بار پھر کمرے پر نگاہ ڈالتی ہے)
کتنا گندا پڑا ہے !

بڑی لڑکی : سمیٹ رہی ہوں (اضطراری سے) بتانا ٹھیک ہوگا انھیں ؟

عورت : کیوں ؟

بڑی لڑکی : ایسے ہی ! وہ جاکر ڈیڈی کو بتادیں گے خواہ مخواہ ....
عورت : تو کیا ہوگا ؟ (کچھ چیزیں خود اُٹھ کر اُسے دیتی ہے) اندر رکھ آ ابھی !
بڑی لڑکی : ہوگا یہی کہ ....
عورت : ایک آدمی کے ساتھ چائے پینے جا رہی ہوں مَیں، کہیں چوری کرنے تو نہیں جا رہی؟
بڑی لڑکی : تمہیں پتہ ہی ہے ڈیڈی جگ موہن انکل کو ....
عورت : پسند بھی کرتے ہیں تیرے ڈیڈی کسی کو ؟
بڑی لڑکی : پھر بھی تھوڑا جلدی آ سکو تم، تو ....
عورت : مجھے اس سے کچھ ضروری بات نہیں کرنی ہے۔ اُسے کئی کام تھے شام کو جو اس نے میری خاطر کینسل کیے ہیں۔ بے کار آدمی نہیں ہے وہ کہ جب چاہا بلا لیا جب چاہا کہہ دیا جاؤ اب !

(لڑکا بے قراری سے ٹہلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچ جاتا ہے)

لڑکا : مَیں ذرا جا رہا ہوں، بنّی !
بڑی لڑکی : تو بھی ؟ .... تو کہاں جا رہا ہے ؟
لڑکا : یہاں تک ذرا ! آجاؤں گا تھوڑی دیر میں !
بڑی لڑکی : تو جُنے جا انکل کے آنے پر میں ....
لڑکا : آجاؤں گا تب تک شاید !
بڑی لڑکی : شاید ؟
لڑکا : نہیں .... آ ہی جاؤں گا !

(چلا جاتا ہے)

بڑی لڑکی : (پیچھے سے) سُن ! (دروازے کی طرف بڑھتی ہے) اشوک !
(لڑکا نہیں رُکتا تو ہونٹ سکوڑ کر عورت کی طرف لوٹ آتی ہے ــــ)
کم سے کم پتّی لے کر تو دے جاتا !
عورت : (جیسے کہنے سے پہلے تیاری کر کے) تجھ سے ایک بات کہنا چاہتی تھی !
بڑی لڑکی : یہ سب چھوڑ کر آؤں اندر ؟ وہاں بھی کتنا کچھ بکھرا ہوا ہے۔ سوچتی ہوں کہ جگ موہن انکل کے آنے سے پہلے ....

عورت : مجھے ذرا سی ہی بات کرنی ہے !

بڑی لڑکی : بتاؤ !

عورت : اگلی بار آنے پر میں تجھے یہاں نہ ملوں شاید !

بڑی لڑکی : کیسی بات کر رہی ہو ؟

عورت : جگ موہن کو میں نے آج اسی لیے فون کیا تھا !

بڑی لڑکی : تو ؟

عورت : تو اب جو بھی ہو ! میں جانتی تھی ایک دن آنا ہی ہے ایسا !

بڑی لڑکی : تو تم نے پُوری طرح سے سوچ لیا ہے کہ ...

عورت : (ذرا سا آنکھیں مُوند کر) بالکل سوچ لیا ہے ! (آنکھیں جھپکتی ہے) جا تو اب !

(بڑی لڑکی پل بھر چپ چاپ اسے دیکھتی کھڑی رہتی ہے۔ پھر سوچنے کے
انداز سے اندر چلی جاتی ہے)

بڑی لڑکی : (چلتے چلتے) اور سوچ لیتیں تھوڑا !

(چلی جاتی ہے)

عورت : کب تک اور ؟

(گلے کی مالا کو انگلیوں میں لپیٹتے ہوئے، جھٹکا لگنے سے مالا ٹوٹ جاتی
ہے۔ پریشان ہو کر وہ مالا کو اتار دیتی ہے اور جا کر کبارڈ سے دوسری
مالا نکال لیتی ہے

سال ہر سال .... اس کا یہ ہو جائے۔ اس کا وہ ہو جائے !

(مالاؤں کا ڈبہ رکھ کر کبارڈ کو بند کرنا چاہتی ہے۔ پر بیچ کی چیزوں کے
ہل جانے سے کبارڈ ٹھیک سے بند نہیں ہوتا)

ایک دن ... دوسرا دن !

(نہیں بند ہوتا تو اسے پُورا کھول کر جھٹکے سے بند کرتی ہے)

ایک سال ... دوسرا سال !

(کبارڈ کے نیچے رکھے جوتے چپلوں کو پیر سے ٹٹول کر ایک چپل نکالنے
کی کوشش کرتی ہے، لیکن دوسرا پیر نہیں ملتا تو سب کو ٹھوکریں لگا کر

پیچھے ہٹا دیتی ہے)

اب بھی اور سوچوں تھوڑا ؟

(ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے چلی جاتی ہے۔ کچھ لمحے شش و پنج میں رہتی ہے کہ وہاں کیوں آئی ہے۔ پھر کچھ یاد آنے پر آئینے میں دیکھ کر مالا پہننے لگتی ہے۔ پہن کر اپنے آپ کو غور سے دیکھتی ہے۔ گردن اُٹھا کر اور جلد کو مل کر چہرے کی جُھریاں نکالنے کی کوشش کرتی ہے)

کب تک ؟ .... کیوں ؟

(پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا ہے۔ ڈریسنگ ٹیبل کی کچھ چیزوں کو یُوں ہی اٹھاتی رکھتی ہے۔ کریم کی شیشی ہاتھ میں آجانے پر پل بھر اسے دیکھتی رہتی ہے، پھر کھول لیتی ہے)

گھر دفتر .... گھر دفتر !

(کریم چہرے پر لگاتے ہوئے خیال آتا ہے کہ وہ اس وقت نہیں لگانی تھی۔ اسے تولیے سے پُونچھ کر ایک اور شیشی اٹھا لیتی ہے۔ اس میں سے لوشن رُوئی پر لے کر سوچتی ہے کہاں لگائے ! اور پھر کچھ نہیں سُوجھتا تو اس سے کلائیاں صاف کرنے لگتی ہے)

سوچو .... سوچو !

(دھیان پھر سر کے بالوں میں اٹک جاتا ہے۔ انجانے میں لوشن والی روئی سر پر لگانے لگتی ہے لیکن بیچ میں ہی ہاتھ روک کر اسے الگ رکھ دیتی ہے۔ انگلیوں سے ٹٹول کر دیکھتی ہے کہ کہاں سفید بال زیادہ نظر آرہے ہیں۔ بے تابی میں سبھی درازوں کو کھول کر دیکھ ڈالتی ہے۔ آخر کنگھی وہیں تولیے کے نیچے سے مل جاتی ہے)

چخ چخ .... کِٹ کِٹ .... چخ چخ .... کِٹ کِٹ !

کیا سوچو ؟

(کنگھی سے سفید بالوں کو ڈھکنے لگتی ہے۔ خیال آنکھوں کی جھائیوں کی طرف چلا جاتا ہے تو کنگھی رکھ کر انھیں سہلانے لگتی ہے۔ تبھی مرد نمبر تین

باہر کے دروازے سے آتا ہے۔ سگریٹ کے کش کھینچ کر دائرے بناتا ہے۔
عورت اسے نہیں دیکھتی تو وہ راکھ جھاڑنے کے لیے تپائی پر رکھی ایش ٹرے
کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ عورت پوڈر کی ڈبیہ کھول کر آنکھوں کے نیچے پوڈر لگاتی
ہے۔ ڈبیہ والا ہاتھ کانپ جانے سے تھوڑا پوڈر بکھر جاتا ہے)
(آہ کے ساتھ) کچھ مت سوچو!
(اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ایک بار اچھی طرح سے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتی ہے
مرد نمبر تین پہلے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سُلگاتا ہے)
ہونے دو جو ہوتا ہے!
(صوفے کی طرف مڑتی ہے کہ مرد نمبر تین پر نظر پڑتی ہے کہ ٹھٹھک جاتی ہے —
آنکھوں میں ایک چمک بھر آتی ہے)
مرد نمبر تین: (کافی نرم لہجہ میں) ہیلو! گگو!
عورت: ارے! پتہ ہی نہیں چلا تمہارے آنے کا!
مرد نمبر تین: میں نے دیکھا ہے آپ ہی سے کچھ باتیں کر رہی تھیں۔ اسی لیے .....
عورت: انتظار میں ہی تھی میں! تم سیدھے آرہے ہو دفتر سے؟
(مرد نمبر تین کش کھینچ کر دائرے بناتا ہے)
مرد نمبر تین: سیدھا ہی سمجھو!
عورت: سمجھو یعنی کہ نہیں!
مرد نمبر تین: ناؤ ناؤ ..... دو منٹ رُکا بس، پول سٹار میں! ایک ڈیزائن دینا تھا اُن کا! پھر گھر جا
کر نہایا اور سیدھا .....
عورت: سیدھا کہتے ہو اِسے؟
مرد نمبر تین: (دائرے بناتا ہوا) تم نہیں بدلیں بالکل! اسی طرح ڈانٹتی ہو آج بھی! لیکن بات اتنی سی
گگو ڈیر کہ دفتر کے کپڑوں میں ساری شام اُلجھن ہوتی اسی لیے سوچا کہ....
عورت: لیکن میں نے کہا تھا نا بالکل سیدھا آنا؟ بنا ایک منٹ بھی ضائع کیے؟
مرد نمبر تین: ضائع کہاں کیا ایک منٹ بھی؟ پول سٹار میں تو....
عورت: رہنے دو اب! تمہاری بہانہ بازی نئی چیز نہیں ہے میرے لیے!

مرد نمبر تین : (صوفے پر بیٹھتا ہے) کہہ لو جو بھی چاہے ! بلا وجہ لگام کھینچے جانا میرے لیے بھی نئی چیز نہیں ہے !

عورت : بیٹھ رہے ہو ـــــــ چلنا نہیں ہے ؟

مرد نمبر تین : ایک منٹ ! چل ہی رہے ہیں بس ! بیٹھو !

(عورت بے دلی کے سے انداز میں پاس ہی صوفے پر بیٹھ جاتی ہے)

جس طرح فون کیا تم نے اچانک، اس سے مجھے کہیں لگا کہ . . . .

(عورت کی آنکھیں بھر آتی ہیں ـــــ)

عورت : (اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر) جوگ !

مرد نمبر تین : (ہاتھ سہلاتا ہے) کیا بات ہے گُگو ؟

عورت : میں وہاں پہنچ گئی ہوں جہاں پہنچنے سے زندگی بھر ڈرتی رہی ہوں ! مجھے آج لگتا ہے کہ...

مرد نمبر تین : (ہاتھ پر ہلکی تھپکیاں دیتا ہے) پریشان نہیں ہوتے اس طرح !

عورت : میں سچ کہہ رہی ہوں - آج اگر تم مجھ سے کہو کہ . . . .

مرد نمبر تین : (اندر کی طرف دیکھ کر) گھر پر کوئی نہیں ہے ؟

عورت : بنّی ہے اندر !

(ہاتھ ہٹا لیتی ہے)

مرد نمبر تین : یہیں ہے وہ ؟ اس کا سنا تھا کہ . . . .

عورت : ہاں ! . . . . پر آئی ہوئی ہے کل سے !

مرد نمبر تین : تب کا دیکھا ہوا ہے اُسے ! کتنے سال ہو گئے ؟

عورت : اب آ ہی رہی ہوگی باہر ! . . . . دیکھو ! تم سے بہت بہت باتیں کرنی ہیں مجھے آج !

مرد نمبر تین : میں سننے کے لیے ہی تو آیا ہوں ! فون پر تمہاری آواز سے ہی مجھے لگا تھا کہ . . . .

عورت : میں بہت . . . . وہ تھی اُس وقت !

مرد نمبر تین : وہ تو اس وقت بھی ہو !

عورت : تم کتنی اچھی طرح سمجھتے ہو مجھے . . . . کتنی اچھی طرح ! اس وقت میری جو حالت ہے اندر سے . . . .

(آواز بھاری ہو جاتی ہے)

مرد نمبر تین : پلیز!

عورت : جوگ!

مرد نمبر تین : بولو!

عورت : تم جانتے ہو میں .... ایک تم ہی ہو جس پر میں ....

مرد نمبر تین : کہتی کیوں ہو؟ کہنے کی بات ہے یہ؟

عورت : پھر بھی منھ سے نکل جاتی ہے! دیکھو ایسا ہے کہ .... نہیں! باہر چل کر ہی بات کروں گی!

مرد نمبر تین : ایک سجھاؤ ہے میرا!

عورت : بتاؤ!

مرد نمبر تین : بات یہیں کر لو جو کرنی ہے! اس کے بعد ....

عورت : نا! نا! یہاں نہیں!

مرد نمبر تین : کیوں؟

عورت : یہاں ہو نہیں سکے گی بات مجھ سے! ہاں! تم کچھ ویسا سمجھتے ہو باہر چلنے میں میرے ساتھ تو۔تو ...

مرد نمبر تین : کیسی بات کرتی ہو؟ تم جہاں بھی کہو، چلتے ہیں! میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ ....

عورت : میں جانتی ہوں سب! تمہاری بات میں کبھی غلط نہیں سمجھتی!

مرد نمبر تین : تو بتاؤ کہاں چلوگی؟

عورت : جہاں بھی ٹھیک سمجھو تم!

مرد نمبر تین : میں ٹھیک سمجھوں؟ ہمیشہ تم ہی نہیں طے کیا کرتی تھیں؟

عورت : گنزا کیسا رہے گا؟ وہاں وہی کونے والی ٹیبل خالی مل جائے شاید!

مرد نمبر تین : پوچھو نہیں! یہ کہو —— گنزا!

عورت : یا یارکس؟ وہاں اس وقت زیادہ لوگ نہیں ہوتے ہیں!

مرد نمبر تین : مَیں نے کہا نا ....

عورت : اچھا اس چھوٹے رستوران میں چلیں جہاں کے کباب تمہیں بہت پسند ہیں؟ میں تب سے وہاں کبھی نہیں گئی!

مرد نمبر تین : (ہچکچاہٹ کے ساتھ) وہاں ؟ میں بھی وہاں اب جاتا نہیں ! .... مگر تمہارا وہیں جانے کو من کر رہا ہے تو چل بھی سکتے ہیں !

عورت : دیکھو ! .... ایک بات تو بتا دوں تمہیں چلنے سے پہلے !

مرد نمبر تین : (دھوئیں کے دائرے بناتا ہوا) کیا بات ؟

عورت : مَیں نے .... کل ایک فیصلہ کر لیا ہے اپنے حق میں !

مرد نمبر تین : ہاں ! ہاں !

عورت : ویسے اُن دنوں بھی سُنی ہوگی تم نے ایسی بات میرے منہ سے .... لیکن اس بار سچ مچ کر لیا ہے !

مرد نمبر تین : (جیسے بات کو نظر انداز کرتا ہے) ہُوں !

(پل بھر کی خاموشی جس میں وہ کچھ سوچتا ہوا اِدھر اُدھر دیکھتا ہے ! پھر جیسے کسی کتاب پر آنکھیں رُک جانے سے اُٹھ کر شیلف کی طرف چلا جاتا ہے)

عورت : اُدھر کیوں چلے گئے ؟

مرد نمبر تین : (شیلف سے کتاب نکالتا ہے) ایسے ہی ! .... یہ کتاب دیکھنا چاہتا تھا ذرا !

عورت : تمہیں شاید میری بات پر اعتبار نہیں آیا !

مرد نمبر تین : سُن رہا ہُوں میں !

عورت : میرے لیے پہلے بھی ناممکن تھا یہاں یہ سب کچھ سہنا ! تم جانتے ہی ہو ! لیکن اب آخر بالکل —— بالکل ناممکن ہو گیا ہے !

مرد نمبر تین : (ورق گردانی کرتے ہوئے) تو مطلب ہے کہ ....

عورت : ٹھیک سوچ رہے ہو تم !

مرد نمبر تین : (کتاب واپس رکھتے ہوئے) ہُوں !

(عورت اُٹھ کر اس کی طرف آتی ہے)

عورت : مَیں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ مجھے ہمیشہ کتنا افسوس رہا ہے اس بات کا کہ میری وجہ سے تمہیں بھی .... تمہیں بھی اتنی تکلیف اٹھانا پڑی ہے زندگی میں !

مرد نمبر تین : (اپنی گردن سہلاتا ہوا) دیکھو .... ! سچ پُوچھو تو میں اب زیادہ سوچتا ہی نہیں اس بارے میں !

(ٹہلتا ہُوا اس کے پاس سے آگے نکل آتا ہے ـــــ)

عورت : مجھے یاد ہے کہ کہا کرتے تھے "سوچنے سے کچھ ہونا ہو تب تو سوچے بھی آدمی !"

مرد نمبر تین : ہاں ! ..... یہی تو !

عورت : لیکن یہ بھی کہ 'کل اور آج میں فرق ہوتا ہے' ! ہوتا ہے نا ؟

مرد نمبر تین : ہاں .... ہوتا ہے ! بہت بہت !

عورت : اِسی لیے کہنا چاہتی ہوں تم سے کہ ....

(بڑی لڑکی اندر سے آتی ہے)

بڑی لڑکی : ممی، اندر جو کپڑے استری کے لیے رکھے ہیں .....

(مرد نمبر تین کو دیکھ کر) ہیلو انکل !

مرد نمبر تین : ہیلو ! ہیلو ! .... ارے واہ ! .... یہ تو ہی ہے کیا ؟

بڑی لڑکی : آپ کو کیا لگتا ہے ؟

مرد نمبر تین : اِتنی سی تھی تُو تو ! (عورت سے) کتنی بڑی نظر آنے لگی ہے اب !

عورت : ہاں .... یہ چہرہ نکل آیا ہے !

مرد نمبر تین : اُن دِنوں فراک پہنا کرتی تھی ابھی !

بڑی لڑکی : (شرم سے) پتہ نہیں کن دِنوں !

مرد نمبر تین : یاد ہے کیسے میرے ہاتھ پر کاٹا تھا اس نے ایک بار ؟ بہت ہی شیطان تھی !

عورت : (سر ہلا کر) دھری رہ جاتی ہے ساری شیطانی بالآخر !

بڑی لڑکی : بیٹھیے آپ ! میں ابھی آتی ہوں اُدھر سے !

(احاطے کے دروازے کی طرف چلی جاتی ہے)

مرد نمبر تین : بھاگ کہاں رہی ہے ؟

بڑی لڑکی : آ رہی ہوں بس !

(چلی جاتی ہے)

مرد نمبر تین : کتنی گدرائی ہوئی لڑکی تھی ! گال اس طرح پھُولے پھُولے تھے کہ ....

عورت : سب چپک جاتے ہیں گال وال !

مرد نمبر تین : لیکن میں نے تو سُنا تھا کہ ..... اپنی مرضی سے ہی اس نے ....

عورت : ہاں ! اپنی مرضی ہی سے ! اپنی مرضی کا ہی تو پھل ہے یہ کہ ....
مرد نمبر تین : بات لیکن بڑی سنجیدگی سے کرتی ہے !
عورت : یہ عمر اور اتنی بزرگی ! .... ہاں تو چلیں اب پھر ؟
مرد نمبر تین : جیسے کہو !
عورت : (اپنے پرس میں رومال ڈھونڈتی ہے) کہاں گیا ؟ (رومال مل جانے پر پرس بند کرتی ہے) ہے یہ اس میں ! .... تو کب تک لوٹ آؤں گی میں ؟ اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ اسی طرح کہہ جاؤں گی اس سے تاکہ ...
مرد نمبر تین : تم پر ہے یہ ! جیسا بھی کہہ دو !
عورت : کہہ دیتی ہوں ——— شاید دیر ہو جائے مجھے ! کوئی آنے والا ہے اُسے بھی بتا دے گی !
مرد نمبر تین : کوئی اور بھی آنے والا ہے ؟
عورت : بھنے جا ! وہی آدمی جس کی وجہ سے .... تم جانتے ہی ہو اب ! (احاطے کی طرف دیکھتی ہے) بنّی ! (جواب نہ ملنے پر) بنّی ! ... کہاں چلی گئی یہ ؟

(احاطے کے دروازے سے جاکر ادھر دیکھ لیتی ہے اور کچھ مضطرب سی ہو کر لوٹ آتی ہے)

معلوم نہیں کہاں چلی گئی ! یہ لڑکی بھی اب ....
مرد نمبر تین : انتظار کر لو !
عورت : نہیں ! وہ آدمی آگیا تو مشکل ہو جائے گی ! مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے ! آج ہی ! ابھی !
مرد نمبر تین : (نیا سگریٹ سلگاتا ہے) تو ٹھیک ہے ! ایٹ یور ڈسپوزل !
عورت : (اس طرح کمرے کو دیکھتی ہے جیسے کہ کوئی چیز وہاں چھُٹی جا رہی ہے) ہاں .... آؤ !
مرد نمبر تین : (چلتے چلتے رُک کر) لیکن .... گھر اس طرح اکیلا چھوڑ جاؤ گی ؟
عورت : نہیں ... ابھی آ جائے گا کوئی نہ کوئی !
مرد نمبر تین : (دائرے بناتا ہے) تمہارے اوپر ہے ! جیسا بھی ٹھیک سمجھو !
عورت : (پھر ایک نظر کمرے پر ڈال کر) میرے لیے تو .... آؤ !

مرد نمبر تین پہلے نکل جاتا ہے۔ عورت پھر سے پرس کھول کر اس میں کوئی
چیز ڈھونڈتی پیچھے پیچھے نکل جاتی ہے۔ کچھ لمحوں کے لیے سٹیج خالی رہ جاتا ہے۔
پھر باہر سے چھوٹی لڑکی کی سسکیاں سنائی دیتی ہیں۔ وہ روتی ہوئی اندر آکر
صوفے پر اوندھی ہو جاتی ہے۔ پھر اٹھ کر کمرے کے خالی پن پر نظر ڈالتی ہے
اور اسی طرح روتی، سسکتی اندر کے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ سٹیج پھر دو ایک
پل کے لیے خالی رہتا ہے۔ اس کے بعد بڑی لڑکی چائے کی ٹرے لیے
احاطے کے دروازے سے آتی ہے)

بڑی لڑکی: ارے! چلے بھی گئے یہ لوگ!

(ٹرے ڈائننگ ٹیبل پر چھوڑ کر باہر کے دروازے تک آتی ہے۔ ایک
بار باہر دیکھتی ہے اور کچھ لمحے تذبذب میں وہیں رُکی رہتی ہے۔ پھر اپنے
آپ کو جھٹک کر واپس ڈائننگ ٹیبل کی طرف چلی جاتی ہے)

کیسے بکھر اجاتا ہے سر کبھی کبھی!

(راستے میں ڈریسنگ ٹیبل کے بکھراؤ کو دیکھ کر رُک جاتی ہے اور جلدی سے
وہاں کی چیزوں کو قرینے سے رکھ دیتی ہے)

ذرا دھیان نہ دے آدمی .... جنگل ہو جاتا ہے سب!

(وہاں سے ہٹ کر ڈائننگ ٹیبل کے پاس آجاتی ہے اور اپنے لیے چائے کی
پیالی بناتی ہے۔ چھوٹی لڑکی اسی طرح سسکیاں بھرتی اندر سے آتی ہے)

چھوٹی لڑکی: جب نہیں ہو، ہونا، ہوتا، تو سب لوگ ہوتے ہیں سر پر! اور جب ہو، ہونا، ہوتا ہے، تو
کوئی بھی نہیں دی، دِکھتا کہیں!

(بڑی لڑکی چائے بنانا بیچ میں چھوڑ کر اس کی طرف بڑھتی ہے ———)

بڑی لڑکی: کنّی! یہ پھر کیا ہُوا تجھ کو؟ باہر سے کب آئی تُو؟

چھوٹی لڑکی: کب آئی میں! یہاں پر کو۔ کوئی بھی کیوں نہیں تھا؟ تو۔ تُم بھی کہاں تھی تھوڑی دیر پہلے!

بڑی لڑکی: میں چائے کی پتّی لینے چلی گئی تھی! .... کس نے، اشوک نے مارا ہے تجھ کو؟

چھوٹی لڑکی: وہ بھی کہہ۔ کہاں تھا اس وقت؟ میرے کان کھینچنے کے لیے تو پتہ نہیں کہہ۔ کہاں سے چلا
آئے گا ابرج۔ جب سُرکھا کی ممی سے بات کرنے کی بات تھی، نہ تو ....

بڑی لڑکی: سُریکھا کی ممی نے کچھ کہا ہے تجھ کو ؟
چھوٹی لڑکی: ماما کہاں ہے ؟ مجھے کو نہیں س۔ ساتھ لے کر جانا ہے وہاں !
بڑی لڑکی: کہاں ؟ سُریکھا کے گھر ؟
چھوٹی لڑکی: سریکھا کی ممی بلا رہی ہے اُنہیں ! کہتی ہے ابھی لے، لے کر آ !
بڑی لڑکی: لیکن کس بات کے لیے ؟
چھوٹی لڑکی: اشوک کو دیکھ لیا تھا سب نے ہم لوگوں کو ڈانٹتے ! سُریکھا کی ممی نے سُریکھا کو گھ۔ گھر لے جا کر پیٹا ! تو اس نے ..... اس نے م۔ میرا نام لگا دِیا !
بڑی لڑکی: کیا کہا ؟
چھوٹی لڑکی: کہ میں سکھلاتی ہوں یہ سب ب باتیں !
بڑی لڑکی: اچھا .... تو ؟
چھوٹی لڑکی: تو ... سُریکھا کی ممی نے مجھے بُلا کر اس طرح ڈانٹا ہے جیسے .... پہلے بتاؤ ممی کہاں ہے ؟ میں انھیں ابھی س۔ ساتھ لے کر جاؤں گی ! کہتی ہے کہ میں اس کی لڑکی کو بگاڑ رہی ہوں ! اور بھی ب۔ بری، بری باتیں ہمارے گھر کا نام لے کر ....
بڑی لڑکی: ہمارے گھر میں کس کا نام لے کر ؟
چھوٹی لڑکی: سبھی کا ! ت تمہارا ! اشوک کا ! ڈیڈی کا ! م ماما کا ! تم بتاتی کیوں نہیں کہ ماما کہاں ہے ؟
بڑی لڑکی: ماما باہر گئی ہے !
چھوٹی لڑکی: باہر کہاں ؟
بڑی لڑکی: مجھے سب جگہ کا پتہ ہے کہ کہاں کہاں جایا جا سکتا ہے باہر ؟
چھوٹی لڑکی: (اور بپھرتی ہوئی) ت۔ تم بھی مجھی کو ڈانٹ رہی ہو۔ ماما نہیں ہیں تو تُم چلو میرے ساتھ !
بڑی لڑکی: میں نہیں چل سکتی !
چھوٹی لڑکی: (تاؤ میں) کیوں نہیں چل سکتی ؟
بڑی لڑکی: نہیں چل سکتی کہہ دیا نا ؟
چھوٹی لڑکی: (اُسے پرے دھکیلتے ہوئے) مت چلو، نہیں چل سکتیں تو !
بڑی لڑکی: (غصّے سے) کِنّی !

چھوٹی لڑکی: بات مت کرو مجھ سے! کٹّی!

بڑی لڑکی: تجھے بالکل بھی تمیز نہیں ہے کیا؟

چھوٹی لڑکی: نہیں ہے مجھے تمیز!

بڑی لڑکی: دیکھ تو مجھ سے ہی مار کھا بیٹھے گی آج!

چھوٹی لڑکی: مار لو نا تم!..... ان سے ہی م- مار کھا بیٹھوں گی آج!

بڑی لڑکی: تو اس وقت اپنا یہ رونا بند کرے گی یا نہیں!

چھوٹی لڑکی: نہیں بند کروں گی!.... رونا بند کرے گی یا نہیں!

بڑی لڑکی: تو ٹھیک ہے! روتی رہ بیٹھ کر!

چھوٹی لڑکی: ر- روتی رہ بیٹھ کر!

(احاطے کے پیچھے سے دروازے کی کُنڈی کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دیتی ہے)

بڑی لڑکی: (اُدھر دیکھتے ہوئے) یہ.... یہ ادھر سے کون آیا، ہو سکتا ہے اس وقت؟

(جلدی سے احاطے کے دروازے سے چلی جاتی ہے۔ چھوٹی لڑکی غصّے اور دشمنی

کے جذبے سے ایک کرسی پر جم جاتی ہے۔ بڑی لڑکی مرد نمبر چار کے ساتھ

واپس آتی ہے)

بڑی لڑکی: (آتے ہوئے) میں نے سوچا کہ کون ہو سکتا ہے جو پیچھے کا دروازہ کھٹکھٹائے! آپ کا پتہ تھا

آپ آنے والے ہیں۔ پر آپ تو ہمیشہ آگے کے دروازے سے ہی آتے ہیں اس لیے....

مرد نمبر چار: میں اسی دروازے سے آتا لیکن.... (چھوٹی لڑکی کو دیکھ کر) اِسے کیا ہُوا ہے؟ اس طرح

کیوں بیٹھی ہے وہاں؟

بڑی لڑکی: (چھوٹی لڑکی سے) جُنے جا نکل آتے ہیں، اِدھر آکر بات تو کر، ان سے!

(چھوٹی لڑکی مُنھ پھیر کر کرسی کی پیٹھ پر بانہہ پھیلا لیتی ہے)

مرد نمبر چار: (چھوٹی لڑکی کے پاس جاتا ہے) ارے! یہ تو رو رہی ہے! (اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے)

کیوں، کیا ہوا مُنیا کو؟ کِس نے ناراض کر دیا ہے؟ (پچکارتے ہوئے) اُٹھو بیٹیا! اس طرح

اچھا نہیں لگتا! اب آپ بڑے ہو گئے ہیں، اس لیے....

چھوٹی لڑکی: (اچانک اُٹھ کر باہر چلی جاتی ہے) ہاں! بڑے ہو گئے ہیں! پتا نہیں کس وقت چھوٹے ہو جاتے

ہیں! کس وقت بڑے ہو جاتے ہیں! (باہر کے دروازے کے پاس سے) ہم نہیں لوٹ کر آئیں گے

اَب .... جب تک ماما نہیں آجاتیں !

(چلی جاتی ہے)

مرد نمبر چار : (لَوٹ کر بڑی لڑکی کی طرف آکر) ساوتری باہر گئی ہے ؟

(بڑی لڑکی صرف سر ہلاتی ہے)

میں تھوڑی دیر پہلے آگیا تھا - باہر سڑک پر نیو اِنڈیا کی گاڑی کھڑی دیکھی تو کچھ دیر پیچھے کو گھومنے نِکل گیا - تیرے ڈیڈی نے بتایا تھا جگ موہن آج کل یہاں ہے —— پھر سے ٹرانسفر ہو کر آگیا ہے ! .... وہ ایسے ہی آیا تھا ملنے یا ....

بڑی لڑکی : ماما کو پتہ ہوگا ! میں نہیں جانتی !

مرد نمبر چار : اشوک نے ذکر نہیں کیا مجھ سے ! اسے بھی پتا نہیں ہوگا شاید !

بڑی لڑکی : اشوک ملا ہے آپ سے ؟

مرد نمبر چار : بس سٹاپ پر کھڑا تھا اس نے پُوچھا تو بولا کہ آپ ہی کے یہاں جا رہا ہوں ..... ڈیڈی کا حال چال معلوم کرنے ! کہنے لگا آپ بھی چلیے ، بعد میں ساتھ ہی آجائیں گے - پر مَیں نے سوچا کہ ایک بار جب اِتنی دُور آ ہی گیا ہُوں تو ساوتری سے مل کر ہی جاؤں گا ! پھر اسے بھی جس حال میں چھوڑ آیا ہُوں اس کی وجہ سے ....

بڑی لڑکی : کس کی بات کر رہے ہیں .... ڈیڈی کی ؟

مرد نمبر چار : ہاں ! مہندر ناتھ ہی کی ! ایک تو ساری رات سویا نہیں وہ ، دوسرے ....

بڑی لڑکی : طبیعت ٹھیک نہیں ان کی ؟

مرد نمبر چار : طبیعت بھی ٹھیک نہیں اَور وَیسے بھی .... میں تو سمجھتا ہوں مہندر ناتھ خود ذمے دار ہے اپنی ایسی حالت کے لیے ؟

بڑی لڑکی : (اس مسئلے سے بچنا چاہتی ہے) چائے بناؤں آپ کے لیے ؟

مرد نمبر چار : (چائے کا سامان دیکھ کر) کس کے لیے بنائے بیٹھی تھی اتنی چائے ؟ پی نہیں ، لگتا ہے ، کِسی نے ؟

بڑی لڑکی : (کچھ تذبذب کے ساتھ) یہ میں نے ... بنائی تھی کیوں کہ .... کیوں کہ سوچ رہی تھی کہ ....

مرد نمبر چار : (جیسے بات کو سمجھ جاتا ہے) وہ لوگ جلدی چلے گئے ہوں گے .... ساوتری کو پتہ تھا نا میں آنے والا ہُوں !

بڑی لڑکی: (آہستگی کے ساتھ) پتہ تھا!

مرد نمبر چار: یہ بھی بتایا نہیں مجھے اشوک نے ....، پر اُس کے لہجے سے ہی مجھے لگ گیا تھا کہ...!

(پھر جیسے کوئی بات سمجھ میں آجاتی ہے) اچھّا! اچھّا! کافی سمجھ دار لڑکی ہے!

بڑی لڑکی: (چینی دانی ہاتھ میں لیے) چینی کتنی؟

مرد نمبر چار: چینی بالکل نہیں! مجھے منع ہے چینی! وہ شاید اسی لیے مجھے واپس لے چلنا چاہتا تھا کہ.... اسے معلوم ہوگا جگ موہن کا!

بڑی لڑکی: دودھ؟

مرد نمبر چار: ہمیشہ جتنا!

بڑی لڑکی: کچھ نمکین لے آؤں اندر سے؟

مرد نمبر چار: نہیں!

بڑی لڑکی: بیٹھ جائیے!

مرد نمبر چار: او! ہاں!

(وہیں ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ جاتا ہے۔ بڑی لڑکی ایک پیالی اُسے دے کر دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ جاتی ہے۔ کچھ لمحے خاموشی رہتی ہے)

بڑی لڑکی: آپ کہاں کہاں گھوم آئے اس بیچ میں؟ سُنا تھا کہیں باہر گئے تھے!

مرد نمبر چار: ہاں! گیا تھا باہر! لیکن کسی نئی جگہ نہیں گیا!

(پھر کچھ پل خاموشی)

بڑی لڑکی: سُشما کا کیا حال ہے؟

مرد نمبر چار: ٹھیک ٹھاک ہے اپنے گھر میں!

بڑی لڑکی: کوئی بچہ وچہ؟

مرد نمبر چار: ابھی نہیں!

(پھر کچھ پل خاموشی)

بڑی لڑکی: آپ تو بالکل چُپ بیٹھے ہیں۔ کوئی بات کیجیے نا!

مرد نمبر چار: (آہ کے ساتھ) کیا بات کروں؟

بڑی لڑکی: کچھ بھی!

مردنمبرچار: سوچ کرتو بہت سی باتیں آیا تھا! ساوتری ہوتی تو شاید کچھ بات کرتا بھی! لیکن اب
لگ رہا ہے کہ بے کار ہی ہے سب!

(پھر کچھ لمحہ خاموشی! دونوں لگ بھگ ایک ساتھ اپنی اپنی پیالی خالی کر کے
رکھ دیتے ہیں)

بڑی لڑکی: ایک بات پوچھوں... ڈیڈی کو پھر سے وہی دورہ تو نہیں پڑا بلڈ پریشر کا؟
مردنمبرچار: یہ بھی پوچھنے کی بات ہے؟
بڑی لڑکی: آپ انھیں سمجھاتے کیوں نہیں کہ....
مردنمبرچار: (اُٹھتے ہوئے) کوئی سمجھا سکتا ہے اُسے؟ وہ اس عورت کو اتنا چاہتا ہے، اِتنا
چاہتا ہے اندر سے کہ....
بڑی لڑکی: یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟
مردنمبرچار: تجھے لگتا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے؟
بڑی لڑکی: (اُٹھتی ہوئی) کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟... آپ نہیں جانتے ہم نے دونوں کے بیچ
کیا کیا گزرتے دیکھا ہے اس گھر میں!
مردنمبرچار: دیکھا جو کچھ بھی ہو....
بڑی لڑکی: اتنی آسانی سے اُڑا دینے کی بات نہیں ہے انکل! میں یہاں تھی تو مجھے کئی بار لگتا تھا
کہ میں ایک گھر میں نہیں چڑیا گھر کے ایک پنجرے میں رہتی ہوں جہاں.... آپ شاید
سوچ بھی نہیں سکتے کہ کیا کیا ہوتا رہا ہے یہاں! ڈیڈی کا چیختے ہوئے ماما کے کپڑے
تار تار کر دینا.... اُن کے مُنھ پر پٹی باندھ کر انھیں بند کمرے میں پیٹنا.... کھینچتے ہوئے
غسل خانے میں کموڈ پر لے جا کر.... (اضطرابی کیفیت میں) میں تو بیان بھی نہیں کر
سکتی کہ کیسے کیسے بھیانک منظر دیکھے ہیں اس گھر میں مَیں نے! کوئی جانتا تو یہی کہتا کہ کیوں
نہیں بہت پہلے ہی یہ لوگ....
مردنمبرچار: تم نے مجھے کوئی نئی بات نہیں بتائی! مہندر ناتھ خود مجھے بتاتا رہا ہے یہ سب!
بڑی لڑکی: بتاتے رہے ہیں؟ پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ...
مردنمبرچار: پھر بھی کہتا ہوں کہ وہ اسے بہت پیار کرتا ہے!
بڑی لڑکی: کیسے کہتے ہیں یہ آپ؟ دو آدمی جو رات دن ایک دوسرے کی جان نوچنے میں لگے رہتے

ہیں ....

مرد نمبر چار: میں دونوں کی نہیں ایک کی بات کہہ رہا ہوں!

بڑی لڑکی: تو آپ سچ مچ مانتے ہیں کہ ....

مرد نمبر چار: بالکل مانتا ہوں! اسی لیے کہتا ہوں کہ آپ نے آج کی حالت کے لیے ذمے دار مہندر ناتھ خود ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج صبح سے ہی بڑی فرماں برداری کے سے انداز میں مجھ سے نہ کہہ رہا ہوتا کہ جیسے بھی ہو میں اس سے بات کر کے اسے سمجھاؤں۔ میں اس وقت یہاں نہ آیا ہوتا تو معلوم ہے کیا ہوتا؟

بڑی لڑکی: کیا ہوتا؟

مرد نمبر چار: مہندر خود یہاں چلا آیا ہوتا! اس کی پروا کیے بغیر کہ یہاں آکر بلڈ پریشر سے اس کا کیا حال ہوگا؟ میں نے کتنی مشکل سے سمجھا بُجھا کر اُسے روکا ہے، میں ہی جانتا ہوں۔ میرے من میں کہیں تھوڑا بھروسہ باقی تھا کہ شاید اب بھی کچھ ہو سکے .... میری بات کرنے سے ہی کچھ بات بن سکے! لیکن یہاں آکر باہر نیو انڈیا کی گاڑی کھڑی دیکھی تو مجھے یُوں لگا کہ نہیں کچھ نہیں ہو سکتا! کچھ نہیں ہو سکتا! بات کر کے میں صرف اپنے کو .... میرا خیال ہے چلنا چاہیے مجھے اب! جاتے ہوئے مجھے اس کے لیے دوائی بھی لے جانی ہے! .... اچھّا!

(باہر کے دروازے کی طرف چل دیتا ہے۔ بڑی لڑکی اپنی جگہ پر ساکت کھڑی رہتی ہے۔ پھر دو ایک قدم اس کی طرف بڑھ جاتی ہے)

بڑی لڑکی: انکل!

مرد نمبر چار: (رُک کر) کہو!

بڑی لڑکی: آپ جا کر ڈیڈی کو یہ بات بتا دیں گے؟

مرد نمبر چار: کون سی؟

بڑی لڑکی: یہی ... جگ موہن انکل کے آنے کی؟

مرد نمبر چار: کیوں؟ .... نہیں بتانی چاہیے؟

بڑی لڑکی: ایسا ہے کہ .....

مرد نمبر چار: (ذرا سی آنکھ مُوندھ کر کھولتا ہے) میں نا بھی بتاؤں شاید! پر کچھ فرق نہیں پڑے گا اس سے!.... بیٹھ تُو!

(دروازے سے باہر جانے لگتا ہے)

بڑی لڑکی: انکل!

مرد نمبر چار: (پھر رُک کر) ہاں! بیٹے!

بڑی لڑکی: سچ مچ کچھ نہیں ہو سکتا کیا؟

مرد نمبر چار: ایک دن کے لیے ہو سکتا ہے شاید! دو دن کے لیے ہو سکتا ہے! لیکن ہمیشہ کے لیے.... کچھ بھی نہیں!

بڑی لڑکی: تو اس حالت میں کیا یہی بہتر نہیں کہ....

(باہر سے عورت کی باتیں سنائی دیتی ہیں)

عورت: چھوڑ دے میرا ہاتھ! چھوڑ بھی!

بڑی لڑکی: آ گئی ہیں وہ لَوٹ کر!

مرد نمبر چار: ہاں!

(باہر جانے کی بجائے ہونٹ چباتا ڈائیننگ ٹیبل کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ عورت، چھوٹی لڑکی کے ساتھ آتی ہے۔ چھوٹی لڑکی اُسے بانہہ سے باہر کھینچ رہی ہے)

چھوٹی لڑکی: چلتی کیوں نہیں تم میرے ساتھ؟ چلو نا!

عورت: (بانہہ چھڑاتے ہوتے) تو ہٹے گی یا نہیں؟

چھوٹی لڑکی: نہیں ہٹوں گی! اس وقت تو گھر پر نہیں تھیں اور اب کہتی ہو....

عورت: چھوڑ میری بانہہ!

چھوٹی لڑکی: نہیں چھوڑوں گی!

عورت: نہیں چھوڑو گی؟ (غصّے سے بانہہ چھڑا کر اُسے پرے دھکیل دیتی ہے) بڑا زعم ہونے لگا ہے تجھے؟

چھوٹی لڑکی: ہاں! ہونے لگا ہے مجھے! جب جب کوئی بات کہتا ہے مجھ سے تو یہاں کسی کو فرصت ہی نہیں ہوتی چل کر اس سے پُوچھنے کی!

بڑی لڑکی: اُنھیں سانس تو لینے دے! وہ ابھی گھر میں داخل نہیں ہوئیں کہ تُو نے ....

چھوٹی لڑکی: تُم بات مت کرو! مٹّی کے لوندے کی طرح ہلی ہی نہیں جب میں نے ....

عورت: (اُسے فراک سے پکڑ کر) پھر سے کہہ جو کہا ہے تُو نے!

چھوٹی لڑکی: (اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتی ہے) کیا کہا ہے مَیں نے؟ پُوچھو ان سے جب مَیں نے آکر انھیں بتایا تھا تو ....

عورت: (اُسے چپت مارتی ہے) تو کہہ تو پھر سے ایک بار وُہی بات!

(پل بھر خاموشی جس میں سب کی نظریں جم جاتی ہیں۔ چھوٹی لڑکی کی عورت پر اور باقی سب کی چھوٹی لڑکی پر)

چھوٹی لڑکی: (اپنی جھنجھلاہٹ سے بے بس ہو کر) مٹّی کے لوندے! .... سب کے سب مٹّی کے لوندے!

مرد نمبر چار: (ان کی طرف آکر) چھوڑ دو لڑکی کو، ساوتری! اس پر اس وقت پاگل پن سوار ہے، اسی لیے ....

عورت: آپ مت پڑیے بیچ میں!

مرد نمبر چار: دیکھو ....

عورت: آپ سے کہا ہے مت پڑیے بیچ میں! مجھے اپنے گھر میں کس سے کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے یہ مَیں اوروں سے بہتر جانتی ہُوں! (چھوٹی لڑکی کو ایک اور تھپڑ مارتی ہے) اس وقت چُپ چاپ چلی جا اُس کمرے میں! مُنھ سے ایک لفظ بھی اور کہا تو خیر نہیں تیری!

(چھوٹی لڑکی کے ہونٹ ہلتے ہیں، مُنھ سے کوئی بھی لفظ نہیں نکلتا۔ وہ گھائل نظر سے عورت کو دیکھتی ہے اور کھڑی رہتی ہے)

جا اُس کمرے میں! سُنا نہیں؟

(چھوٹی لڑکی پھر بھی کھڑی رہتی ہے ———)

نہیں جائے گی؟

(چھوٹی لڑکی دانت پیس کر بنا کچھ کہے یکایک جھٹکے سے اندر کے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ عورت جا کر پیچھے سے دروازے کو کنڈی لگا دیتی ہے)

تُجھ سے سمجھوں گی ابھی تھوڑی دیر میں!

بڑی لڑکی : بیٹھیے انکل!

مرد نمبر چار : نہیں! میں ابھی چلا جاؤں گا!

عورت : (اس کی طرف آتی ہے) آپ کو کچھ بات کرنی تھی مجھ سے .... بتایا تھا اس نے!

مرد نمبر چار : ہاں .... ! لیکن اس وقت تم ٹھیک موڈ میں نہیں ہو....

عورت : میں ٹھیک موڈ میں ہوں! بتائیے آپ!

بڑی لڑکی : انکل کہہ رہے تھے کہ ڈیڈی کی طبیعت پھر ٹھیک نہیں ہے!

عورت : گھر سے جاکر طبیعت کب ٹھیک رہتی ہے اُن کی؟ ہر بار کا کیا یہ قصّہ نہیں ہے؟

بڑی لڑکی : تم تھکی ہوئی ہو! اچھا ہوگا جو بھی بات کرنی ہو بیٹھ کر آرام سے کرلو!

عورت : میں بہت آرام سے ہوں! (مرد نمبر چار سے) بتائیے آپ!

مرد نمبر چار : زیادہ باتیں نہیں کرنا چاہتا۔ صرف ایک ہی بات کہنا چاہتا ہوں تم سے!

عورت : (لمحہ بھر انتظار کرنے کے بعد) کہیے!

مرد نمبر چار : تم چھٹکارا نہیں دے سکتی اُس آدمی کو؟

عورت : چھٹکارا؟ میں —— ؟ اُنھیں —— ؟ کتنی اُلٹی بات ہے!

مرد نمبر چار : اُلٹی بات نہیں ہے! تم نے جس طرح باندھ رکھا ہے اسے اپنے ساتھ....

عورت : اُنھیں باندھ رکھا ہے؟ میں نے اپنے ساتھ؟ سوائے آپ کے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا یہ بات....

مرد نمبر چار : کیوں کہ اور کوئی جانتا بھی تو نہیں اتنا، جتنا میں جانتا ہوں!

عورت : آپ ہمیشہ یہی مانتے آئے ہیں کہ آپ بہت زیادہ جانتے ہیں!

مرد نمبر چار : مہندر ناتھ کے بارے میں، ہاں! اور جان کر بھی کہتا ہوں کہ تم نے اس طرح شکنجے میں کس رکھا ہے جیسے کہ وہ اب اپنے دو پیروں پر چل سکنے کے قابل ہی نہیں رہا!

عورت : اپنے دو پیروں پر! اپنے دو پیر کبھی تھے بھی اُس کے پاس؟

مرد نمبر چار : کبھی کی بات کیوں کرتی ہو؟ جب تم نے اسے جانا، تب سے دس سال پہلے سے میں اسے جانتا ہوں۔

عورت : اسی لیے شاید جب میں نے جانا، تب تک دو پیر رہے ہی نہیں تھے اس کے پاس!

مرد نمبر چار : میں جانتا ہوں ساوتری کہ تم میرے بارے میں کیا کیا سوچتی اور کہتی ہو...

عورت : ضرور جانتے ہوں گے .... لیکن پھر بھی کتنا کچھ ہے جو ساوتری کبھی کسی کے سامنے نہیں کہتی !

مرد نمبر چار : جیسے ؟

عورت : جیسے .... پر بات تو آپ کرنے والے ہیں !

مرد نمبر چار : نہیں ! پہلے تم بات کر لو (بڑی لڑکی سے) تو بیٹے، ذرا اُدھر چلی جا تھوڑی دیر !

(بڑی لڑکی چُپ چاپ جانے لگتی ہے)

عورت : سُن لینے دیجیے اِسے بھی مگر مجھے بات کرنی ہے تو !

مرد نمبر چار : ٹھیک ہے ۔ یہیں رہ تو بنّی !

بڑی لڑکی : پَر مَیں سوچتی ہُوں کہ ....

عورت : مَیں چلتی ہُوں کہ تو یہیں رہے، تو کسی وجہ سے ہی چاہتی ہُوں !

(بڑی لڑکی آہستہ سے آنکھیں جھپک کر ان دونوں سے تھوڑی دُور ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی پر بیٹھتی ہے)

مرد نمبر چار : (عورت سے) بیٹھ جاؤ تم بھی !

(کہتا ہوا خود صوفے پر بیٹھ جاتا ہے ۔ عورت یک موڑھا لے لیتی ہے)

کہہ ڈالو اب جو بھی کہنا ہے تمہیں !

عورت : کہنے سے پہلے ایک بات پوچھنی ہے آپ سے ! آدمی کس حالت میں سچ مچ ایک آدمی ہوتا ہے ؟

مرد نمبر چار : پوچھو کچھ نہیں ! جو کہنا ہے، کہہ ڈالو !

عورت : یوں تو جو کوئی بھی ایک آدمی کی طرح چلتا پھرتا ہے، بات کرتا ہے، وہ آدمی ہی ہوتا ہے —— لیکن اصل میں آدمی ہونے کے لیے کیا ضروری نہیں کہ اس میں اپنا ایک مادہ، اپنی ایک شخصیت ہو ؟

مرد نمبر چار : مہندر کو سامنے رکھ کر یہ تم اس لیے کہہ رہی ہو کہ ....

عورت : اس لیے کہہ رہی ہوں کہ جب سے مَیں نے اُسے جانا ہے میں نے ہمیشہ ہر چیز کے لیے اُسے کسی نہ کسی کا سہارا ڈھونڈھتے پایا ہے ! خاص طور سے آپ کا ! یہ کرنا چاہیے یا نہیں —— جُنے جا سے پوچھ لُوں ! کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز خریدنی ہے تو بھی جُنے جا کی پسند سے ! کوئی بڑے سے بڑا خطرہ اُٹھانا ہے —— تو بھی جُنے جا کی صلاح سے ! یہاں تک کہ مجھ سے بیاہ کرنے

کا فیصلہ بھی کیسے کیا اُس نے ؟ جُنے جا کے ہامی بھرنے سے !
مردنمبر چار : میں دوست ہوا اس کا ! اسے بھروسہ رہا ہے مجھ پر !
عورت : اور اس بھروسے کا نتیجہ ؟ کہ اپنے آپ پر اسے کبھی کسی چیز کے لیے بھروسہ نہیں رہا ! زندگی میں ہر چیز کی کسوٹی ـــــ جُنے جا ! جو جُنے جا سوچتا ہے جو جُنے جا چاہتا ہے، جو جُنے جا کرتا ہے وہی اُسے بھی سوچنا ہے، وہی اسے بھی چاہنا ہے، وہی اسے بھی کرنا ہے کیوں ؟ کیوں کہ جُنے جا ایک پورا آدمی ہے اپنے میں ! اور وہ خود ؟ وہ خود ایک پُورے آدمی کا آدھا - چوتھائی بھی نہیں ہے !
مردنمبر چار : تم اس نظر سے دیکھ سکتی ہو اس چیز کو - لیکن اصلیت اس کی یہ ہے کہ ....
عورت : (کھڑی ہو جاتی ہے) مجھے اس اصلیّت کی بات کرنے دیجیے، جسے مَیں جانتی ہوں ؟ ایک آدمی ہے ! گھر بساتا ہے ! کیوں بساتا ہے ؟ ایک ضرورت پُوری کرنے کے لیے ! کون سی ضرورت ؟ اپنے اندر کے کسی اس کو ... ایک اَدھورا پن کہہ لیجیے اُسے .... ! جس کو بھر سکنے کی ! اس طرح اسے اپنے لیے .... اپنے میں .... پُورا ہونا ہوتا ہے ! کن دوسروں کو پُورا کرتے رہنے میں ہی زندگی نہیں کاٹنی ہوتی ! پر آپ کے مہندر ناتھ کے لیے زندگی کا مطلب رہا ہے .... جیسے صرف دوسروں کے خالی خانے بھرنے کی ہی ایک چیز ہے وہ جو کچھ وہ دوسرے اس سے چاہتے ہیں، اُمید کرتے ہیں ... یا جس طرح وہ سوچتا ہے، ان کی زندگی میں اس کا استعمال ہو سکتا ہے ....
مردنمبر چار : استعمال ہو سکتا ہے ؟
عورت : نہیں ؟ اس کام کے لیے اور کوئی نہیں جا سکتا، مہندر ناتھ چلا جائے گا .... اس بوجھ کو کوئی اور نہیں ڈھو سکتا - مہندر ڈھوئے گا ! پریس کھُلا، تو بھی ! فیکٹری شروع ہوئی تو بھی ! خالی خانے بھرنے کی جگہ پر مہندر ناتھ اور خالی خانے بھر جانے پر ـــــ ؟ مہندر ناتھ کہیں نہیں ! مہندر ناتھ اپنا حصّہ پہلے ہی لے چکا ہے - پہلے ہی کھا چُکا ہے ! اور اس کا حِصّہ ؟ (کمرے کی ایک ایک چیز کی طرف اشارہ کرتی ہے) یہ - یہ - یہ ـــــ یہ دوسرے، تیسرے، چوتھے درجے کی گھٹیا چیزیں جن سے وہ سوچتا تھا اس کا گھر بن رہا ہے .
مردنمبر چار . مہندر ناتھ بہت جلد بازی برتتا تھا اس معاملے میں - میں جانتا ہوں ! مگر وہ اس

کی ....

عورت : وجہ ــــ اس کی مَیں تھی ـــــ یہی کہنا چاہتے ہیں نا ؟ وہ مجھے خوش رکھنے کے لیے ہی یہ لوہا لکڑی جلدی جلدی سے گھر میں بھر کر ہر بار اپنی بربادی کی نیو کھود لیتا تھا! پر اصل میں اس کی بربادی کی نیو کیا چیز کھود رہی تھی .... کیا چیز اور کون آدمی اپنے دل میں تو آپ بھی جانتے ہی ہوں گے !

مرد نمبر چار : کہتی رہو تم ! مَیں بُرا نہیں مان رہا ہُوں ! آخر تم مہندر کی پتنی ہو اور ....

عورت : (جھنجھلاتی ہوئی اس کی طرف مڑتی ہے) مت کہیے مجھے مہندر کی پتنی ! مہندر بھی ایک آدمی ہے جس کا اپنا گھر بار ہے، پتنی ہے۔ یہ بات مہندر کو اپنا کہنے والوں کو شروع سے ہی راس نہیں آتی ! مہندر نے بیاہ کیا کیا آپ لوگوں کی نظر میں آپ کا ہی کچھ آپ سے چھین گیا ! مہندر اب پہلے کی طرح ہنستا نہیں! مہندر اب دوستوں میں بیٹھ کر پہلے کی طرح کِھلتا نہیں! مہندر اب وہ پہلے والا مہندر رہ ہی نہیں گیا ! اور مہندر کی جی جان سے کوشش کہ وہ وہی بنا رہے کسی طرح ! کوئی یہ نہ کہہ سکے اس سے کہ وہ اب پہلے والا مہندر رہ ہی نہیں گیا اور اس کے لیے مہندر گھر کے اندر رات دن چھٹپٹاتا ہے ! دیواروں سے سر پٹکتا ہے ! بچوں کو پیٹتا ہے ! بیوی کے گھٹنے توڑتا ہے ! دوستوں کو اپنا اپنا فرصت کا وقت کاٹنے کے لیے اُس کی ضرورت ہے ! مہندر کے بغیر کوئی پارٹی جمتی نہیں ! مہندر کے بغیر کسی پکنک کا مزا نہیں آتا ! دوستوں کے لیے جو فرصت کاٹنے کا وسیلہ ہے، وہی مہندر کے لیے اُس کا اہم کام ہے زندگی میں ! اور اس کا ہی نہیں، اس کے گھر کے لوگوں کا بھی اہم کام ہونا چاہیے ! تم فلاں جگہ چلنے سے انکار کیسے کر سکتی ہو ؟ فلاں سے تم ٹھیک سے بات کیوں نہیں کرتی ؟ تم اپنے کو پڑھی لکھی کہتی ہو ـــــ ؟ تمہیں تو لوگوں کے بیچ میں اُٹھنے بیٹھنے کی تمیز نہیں ہے ! ایک عورت کو اس طرح چلنا چاہیے۔ اس طرح بات کرنی چاہیے ! اس طرح مُسکرانا چاہیے ! کیوں تم لوگوں کے بیچ ہمیشہ میری پوزیشن خراب کرتی ہو ؟ اور وہی مہندر جو دوستوں کے بیچ دبّو سا بنا ہلکے ہلکے مسکراتا ہے، گھر آکر ایک درندہ بن جاتا ہے ! معلوم نہیں کب کسے نوچ لے گا، کب کسے پھاڑ کھائے گا ! آج وہ تاؤ میں اپنی قمیص کو آگ لگا دیتا ہے ! کل وہ ساوتری کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کا سر زمین سے رگڑنے لگتا ہے ! بول ! ـــــ بول ! چلے گی اس طرح کہ نہیں جیسے کہ میں چاہتا ہُوں ؟

مانے گی وہ سب کہ نہیں جو میں کہتا ہوں ؟ پر ساوتری پھر بھی ویسے نہیں چلتی ! وہ سب نہیں مانتی ! وہ نفرت کرتی ہے اس سب سے ——— اس آدمی کے ایسا ہونے سے ! وہ ایک پورا آدمی چاہتی ہے اپنے لیے ——— ایک ..... پورا ..... آدمی ! گلا پھاڑ کر وہ یہ بات کہتا ہے ! کبھی اس آدمی کو ہی وہ آدمی بنا سکنے کی کوشش کرتی ہے ! کبھی تڑپ کر اپنے کو اس سے الگ کر لینا چاہتی ہے ! پر اگر اُس کی کوششوں سے تھوڑا بھی فرق پڑنے لگتا ہے اس آدمی میں تو دوستوں میں اس کا غم کیا جانے لگتا ہے ! ساوتری مہندر کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے اپنے ڈھنگ سے چلا رہی ہے ! ساوتری بے چارے مہندر کی ریڑھ توڑ کر اُسے کسی لائق نہیں رہنے دے رہی ہے ! جیسے کہ آدمی نہ ہو کر بنا گوشت پوست کے پُتلا ہو وہ ایک ——— بے چارا مہندر !

(ہانپتی ہوئی چپ ہو جاتی ہے۔ بڑی لڑکی کہنیاں میز پر رکھے اور مٹھیوں پر چہرہ ٹکائے پتھرائی آنکھوں سے چپ چاپ دونوں کو دیکھتی رہتی ہے)

مرد نمبر چار : (اُٹھتا ہُوا) بنا گوشت پوست کا پُتلا، یا جو بھی کہہ لو تم اُسے ——— پر میری نظر میں وہ ہر آدمی جیسا ایک آدمی ہے ——— صرف اتنی ہی کمی ہے اُس میں !

عورت : یہ آپ مجھے بتا رہے ہیں ؟ کس نے بائیس سال ساتھ جی کر جانا ہے اس آدمی کو ؟

مرد نمبر چار : زندگی ضرور گزاری ہے تم نے اس کے ساتھ ..... جانا بھی ہے اُسے کچھ حد تک ... لیکن .....

عورت : (بے بسی سے سر ہلاتی ہے) افوّہ ! افوّہ ! افوّہ !

مرد نمبر چار : جو جو باتیں تم نے کہی ہیں ابھی وہ غلط نہیں ہیں اپنے میں ! لیکن بائیس سال ساتھ جی کر جانی ہُوئی باتیں وہ نہیں ہے ! آج سے بائیس سال پہلے بھی ایک بار لگ بھگ ایسی ہی باتیں مَیں تمہارے منھ سے سُن چکا ہُوں ! تمہیں یاد ہے ؟

عورت : آپ آج ہی کی بات نہیں کر سکتے ؟ بیس سال پہلے ! پتہ نہیں کس زندگی کی بات ہے وہ ؟

مرد نمبر چار : میرے گھر پر ہُوئی تھی وہ بات ! تم بات کرنے کے لیے ہی خاص طور سے آئی تھی وہاں ! اور میرے کاندھے پر سر رکھے دیر تک روتی رہی تھیں ! تب تم نے کہا تھا کہ . . .

عورت : دیکھیے اُن دنوں کی بات اگر چھیڑنا ہی چاہتے ہیں آپ تو میں چاہوں گی کہ یہ لڑکی ....
مرد نمبر چار : کیا ہرج ہے اگر اب یہ یہیں کھڑی رہے تو ؟ اب آدھی بات اس کے سامنے ہوئی ہے تو باقی آدھی بھی اس کے سامنے ہی ہو جانی چاہیے !
بڑی لڑکی : (اٹھنا چاہتی ہے) لیکن انکل ....
مرد نمبر چار : (عورت سے) تم سمجھتی ہو کہ اس کے سامنے مجھے نہیں کرنی چاہیے یہ بات ؟
عورت : میں اپنے خیال سے نہیں کہہ رہی تھی .... ! ٹھیک ہے ! آپ کیجیے بات !
(کہتی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ جاتی ہے ــــــ)
مرد نمبر چار : بیٹھ ! بنّی !
(بڑی لڑکی پھر اسی طرح بیٹھ جاتی ہے)
(عورت سے) اس دن پہلی بار میں نے تمہیں اس طرح ڈولتے دیکھا تھا ! تب تم نے کہا تھا کہ ....
عورت : میں بالکل بچّی تھی تب تک ابھی اور ....
مرد نمبر چار : بچّی تھی یا جو بھی تھیں، پر بات بالکل اسی طرح کرتی تھیں جیسے آج کرتی ہو ! اس دن بھی بالکل اسی طرح تم نے مہندر کو میرے سامنے اُدھیڑا تھا ! کہا تھا کہ وہ بہت بے حس اور ڈھیلا ڈھالا سا آدمی ہے ! پر اسے ویسا بنانے والوں میں نام دوسرے تھے ! ایک نام تھا اس کی ماں کا اور دوسرا اس کے باپ کا ....
عورت : ٹھیک ہے ! اُن لوگوں کی بھی کچھ کم دین نہیں رہی اُسے ایسا بنانے میں !
مرد نمبر چار : لیکن مجھے جا کا نام تب نہیں تھا ایسے لوگوں میں ! کیوں نہیں تھا، کہہ دوں نا یہ بھی ؟
عورت : دیکھیے ....
مرد نمبر چار : بہت پرانی بات ہے ! کہہ دینے میں کوئی ہرج نہیں ہے ! میرا نام اس لیے نہیں تھا کہ ....
عورت : میں عزّت کرتی تھی آپ کی ... بس اتنی سی بات تھی !
مرد نمبر چار : تم عزّت کہہ سکتی ہو اُسے ... پر وہ عزّت کس لیے کرتی تھی ؟ اِس لیے نہیں کہ ایک مرد کے طور پر میں مہندر سے کچھ بہتر تھا تمہاری نظر میں ! بلکہ صرف اسی لیے کہ ....
عورت : کہ آپ کے پاس بہت پیسہ تھا ؟ اور آپ کا بہت دبدبہ تھا ان لوگوں کے بیچ ؟

مرد نمبر چار : نہیں! صرف اس لیے کہ میں جیسا بھی تھا، جو بھی تھا ـــــــ مہندر نہیں تھا!
عورت : (یکایک اٹھتی ہے) تو آپ کہنا چاہتے ہیں کہ ....
مرد نمبر چار : بے تاب کیوں ہو رہی ہو؟ مجھے بات کہہ لینے دو! مجھ سے اُس وقت تم کیا چاہتی تھیں، میں ٹھیک ٹھیک نہیں جانتا! لیکن تمہاری بات سے اتنا ضرور ظاہر تھا کہ مہندر کو تم تب بھی مرد نہیں سمجھ سکتی تھیں جس کے ساتھ تم زندگی کاٹ سکتیں ....
عورت : حالاں کہ اس کے بعد بھی آج تک اس کے ساتھ زندگی کاٹتی آ رہی ہوں ....
مرد نمبر چار : پر ہر دوسرے چوتھے سال اپنے کو اس سے جھٹک لینے کی کوشش کرتی ہوئی! اِدھر اُدھر نظر دوڑاتی ہوئی کہ ایسا کوئی ذریعہ مل جائے جس سے تم اپنے کو اس سے الگ کر سکتی! پہلے کچھ دن جُنے جا ایک مرد تھا تمہارے سامنے! تم نے کہا تھا تب تم اس کی عزّت کرتی تھیں! پر آج اس کے بارے میں جو سوچتی ہو وہ بھی ابھی بتا چکی ہو! جُنے جا کے بعد جس سے کچھ متاثر رہیں تم، وہ تھا، شِو جیت! ایک بڑی ڈگری، بڑے بڑے بول اور پوری دُنیا گھُومنے کا ارادہ! پر اصل چیز وہی کہ وہ جو بھی تھا اور ہی کچھ تھا! ـــــــ مہندر نہیں تھا! پر جلد ہی تم نے پہچاننا شروع کیا کہ وہ نہایت دوغلا قسم کا آدمی ہے! ہمیشہ دو طرح کی باتیں کرتا ہے! اس کے بعد سامنے آیا جگ موہن! اُونچے تعلقات، زبان کی مٹھاس، ٹِپ ٹاپ رہنے کی عادت اور خرچ کی دریا دلی! ہر تیر کی اصلی نوک پھر اسی جگہ پر کہ جو کچھ بھی تھا، جگ موہن کا سا تھا ـــــــ مہندر کا سا نہیں تھا! ـــــــ لیکن شکایت تمہیں اس سے بھی ہونے لگی تھی کہ وہ سب لوگوں پر برابر سے پیسہ کیوں اُڑاتا ہے ـــــــ دوسرے کی سخت سے سخت بات کو ایک خاموش مسکراہٹ کے ساتھ کیوں پی جاتا ہے؟ اچھا ہوا وہ ٹرانسفر ہو کر چلا گیا یہاں سے، ورنہ ....
عورت : یہ خواہ مخواہ کا تانا بانا کیوں بُن رہے ہیں؟ جو اصل بات کہنا چاہتے ہو وہی کیوں نہیں کہتے؟
مرد نمبر چار : اصل بات اتنی ہی ہے کہ مہندر کی جگہ ان میں سے کوئی بھی آدمی ہوتا تمہاری زندگی میں تو سال دو سال بعد تم یہی محسوس کرتیں کہ تم نے ایک غلط آدمی سے شادی کر لی ہے! اس کی زندگی میں بھی ایسے ہی کوئی مہندر، کوئی جُنے جا، کوئی شِو جیت یا کوئی جگ موہن محسوس کرتیں! کیوں کہ تمہارے لیے جینے کا مطلب رہا کتنا کچھ ساتھ ہو کر کتنا کچھ ایک ساتھ

پاکر اور کتنا کچھ ایک ساتھ اوڑھ کر جینا! وہ اتنا کچھ کبھی بھی کسی ایک جگہ نہ مل پاتا۔ اسی لیے جس کسی کے ساتھ بھی زندگی شروع کرتیں تم ہمیشہ اتنی ہی خالی، اتنی ہی بے چین بنی رہتیں! وہ آدمی بھی اسی طرح تمہیں اپنے آس پاس سر پٹکتا اور کپڑے پھاڑتا نظر آتا اور تم ——

عورت : (ساڑھی کا پلّو دانتوں میں لیے سرہلاتی ہنسی اور رونے کے سے لہجے میں) ہَہ ہَہ ہہ ہہ ہہ ہہ، ہہ ہہ ہہ .... ہہ ہہ – ہہ ہہ!

مرد نمبر چار : (اُچکتے ہوئے) تم ہنس رہی ہو؟

عورت : ہاں! .... پتا نہیں .... ہنس ہی رہی ہوں شاید! آپ کہتے رہیے!

مرد نمبر چار : آج مہندر ایک کڑھنے والا آدمی ہے! لیکن ایک وقت تھا جب وہ سچ مچ ہنستا تھا! دل سے ہنستا تھا! پر یہ تبھی تھا جب کوئی اُس پر یہ ثابت کرنے والا نہیں تھا کہ کیسے ہر لحاظ سے وہ حقیر اور کمتر ہے! —— اس سے، اُس سے، مجھ سے تم سے، سبھی سے! جب کوئی اس سے یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو جو وہ نہیں ہے، وہی وہی اُسے ہونا چاہیے اور جو وہ ہے ....

عورت : ایک اُسی ہی کو دیکھا ہے آپ نے اس بیچ —— یا اُس کے آس پاس بھی کسی کے ساتھ کچھ گزرتے دیکھا ہے؟

مرد نمبر چار : وہ بھی دیکھا ہے! دیکھا ہے کہ جس مٹھی میں تم کتنا کچھ ایک ساتھ بھر لینا چاہتی تھیں! اس میں جو تھا، وہ بھی دھیرے دھیرے باہر پھسلتا گیا ہے! کہ تمہارے من میں لگاتار ایک ڈر سماتا گیا ہے جس کے بارے میں کبھی تم گھر کا دامن تھامنی رہی ہو! کبھی باہر کا! اور کہ وہ ڈر ایک دہشت میں بدل گیا جس دن تمہیں ایک بہت بڑا جھٹکا کھانا پڑا .... اپنی آخری کوشش میں!

عورت : کس آخری کوشش میں؟

مرد نمبر چار : منوج کا بڑا نام تھا! اس نام کی ڈور پکڑ کر ہی کہیں پہنچ سکنے کی آخری کوشش کی، پر تم ایک دم بورا گئیں جب تم نے پایا کہ وہ اتنے نام والا آدمی تمہاری لڑکی کو ساتھ لے کر راتوں رات اس گھر سے ....

بڑی لڑکی : (بے قرار ہو اٹھتی ہے) یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل؟

مرد نمبر چار : مجبور ہو کر کہنا پڑ رہا ہے بنّی ! تو شاید منوج کو اب بھی اتنا نہیں جانتی، جتنا...
بڑی لڑکی : (ہاتھوں میں چہرہ چھپائے) اوہ !
مرد نمبر چار : جتنا یہ جانتی ہے ! اسی لیے آج یہ اُسے برداشت بھی نہیں کر سکتی ! (عورت سے)
ٹھیک نہیں ہے یہ ؟ بنّی کے منوج کے ساتھ چلے جانے کے بعد تم نے ایک اندھا دھند کوشش شروع کی ——— کبھی مہندر کو ہی اور بُرا بھلا کہنے کی، کبھی اشوک کو ہی چابک لگانے کی اور کبھی ان دونوں سے دھیرج کھو کر کوئی اور ہی راستہ، کوئی اور ہی چارا ڈھونڈ سکنے کی، ایسے میں پتا چلا جگ موہن یہاں لوٹ آیا ہے ! آگے کے راستے بند پا کر تم نے پھر پیچھے کی طرف دیکھنا چاہا ! آج ابھی باہر گئی تھیں اس کے ساتھ ! کیا بات ہوئی ؟
عورت : آپ سمجھتے ہیں آپ کو مجھ سے کچھ بھی جاننے کا، کچھ بھی پوچھنے کا حق حاصل ہے ؟
مرد نمبر چار : نہ سہی ! لیکن میں بنا پوچھے بھی بتا سکتا ہوں کہ کیا بات ہوئی ہوگی ! تم نے کہا، تم بہت بہت دُکھی ہو آج ! اُس نے کہا اُسے بہت بہت ہمدردی ہے تم سے ! تم نے کہا، تم جیسے بھی ہو اب اس گھر سے چھٹکارا پا لینا چاہتی ہے ! اس نے کہا : کتنا اچھا ہوتا اگر اس نتیجے پر تم کچھ سال پہلے پہنچ سکی ہوتیں ! تم نے کہا : جو تب نہیں ہوا وہ اب تو ہو ہی سکتا ہے ! اس نے کہا : وہ چاہتا ہے، ہو سکتا پر آج اس میں بہت سی اُلجھنیں سامنے ہیں ——— بچّوں کی زندگی کو لے کر، اِس کو اُس کو لے کر ! پھر یہ بھی کہ اس نوکری میں اس کا من نہیں لگ رہا، معلوم نہیں کب چھوڑ دے۔ اس لیے اپنے بارے میں بھی اس کا کچھ طے نہیں ہے اس وقت ! تم گم سم ہو کر سُنتی رہیں اور رومال سے آنکھیں پونچھتی رہیں ! آخر اس نے کہا کہ تمہیں دیر ہو رہی ہے اب لوٹ چلنا چاہیے ! تم چُپ چاپ اٹھ کر اس کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھیں ! راستے میں اس کے مُنھ سے یہ بھی نہ نکلا شاید کہ تمہیں اگر روپیے پیسے کی کچھ ضرورت ہے اس وقت تو وہ ....
عورت : بس بس بس بس بس بس بس ! جتنا سننا چاہیے تھا اس سے بہت زیادہ سُن لیا ہے آپ سے مَیں نے ! بہتر یہی ہے کہ اب آپ یہاں سے چلے جائیے کیوں کہ ....
مرد نمبر چار : میں جگ موہن کے ساتھ ہوئی تمہاری بات چیت کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہوں کیوں کہ اس کی جگہ میں ہوتا تو میں نے بھی تم سے یہی سب کچھ کہا ہوتا ! وہ کل پرسوں پھر فون کرنے کو کہہ کر

تمہیں گھر کے باہر اُتار اگیا! تم من میں ایک گھٹن لیے گھر میں داخل ہوئیں اور آتے ہی تم
نے بچّوں کو پیٹ دیا! جاتے ہوئے سامنے تھی ایک پُوری زندگی! پر لوٹنے تک کا کل حاصل؟
ـــــ اُلجھے ہاتھوں کا چمکتا پسینہ اور....
عورت: میں نے آپ سے کہا ہے نا بس! سب کے سب.... سب کے سب.... ایک سے!
بالکل ایک سے ہیں آپ لوگ! الگ الگ صورتیں، لیکن چہرہ؟ چہرہ سب کا ایک ہی!
مرد نمبر چار: پھر بھی تمہیں لگتا رہا ہے کہ تم چناؤ کر سکتی ہو! لیکن دائیں سے ہٹ کر بائیں، سامنے
سے ہٹ کر پیچھے، اس کونے سے ہٹ کر اُس کونے میں ـــــ کیا سچ مچ کہیں کوئی منتخب
کیا ہے تم نے؟ بولو، آیا ہے کوئی نظر کہیں؟
(کچھ پل خاموشی جس میں بڑی لڑکی چہرے سے ہاتھ ہٹا کر پلکیں جھپکاتی
ان دونوں کو دیکھتی ہے! پھر اندر کے دروازے پر کھٹ کھٹ سنائی
دیتا ہے)
چھوٹی لڑکی: (اندر سے) دروازہ کھولو! کھولو دروازہ!
بڑی لڑکی: (عورت سے) کیا کرنا ہے ماما؟ کھولنا ہے دروازہ؟
عورت: رہنے دے ابھی!
مرد نمبر چار: لیکن اس طرح بند رکھو گی تو....
عورت: میں نے پہلے بھی کہا تھا! میرا گھر ہے! میں بہتر جانتی ہوں!
چھوٹی لڑکی: (دروازہ کھٹکھٹاتی ہے) کھولو! (بے بس ہو کر) مت کھولو!
(اندر سے کُنڈی لگانے کی آواز ـــــ)
اب کھلوا لینا مجھ سے!
مرد نمبر چار: تمہارا گھر ہے! تم بہت جانتی ہو! کم سے کم مان کر یہی چلتی ہو! اس لیے بہت کچھ چاہتے
ہوئے بھی مجھے اب کچھ بھی حل نظر نہیں آتا! اگر اسی لیے پھر ایک بار پوچھنا چاہتا ہوں تم
سے ـــــ کیا سچ مچ کسی طرح تم اس آدمی کو چھٹکارا نہیں دے سکتیں؟
عورت: آپ بار بار کس لیے کہہ رہے ہیں یہ بات؟
مرد نمبر چار: اس لیے کہ آج وہ اپنے کو بالکل بے سہارا سمجھتا ہے! اُس کے من میں یہ یقین پیدا کر دیا ہے
تم نے کہ سب کچھ ہونے پر بھی اس کے لیے زندگی میں تمہارے سوا کوئی چارا، کوئی بھوک نہیں

ہے اور ایسا کیا اسی لیے نہیں کیا تم نے کہ زندگی میں اور کچھ حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ نامُراد
مہرہ تو ہاتھ میں بنا ہی رہے ؟

عورت : کیوں کیوں کیوں آپ اور اور بات کرتے رہنا چاہتے ہیں ابھی ؟ آپ جائیے اور کوشش کر کے
اُسے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھ لیجیے ! اس گھر میں آنا اور رہنا سچ مچ ہی حق میں نہیں ہے
اس کے ! اور مجھے بھی، مجھے بھی اپنے پاس اُس مہرے کی بالکل بالکل ضرورت نہیں ہے جو
نہ خود چلتا ہے نہ کسی اور کو چلنے دیتا ہے !

مرد نمبر چار : (پل بھر چپ چاپ اُسے دیکھتا ہے پھر بے لبسی کے لہجے میں کہتا ہے) تو ٹھیک ہے ! وہ نہیں
آئے گا ! وہ کمزور ہے مگر اتنا کمزور نہیں ہے ! تم سے جڑا ہوا ہے مگر اتنا جُڑا ہوا نہیں ہے !
اتنا بے سہارا بھی نہیں ہے جتنا وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے ! وہ ٹھیک سے دیکھ سکے تو ایک پُوری
دُنیا ہے اس کے اِرد گرد ! میں کوشش کروں گا کہ وہ آنکھ کھول کر دیکھ سکے اُسے !

عورت : ضرور، ضرور ! اس طرح اُس کا بھلا کریں گے ہی آپ میرا بھی اس سے بڑا احسان زندگی میں
نہیں کر سکیں گے !

مرد نمبر چار : تو اب چل رہا ہوں میں ! تم سے جتنی بات کر سکتا تھا کر چکا ہوں ! اور بات اب اسی سے
جا کر کروں گا ! مجھے معلوم ہے کتنا مشکل ہو گا یہ .... پھر بھی یہ بات میں اس کے دماغ میں
بٹھا کر رہوں گا اس بار کہ .....

(لڑکا باہر سے آتا ہے ! چہرہ کافی اُترا ہوا ہے۔ جیسے کوئی بڑی
سی چیز کہیں ہار کر آیا ہو)

کیا بات ہے اشوک ؟ تو چلا کیوں آیا وہاں سے ؟

(لڑکا بنا اس سے آنکھ ملائے بڑی لڑکی کی طرف بڑھ جاتا ہے ———)

لڑکا : اُٹھ بنّی ! اندر سے چھڑی نکال دے ذرا !

بڑی لڑکی : (اٹھتے ہوئے) چھڑی ؟ وہ کس لیے چاہیے تجھے ؟

لڑکا : ڈیڈی کو سکوٹر رکشا سے اُتار کر لانا ہے ! اُن کی طبیعت کافی خراب ہے !

بڑی لڑکی : ڈیڈی لوٹ آئے ہیں ؟

مرد نمبر چار : تو ... آ ہی گیا ہے وہ آخر !

لڑکا : (اس کی طرف دیکھ کر مرجھائے ہوئے لہجے میں) ہاں ! آ ہی گئے ہیں !

(مرد نمبر چار کے چہرے پر بے چینی اور درد کی لکیریں اُبھر آئی ہیں اور اس
کی آنکھیں عورت سے مل کر جُھک جاتی ہیں۔
عورت ایک کرسی کی پیٹھ تھامے چُپ کھڑی رہتی ہے، جسم میں حرکت
دکھائی دیتی ہے تو صرف سانس کے آنے جانے کی)
(بڑی لڑکی سے) جلدی سے نکال دے چھڑی کیوں کہ . . .

بڑی لڑکی : (اندر کے دروازے کی طرف بڑھتی ہے) ابھی دے رہی ہُوں !
(جاکر دروازہ کھٹکھٹاتی ہے)
کنّی ! دروازہ کھول جلدی سے !

چھوٹی لڑکی : (اندر سے) نہیں کھولوں گی دروازہ !

بڑی لڑکی : تیری شامت تو نہیں آئی ہے ؟ کہہ رہی ہوں کھول جلدی سے !

چھوٹی لڑکی : آنے دو نا شامت ! دروازہ نہیں کھلے گا !

بڑی لڑکی : (زور سے کھٹکھٹاتی ہے) کنّی !
(اچانک ہاتھ رُک جاتا ہے ۔ باہر سے ایسی صدا سنائی دیتی ہے،
جیسے پاؤں پھسل جانے سے کسی نے دروازے کا سہارا لے کر اپنے
کو بچایا ہو)

مرد نمبر چار : (باہر کے دروازے کی طرف بڑھتا ہے) یہ کون پھسلا ہے ڈیوڑھی میں ؟

لڑکا : (اس سے آگے آتا ہے) ڈیڈی ہوں گے ! اُتر کر چلے آئے ہوں گے ایسے ہی !
(دروازے سے نکلتا ہے)
آرام سے ڈیڈی ! آرام سے ....

مرد نمبر چار : (ایک نظر عورت پر ڈال کر دروازے سے نکلتا ہے) سنبھل کر مہندر ناتھ ! ـــــــ سنبھل
کر...... !

(روشنی محدود ہو کر عورت اور بڑی لڑکی تک ہی رہ جاتی ہے۔ عورت
ٹکٹکی باندھ کر باہر کی طرف دیکھتی ہے۔ آہستہ سے کرسی پر بیٹھ جاتی
ہے ۔ بڑی لڑکی ایک بار اس کی طرف دیکھتی ہے پھر باہر کی طرف ! ہلکا
ماتمی سنگیت اُبھرتا ہے جس کے ساتھ ان دونوں پر بھی روشنی مدّھم پڑنے

لگتی ہے۔ تبھی لگ بھگ اندھیرے میں لڑکے کا بازو تھامے مرد نمبر ایک
کا دھندلایا سایہ اندر آتا ہوا دکھائی دیتا ہے)

لڑکا: (جیسے بیٹھے گلے سے) دیکھ کر ڈیڈی! —— دیکھ کر....

(ان دونوں کے آگے بڑھنے کے ساتھ سنگیت اور زیادہ نمایاں اور اندھیرا
اور گہرا ہوتا جاتا ہے)